امام بخاری رحمہ اللہ

اور ان کی فقہی بصیرت

تالیف

حافظ ریاض احمد عاقب حفظہ اللہ

تقدیم و نظر ثانی

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ

تقدیم و نظر ثانی

محمد ابراہیم بن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی حفظہ اللہ

مکتبہ دار السلف ٹنڈو آدم سندھ

امام بخاری رحمہ اللہ

اور ان کی فقہی بصیرت

تالیف

حافظ ریاض احمد عاقب حفظہ اللہ

اشاعت.................................اگست 2024ء

ناشر

مکتبہ دار السلف

محلہ آسن داس، جمن شاہ روڈ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ۔ سندھ

+92-302-3353215, 0303-3058908

مطبع

دار المصنفین

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاھور۔ پاکستان

0300-4262092 ■ 0308-4131740

فہرست مندرجات

تقریظ

از پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی دنیا تک کے لیے رسول اور نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی طرح آپ کی دعوت (قرآن و سنت) بھی ابدی اور دائمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عہد رسالت ہی سے امت محمدیہ کے دلوں میں یہ بات ڈال دی اور خوش نصیب افراد نے ان دونوں کو اپنے سینوں اور سفینوں (تحریر کی صورت) میں محفوظ رکھنا شروع کیا۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ حفظِ احادیث کا بھی اہتمام کیا کرتے تھے، اور ان میں سے بعض احادیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔

امت کے اولین حافظِ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک حصے میں آرام کرتا ہوں۔ دوسرے حصے میں قیام کرتا ہوں۔ اور تیسرے حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو دہراتا ہوں۔ (سنن الدارمی، باب العمل بالعلم وحسن النية فيه، ج 1ص 92حديث: 264)

نیز سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو احادیث سنتا، انہیں لکھ لیا کرتا تھا تاکہ انہیں حفظ کر سکوں۔ قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے اس سے روک دیا اور کہا: "تم اللہ کے رسول

سے جو کچھ سنتے ہو۔ لکھ لیتے ہو۔ ایسے نہ کیا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں۔ آپ کبھی غصے کے عالم میں ہوتے ہیں اور کبھی خوش ہوتے ہیں۔ "تو میں نے احادیث لکھنا چھوڑ دیا۔ جب اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کر دیا تو آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "تم ہر حال میں مجھ سے سنی ہوئی احادیث لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔ (سنن الدارمی ،حدیث :490)

اس طرح صحابہ کرام میں سے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مرتب کئے ہوئے اس صحیفے میں ایک ہزار کے قریب احادیث تھیں۔ اور انھوں نے اس کا نام "الصحیفة الصادقة" رکھا تھا۔ (الطبقات لابن سعد، ج2، ص 262،373)

اسی طرح ہمام بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسموعہ احادیث کو یکجا مرتب کیا تھا۔ اس کا نام "الصحیفة الصحیحة" تھا۔ آج کل یہ صحیفہ "صحیفہ ہمام بن منبہ" کے نام سے مرتب اور مطبوع ہے۔ ان کے علاوہ صحیفہ عمرو بن حزم، صحیفہ سیدنا ابی بکر الصدیق، صحیفہ ام المومنین سیدہ عائشہ، مجامیع ابن عباس، صحیفہ انس بن مالک، مجموعہ احادیث عبد اللہ بن مسعود اور احادیث سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم کے تذکرے تاریخ میں ملتے ہیں۔ تاہم یہ سب صحیفے اور مجموعے مختصر اور محدود تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ علمائے محدثین نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے طلبِ حدیث میں دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا اور تمام منتشر احادیث و

روایات کے مجموعے تیار کئے۔ تیسری صدی ہجری میں بہت سی بڑی بڑی کتب حدیث منصّہ شہود پر آئیں۔ خدّامِ حدیث کی اس طویل فہرست میں سب سے روشن اور فرخندہ نام امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جن کی عظمت واہمیت اور علمِ حدیث میں رسوخ کی بناپر امت نے انھیں امام المحدثین، سلطان المحدثین، ناصر الاحادیث النبویہ، ناشر المواریث المحمدیہ، الحافظ، الحجہ، الامام، العلاّمہ، العارف باللہ، زین الامہ، فقیہ الامت، آیۃ اللہ، معجزۂ نبوت، استاذ الاساتذۃ اور امیر المومنین فی الحدیث جیسے عظیم القدر القاب سے نوازا ہے۔ فی الواقع وہ ان القاب کے مستحق بھی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت اور اجتہادی بصیرت کو دیکھ کر ایک انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ صدیوں قبل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر دقّت اور عرق ریزی سے احادیث سے مسائل کا استنباط کیا۔ ان کی نظر وہاں تک پہنچی جہاں تک کوئی دوسرا عالم و محدث نہیں پہنچ سکا۔ اس حوالے سے متعدد اہل علم نے بحث کی اور کتابیں لکھی ہیں۔

برادر محترم فضیلۃ الشیخ مولانا حافظ ریاض احمد عاقب حفظہ اللہ صاحب علم شخصیت ہیں۔ اس سے قبل آپ مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھ کر علمی جواہر دکھا اور پھیلا چکے ہیں۔ پیش نظر اس کتاب میں آں محترم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی کتاب صحیح البخاری کا مفصل تعارف کرانے کے بعد امام صاحب کی فقہی واجتہادی بصیرت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اسے مدلّل طور پر ثابت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اس اہم اور خالص علمی

موضوع کو اردو میں بیان کر کے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دعا ہے کہ اللہ کریم دیگر مؤلفات و مصنفات کے ساتھ ساتھ اس تحریر کو بھی آپ کی میزانِ حسنات میں شامل کر کے بلندئ درجات کا ذریعہ بنائے۔ اور طلّاب علم کو اس سے بجا طور پر استفادے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

کتبہ:

(پروفیسر) ابو حمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

دار السعادۃ۔ اندرون قلعہ منکیرہ ضلع بھکر

0300.6431693 0333.8903125

12 مارچ 2019ء

تقدیم

از شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد!

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہوش سنبھالا، اس وقت اسلامی ریاست پورے عروج پر تھی۔ قرآن وحدیث اسلامی ریاست کا دستور تھا۔ دیگر تہذیبوں (بالخصوص فلاسفہ یونان) کے دساتیر کے ترجمہ ہو رہے تھے۔ ایک طبقہ مسلمانوں میں ایسا پیدا ہو گیا تھا جو ذہنی طور پر ان سے متاثر ہوا اور بدقسمتی سے یہ طبقہ حکومت کے اہم مناصب فوج، پولیس اور قضا پر بھی فائز تھا۔

فلاسفہ سے تاثر کی بنیاد پر ان میں فکری کجی پیدا ہوئی اور اللہ جل مجدہ کی ذات وصفات کے حوالہ سے نصوص کتاب وسنت سے ہٹ کر محض عقل ورائے کی بنیاد پر نظریات قائم کر لیے اور ساتھ ہی اپنے مناصب سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عوام اور صحیح فکر کے حاملین کو اپنے غلط نظریات ماننے پر مجبور کیا۔ جیسا کہ مسئلہ خلق قرآن کے معاملہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا۔ ایسے نام نہاد مفکرین نے اللہ جل مجدہ کی ذات وصفات کے بارے عجیب وغریب عقائد گھڑ لیے جس کی تائید قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار واقوال سے نہیں ہوتی۔

مثلاً ان کا کہنا ہے کہ اللہ واحد ہے اور اس کا مطلب ہے: اس کی کوئی صفت نہیں۔ قرآن مقدس واحادیث میں جن صفات باری تعالیٰ کی صراحت ہے، یا تو ان کا انکار کر دیا گیا یا تاویل کر دی گئی۔ ایسے لوگ معتزلہ کہلاتے تھے یا معطلہ۔

کچھ نے ان کے مقابل میں اللہ جل مجدہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دے دیں، وہ مشبہ کہلائے۔ ایک اور طبقہ ایسا تھا جو اسلام کی عظمت کے نشان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استخفاف کرنے سے بھی باز نہ آئے، ایسے لوگ روافض کہلائے۔ خوارج نے تو انتہا کر دی کہ یہ سب لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں جو کبائر کے مرتکب ہو جائیں اور ان سے قتال جائز ہے۔ اسی طرح تقدیر باری تعالیٰ کے منکر بھی بال و پر نکالنے لگے تھے۔ مرجئہ نے اعمال کو ایمان کا جزء ماننے سے انکار کر دیا۔ بہت سے لوگ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایسے بھی تھے جو اپنے فتاویٰ اور اپنے فیصلہ جات میں اپنے استاد کے اقوال کے پیش نظر فتویٰ یا فیصلہ کرتے تھے، انہی کے اقوال پر تخریج مسائل کا رواج ہونے لگا۔

ان سب کے مقابل ایک طبقہ ایسا بھی اسلامی ریاست میں موجود تھا جو ہر طرح کی مشکلات اور مصائب کے باوجود اسی دھن میں تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مدون کریں اور جہاں سے جو ملتا ہے، اسے حاصل کریں۔ یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی شروع کر دیا گیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک کمال تک پہنچا۔ اس وقت کتب احادیث کے بڑے بڑے ذخائر مرتب ہو چکے تھے۔ المسانید، الجوامع، السنن، الاجزاء، الامالی مثلاً جامع معمر، مسند احمد بن حنبل، مسند بقی بن مخلد، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند مسدد بن مسرہد، مسند اسد بن موسیٰ، مسند نعیم بن حماد، امام زہری کی کتب، امام سفیان ثوری کی کتب، امام اوزاعی کی کتب، امام عبد اللہ بن مبارک کی کتب وغیرہ اور دیگر بے شمار کتب احادیث۔ البتہ ان کتب سے استفادہ ماہر محدثین ہی کر سکتے تھے جو علمی رسوخ میں بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پختہ

عزم کر لیا کہ وہ ایک ایسی کتاب اس انداز کی مرتب کریں گے جو انسانی زندگی کے جملہ امور میں اللہ جل مجدہ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین مقدسہ کی روشنی میں انسانوں کے لیے ہدایت کا باعث بنے۔ اسی بنیاد پر "الجامع المسند الصحیح من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننه وأیامه" مدون کی جس میں انہوں نے التزام کیا کہ جو بات نقل ہو، اس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ امام صاحب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ سند کم سے کم ہو اور تمام رواۃ عادل، تام الضبط، صادق ہوں اور روایت شذوذ و علت سے خالی ہو۔ ہر راوی کی لقاء و سماع اوپر کے راوی کے ساتھ ثابت ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم کتاب میں اللہ جل مجدہ کی ذات وصفات کے حوالہ سے "کتاب التوحید" لکھی، جس میں معتزلہ، مشبہ، معطلہ اور خوارج کے شبہات کا بڑے لطیف طریقہ سے بطلان ثابت کیا۔ امام موصوف نے بغیر کسی کا نام لیے حقائق واقعی کا تذکرہ فرمایا۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعتدال کی راہ متعین کی اور کتاب المناقب میں زور دار طریقہ سے صحیح ترین اسانید کے ساتھ ان عظماء کے احوال ذکر فرمائے جنہیں قرآن مقدس نے ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ اور ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾، ﴿أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾، ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ﴾ وغیرہ الفاظ سے نوازا تھا اور جن کے بارے ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ کی خوشخبری دی تھی۔

اسی طرح کتاب الایمان میں مرجئہ کی غلط فکر کو شان دار طریقہ سے مختلف ابواب میں درست کیا اور ثابت کیا کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں۔ عمل میں کمی وبیشی کے نتیجہ سے ایمان میں زیادہ پختگی یا کمی یعنی کمزوری ہوتی ہے۔ اس طرح یہ

عظیم الشان کتاب ذخیرہ احادیث کے ساتھ فقہ واحکام کا عظیم مجموعہ ہے۔ تراجم ابواب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت اور علمی بصیرت نمایاں ہے جو کسی صاحبِ علم وفضل سے مخفی نہیں ہے۔

قرآن مقدس اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔ ﴿تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ﴾ فرما کر واضح کر دیا گیا ہے کہ اس میں انسانی ضروریات کی ہر چیز کی بنیاد موجود ہے۔ اس کا تعلق عقائد سے ہو، عبادات سے ہو، معاملات سے ہو یا اخلاقیات سے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی جوامع الکلم سے نواز دیا گیا ہے۔ آپ کے قول وفعل سے جس طرح قرآن پاک کی تفسیر و تبیین ہوئی ہے۔ اسی طرح نئے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل بھی آپ کے ارشادات میں موجود ہے کہ یہ کتاب اللہ کا آخری پیغام ہے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آخری رسول ہیں۔

بجائے اس کے کہ جدید پیش آمدہ اخلاقی، معاشی اور عمرانی امور کا حل اساتذہ کے اقوال وافعال میں تلاش کیا جائے، کیوں نہ شریعت اسلامیہ کے اصل ماخذ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف رجوع کیا جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراجم ابواب فقہیہ میں اسی طرف راہ نمائی فرمائی ہے۔ امام موصوف نے قرآن وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کر کے فقہ الحدیث کا انوکھا اسلوب وطرز فکر متعارف کرایا ہے۔ اور یہ منہج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہی منہج ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: "فإذا صح الكتاب أو السنة لم يتعدوه إلى غيره" یعنی جب ایک مسئلہ کتاب یا سنت میں صراحۃً موجود ہے، پھر وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی اور طرف نہ دیکھتے تھے۔

علامہ عبد السلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دو باتیں مد نظر تھیں:

اول: ان حدیثوں کا انتخاب اور جمع کرنا جن کی صحت اور مقبولیت پر امام صاحب کے قبل کے محدثین یا امام صاحب کے وقت میں جو محدثین تھے، ان کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے اس تالیف کا نام انہوں نے ''الجامع المسند الصحیح من أحادیث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه'' رکھا۔

ثانی: استنباط مسائل فقہیہ، استخراج نکات حکمیہ جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دقت پسند طبیعت کے نتائج کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جن کو ترجمہ باب میں ذکر کرتے ہیں اور اس مقصود استخراج مسائل فقہیہ کی وجہ سے متن میں اگر تکرار بھی ہو تو اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ لیکن التزام یہ ہے کہ متن اور اسناد، دونوں ہر طرح مکرر نہ ہوں۔ تکرار صرف مضمون حدیث میں ہوتی ہے۔ تبدیل اسناد سے حدیث درجہ آحاد سے تواتر معنوی یا شہرت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور یہ تکرار قند مکرر کا مزہ دے جاتی ہے۔

ے متن او مضمون احادیث بہ تبدیل رواۃ
چوں مکرر شود آں قند مکرر گیرند

استخراج مسائل میں ایک بہت ہی عمدہ التزام یہ ہے کہ پہلے آیات سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث و آیت کی تطبیق و توفیق کا خیال مقدم رہتا ہے، ضمناً آیت کی تفسیر حدیث سے یا حدیث کی تفسیر آیت سے ہو جاتی ہے۔

استدلال کا پیرایہ بہت لطیف اور دقیق ہوتا ہے۔ اکثر ناواقف لوگ حیرت میں پڑ کر امام کو نشانہ اعتراض بناتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں: ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لا أعلم شيئا يحتاج إليه إلا وهو في الكتاب والسنة'' یعنی انسانی ضروریات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تذکرہ کتاب و سنت میں نہ ہو۔ ان کے

تلمیذ وراق نے پوچھا: "کیا اس کی معرفت بھی ممکن ہے؟" امام صاحب نے فرمایا: "جی ہاں۔"

"استخراج الأحكام الفقهية من الكتاب والسنة" کے منہج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابو داؤد وغیرہ اصحاب ستہ محدثین و دیگر محدثین نے اپنایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ براہ راست کتاب وسنت سے استنباط چاہے صریح عبارت سے استدلال ہے یا دلالت النص سے یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص سے "فقہ الحدیث" کی بنیاد قرار پایا اور جن جدید پیش آمدہ مسائل میں اس انداز کی دلالت نہ ملتی تو قیاس صحیح کو اپنایا گیا جس کی بنیاد قیاس العلۃ یا قیاس الدلالۃ ہے۔ اور یہ درحقیقت کتاب وسنت کا ہی حکم ہوتا ہے، اسی لیے قیاس صحیح کو مظہر کہا گیا ہے، مثبت نہیں۔ "الجامع الصحیح" کی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی طرف اشارے کیے ہیں۔

امام صاحب کے اس منہج پر چلنے سے فقہاء امت نے اتفاق کیا ہے کہ امام کو علم الرجال پر پوری دسترس اور مہارت تھی کہ انہوں نے اپنی "فقہ الحدیث" کی بنیاد احادیث صحیحہ کو قرار دیا ہے۔ امام کی فقہی ترجیحات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کی نظر ان سے پہلے تمام فقہی کاوشوں پر تھی اور ان سے امام نے خوب فائدہ حاصل کیا۔ فقہ مالکی ہو یا فقہ اصحاب الرائے یا فقہ شافعی یا فقہ اوزاعی یا فقہ ثوری۔ رحمۃ اللہ علیہم

البتہ وہ اس طریق کو غیر مناسب اور آئندہ کے لیے نقصان دہ سمجھتے تھے کہ فرضی مسائل کا استقصا کر کے انہیں حل کیا جائے۔ اس میں بہت سی ایسی صورتیں بنا دی گئیں جو کبھی بھی وقوع پذیر نہیں ہوئیں یا محض مفروضہ قرار پائیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق کو یکسر مسترد کر دیا اور اپنی کتاب میں

استخراج مسائل کا عمدہ اور بہترین اسلوب اختیار کیا۔

امام ابن المنیر اپنی کتاب "المتواری علی تراجم ابواب البخاری" میں لکھتے ہیں: "امام نے فقہ کی تاسیس اس نہج پر نہیں کی جس میں ایسے فرضی وقائع لکھ دیے گئے جو کبھی وقوع پذیر نہ ہوئے اور وہ محض تکلف ہی قرار پائے جن کے جواب دینے کی ضرورت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تراجم ابواب میں انہی مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں جو سنت کے ساتھ مزاحم و مخالف نہیں ہیں، جن سے احادیث کے بے شمار فوائد واضح ہوتے ہیں تو کتاب میں دو علم اکٹھے ہو گئے ہیں۔ سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجموعہ اور مسائل فقہیہ کا متعدبہ حصہ۔"

استقراء سے ثابت ہوا ہے کہ ایک ہی حدیث مبارک سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متعدد مسائل اخذ فرماتے ہیں۔ ہر جملہ اور ہر لفظ کسی نہ کسی اہم مسئلہ کی نشان دہی کرتا ہے۔

مثلاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں انہوں نے حج وعمرہ کے احرام باندھنے اور پھر ایام مخصوصہ کی آمد کے نتیجہ میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکنے، حج کے پورے مناسک کی ادائیگی کے بعد طواف بیت اللہ اور عمرہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو 36 اسانید سے ذکر کر کے 30 ابواب میں 30 مسائل حج وعمرہ، مسائل ایام مخصوصہ اور احکام سفر واضح کیے ہیں۔

اسی طرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں غزوہ خیبر کی تفصیلات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح اور اس موقع پر ولیمہ کا تذکرہ ہے کو 34 مقامات پر درج فرما کر 25 مسائل اخذ کیے ہیں۔

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ جس میں ان کے اونٹ کے تھکنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں اونٹ کا تیز دوڑنا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے خریدنا، سیدنا

جابر رضی اللہ عنہ کا مدینہ تک اس پر سفر کرنا اور مسجد نبوی میں حاضر ہو کر اونٹ آپ کے سپرد کر کے رقم چالیس درہم وصول کرنا مذکور ہے۔ 26 مقامات پر درج فرما کر 27 مسائل حل کیے ہیں۔

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت انیس مرتبہ مختلف ابواب میں لا کر واضح فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ اور آپ کے واقعات سے بے شمار فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ ضرورت ہے علمی مہارت کے ساتھ غور و تدبر اور جذبہ صادقہ کی۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

گویا اس طرح امام صاحب نے ایک واضح منہج پیش کر دیا ہے جس پر چل کر ہر دور کے ماہرین کتاب و سنت و ماہرین محاورات عرب اسے اپنا کر ہر نئے پیش آمدہ مسئلہ کا حل پیش کر سکتے ہیں۔ عقائد سے اس کا تعلق ہے یا عبادات، معاملات، اخلاقیات یا معاشی مسائل سے۔ وہ زراعت سے متعلق ہیں یا مالی امور سے، قرآن مقدس میں ہے: ﴿هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ اور حدیث مبارک ہے: «أوتيت القرآن ومثله معه»، «وأوتيت جوامع الكلم» رب کائنات فرماتے ہیں: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ قرآن و سنت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں مسائل کا استنباط کر کے "فقہ الحدیث" کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت کو اجاگر کرنے کے لیے عربی زبان میں تو کتب موجود ہیں، اور جزوی طور پر بعض اردو کتابوں کے ضمن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی کاوش کو بیان کیا گیا ہے، لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت اور اجتہادی منہج کو واضح کرنے والی ایک مستقل اردو زبان میں تالیف ہوتی۔ الحمد للہ اس ضرورت کو کافی حد تک عزیز

القدر تلمیذ رشید حافظ ریاض احمد اثری نے پورا کر دیا ہے۔

راقم نے عزیزم حافظ صاحب کی کتاب "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی فقہی بصیرت" کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا اور اسے بہت عمدہ اور مفید پایا ہے۔ فاضل مؤلف نے مختصر انداز میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف بحیثیت فقیہ و مجتہد عمدہ اور تحقیقی طریقہ سے کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط

محمد رفیق

1439/9/19ھ

(شیخ الحدیث) دار الحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا ملتان

مقدمہ

الحمد لله الواحد القهار، رب السماوات والأرض وما بينهما العزيز الغفار، والصلاة والسلام على سيد الأبرار، وعلى آله الأطهار، وصحبه الأخيار، أما بعد!

علم و فہم، شعور و ادراک، عقل و دانش، تفقہ و تیقظ، ذہانت و فطانت اور قوت حافظہ و ذاکرہ وغیرہ یہ تمام صلاحیتیں خالق ارض و سماء کی طرف سے بڑی نعمتیں اور احسانات ہیں، جو اس نے اپنے بندوں میں ودیعت فرمائی ہیں۔ ہر انسان میں یہ انعامات الٰہیہ واحسانات ربانیہ بقدر تحمل موجود ہیں۔ کوئی فہم و فراست اور قوت ادراک میں فائق ہوتا ہے۔ اور کوئی اس سے کم درجہ پر ہوتا ہے۔ کسی کا علم زیادہ ہوتا ہے اور کسی کا کم۔ کوئی ذہانت و فطانت میں بہتر ہوتا ہے اور کوئی کم۔ کوئی جلدی کسی چیز کو سمجھ جاتا ہے اور کوئی تاخیر سے سمجھتا ہے۔ یہ تفاوت تو موجود ہے۔ اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے بھی اشارہ فرمایا ہے:

﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝۷۶﴾

”ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں اور علم والے پر فوقیت رکھنے والا دوسرا عالم موجود ہے۔“ [یوسف : 76]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے علمی مراتب میں انسانی تفاوت و فرق واضح فرما دیا ہے، تو فہم و فراست میں تفاوت اور عقل و دانش میں فرق، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

علوم دینیہ اور معارف اسلامیہ میں تفقہ و فہم عطیہ خداوندی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين» الحديث. (1)

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے خود بھی تفقہ فی الدین کی رغبت دلائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ ﴾

"پس ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت نکل جاتی تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتی اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتی تو ان کو (اللہ کے عذاب) سے ڈراتی تاکہ وہ ڈر جاتے۔" [التوبة : 122]

اس آیت مبارکہ میں دین کے فہم کو فقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو جو شخص دین (کتاب و سنت) کو سیکھتا ہے، اسے سمجھتا ہے تو گویا اسے تفقہ فی الدین حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک شخص مزید آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں غور و فکر کرتا ہے اور اس سے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے تو یہ شخص قرآن و سنت کا فقیہ ہے۔

قرون خیر میں قرآن وحدیث کو کما حقہ سمجھنے والا اور سائلین کے سوالات کو قرآن و سنت سے حل کرنے والا فقہ واجتہاد کے رتبہ پر فائز تھا۔ قرون خیر میں فقہی موشگافیاں، بال کی کھال اتارنا اور سطحی آراء اور قیل و قال کا وجود نہ تھا۔

---

(1) بخاري، محمد بن إسماعيل، إمام، الجامع الصحيح، العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه، ناشر: دار السلام، الرياض، 1417 هـ، رقم الحديث: 71۔ ومسلم، مسلم بن حجاج، الصحيح، ناشر: دار السلام، الرياض، 1420هـ، رقم: 1037/98۔

تاریخ اسلام میں ایسی نامور شخصیات کا نام نمایاں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست، علم و فضل اور فقہ واجتہاد کے بلند منصب اور مقام پر متمکن کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں بعض شخصیات علم وفضل، تفقہ فی الدین اور منصب اجتہاد میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ قرآن وسنت سے ان کی مستنبط وماخوذ آراء اسلامی قانون اور اسلامی شریعت میں گراں قدر اضافہ ہے۔

قرآن وسنت کے نصوص سے مسائل جدیدہ کا استنباط کرنا اور پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنا تفقہ فی الدین ہے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں جہاں فقہ واجتہاد کے الفاظ آئے ہیں، وہ اسی معنیٰ پر محمول ہیں، لیکن جو فقہی آراء اور اجتہادی مذاہب اس دور میں موجود نہ تھے، انہیں مراد لینا صرف دھوکا ہے۔ فروعی مسائل کا استنباط کا مشغلہ ہمیشہ رہا ہے۔

قرون اولیٰ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم نے مسائل کا استنباط کیا ہے، لیکن قرون خیر میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی فقہی آراء کا پابند نہ تھا۔ ان میں تعصب وجمود نامی چیز نہ تھی۔ تقلیدی مذاہب تو کئی سال بعد کی پیداوار ہیں۔

ائمہ اجتہاد بھی اپنے اپنے دور میں اپنی فقہی آراء کسی پر لازم اتباع نہ کرتے تھے، بلکہ وہ اپنی اور دوسروں کی اندھی تقلید سے منع فرماتے تھے۔ ان فقہاء کرام اور مجتہدین عظام کا دور جب بیت گیا، ان کے اجتہادات واستنباطات جب رائج ہوئے تو ان کے مقلدین نے ان اصولوں کی روشنی میں مزید فروعات میں تخریج کی۔ اس تخریج در تخریج کے نتیجہ میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت کی فقہی آراء اور تخریجی استنباطات جمع ہوئے تو ان فقہی اقوال و آراء کو فقہ کا نام دے دیا گیا۔ تلامذہ اپنے اساتذہ سے اس منہج کو اخذ کرتے رہے۔ آہستہ آہستہ اس تعلق ونسبت نے جمود کی صورت اختیار کرلی۔ تقریباً چوتھی صدی ہجری کے بعد جمود

کے دور کا آغاز ہوا۔ تقلید ائمہ مجتہدین امت میں دھیرے دھیرے سرایت کر گئی۔ ائمہ مجتہدین کی طرح نصوص سے براہ راست استنباط کا طریقہ ختم کر دیا گیا۔ فقہ کی جزئیات اور مروجہ متون کو من و عن قبول کر لیا گیا۔ متقدمین ائمہ کرام کی استنباط کردہ فروعات کو دین کا درجہ دے دیا گیا۔ ادلہ اصلیہ قرآن و سنت سے تعرض مجتہد کا وظیفہ طے پایا اور اجتہاد کے دروازوں کو چوتھی صدی ہجری کے بعد بند کر دیا گیا۔ لوگ تقلید اعمیٰ پر ڈٹ گئے۔ اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ: 1176ھ) نے اپنی تصنیف لطیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں بیان کی ہے۔(2)

الحمد للہ اصحاب الحدیث کے گروہ میں قرآن و سنت میں تفقہ اور استنباط کا سلسلہ جاری رہا۔ علمائے حدیث قرآن و حدیث سے پیش آمدہ مسائل کو حل کرتے رہے۔ اگر نصوص نہ ملتیں تو قرآن و سنت کے عمومات وایماءات سے استنباط واستخراج کر لیا کرتے تھے۔ ائمہ حدیث نے قرآن وحدیث سے ہی ہزاروں مسائل کا استنباط کر کے ''فقہ الحدیث'' کو مروج کیا۔

ایک خاص حلقہ میں فنی اور متعارف فقہ حلت و حرمت کی شکل اختیار کر گئی۔ ان حلقوں میں یہ خیال عام ہو گیا کہ جو اس مروجہ فقہی متون اور فقہ کے امدادی علوم وفنون سے ناواقف ہے، وہ فقہ و درایت سے نابلد ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے محدثین کرام اور فقہاء حدیث پر فقہ و درایت سے بے خبری کے الزام لگائے۔ محدثین کرام کو محض ناقل روایت کہہ کر مطعون کیا گیا۔ اپنے فقہاء کے لیے حکیم اور ماہر نبض شناس اور محدثین کے لیے پنسار وعطار کے الفاظ بولے

(2) شاه ولي الله محدث الدهلوي، حجة الله البالغة، ناشر: المكتبة السلفية، 153/1، 154۔

گئے۔ محدثین پر پنساری کی پھبتیاں کسی گئیں۔ ائمہ مجتہدین کے قیل و قال، فقہی آراء اور ملفوظات کو فقہ سے تعبیر کیا گیا اور محدثین کرام کو حشوی و ظاہری اور مقلدین ثابت کرنے کی ناروا جسارت کی گئی۔ صفات باری تعالیٰ کی تاویل کا نام تفقہ و درایت رکھ لیا گیا اور ائمہ حدیث کے خلاف ایک ہنگامہ برپا کر دیا گیا۔ حق گوئی کا نام حشویت و ظاہریت رکھ کر ان کو بدنام و مطعون کیا گیا۔ ان کی بلا تاویل و بغیر تحریف صفات کے تسلیم کرنے کو غیر فقہی کہہ کر ان کے خلاف محاذ کھڑا کیا گیا۔ بعض اس سے آگے بڑھے اور انہوں نے روایت کے قبول کے لیے فقہ راوی کی شرط لگا دی۔ اسی فقہ راوی کی بناء پر بیسیوں احادیث کو ذبح کر کے رکھ دیا گیا اور متعدد ثقہ راویوں بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس فقہ راوی نامی مصطلح کی بناء پر غیر مستند قرار دے دیا گیا۔ فقہ راوی کی زد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو تو بہت زیادہ تختہ مشق بنے رہے۔(3)

یہ انتہائی خطرناک روش ہے۔ اس روش باطل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فقہ سے محروم ہو گئے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں حرف گیری بہت بڑی جسارت ہے۔ اسی طرح حضرات محدثین کو علم و فقہ سے نابلد قرار دینا اور بعض کو مقلدین باور کرانا ان کی ناواقفیت ہے۔ حالانکہ ائمہ حدیث اور فقہاء حدیث فقہیات میں بلند مقام پر فائز تھے۔ مروجہ فقہوں کے ماہر بھی ان کی رفعتوں کو نہیں پا سکتے۔ اصحاب الحدیث نہ صرف "فقہ الحدیث" کے ماہر تھے، بلکہ ان مروجہ فقہی مذاہب پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور وہ اپنی کتابوں میں تعریضاً شدید تنقید کر چکے ہیں۔

---

(3) دیکھیں: أصول البزدوي، ص: 159۔ أصول السرخسي: 340/1۔ أصول الشاشي، ص: 275۔

اگر ان کور چشموں کو نظر نہیں آتا تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے۔

گر نہ بیند بر دو شپرۂ چشم　　　چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''بعض حضرات نے اصحاب حدیث اور محدثین پر تنقید کو اپنے آپ پر ضروری قرار دے رکھا ہے۔ ان کا ارشاد گرامی ہے کہ محدثین صرف الفاظ حدیث کے ناقل تھے۔ الفاظ کی سطح سے باہر نکل کر معنیٰ حدیث کی تہہ تک پہنچنا اور اس میں سے فقاہت کے چھپے ہوئے جوہر تلاش کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ ان کی حیثیت عطار کی سی تھی جس کا کام محض دوائیں جمع کرنا اور فروخت کرنا ہے۔ فقہاء کی مثال ان کے نزدیک ماشاء اللہ طبیب کی سی ہے جو مریض کی نبض پر ہاتھ رکھتے، اس کی بیماری کی تشخیص کرتے اور نہایت محنت اور انتہائی مناسب طریقے سے کنز، قدوری اور پکی روٹی وغیرہ کتابوں سے شفاء بخشنے والے نسخے نکال کر مریض کے علاج کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

اس قسم کے نکتہ رس اور عاقل و فہیم اطباء و حکماء حضرات کی خدمت میں ہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارتیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے ان حضرات کی تسلی تو بے شک نہیں ہو گی، جنہوں نے محدثین کے بارے میں ایک نظریہ قائم کر رکھا ہے، لیکن جن کے دل صاف ہیں، امید ہے ان پر بات واضح ہو جائے گی۔ ہمارا کام نہ کسی سے لڑنا جھگڑنا ہے، نہ کسی کو نشانہ طعن یا ہدف تنقید بنانا ہے، ہمارا کام صرف صحیح صورت حال بیان کرنا ہے۔ کوئی اسے مانتا ہے یا نہیں مانتا، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔

حضرت شاہ صاحب محدثین وفقہاء کی فقاہت کا تذکرہ کرتے ہوئے ''مصفیٰ شرح موطا'' میں لکھتے ہیں:

"باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاویٰ بر دو وجہ بودند۔ یکے آں کہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع می کردند وازاں جا استنباط می نمودند، وایں اصل راہ محدثین است ..... ودیگر آں کہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح وتہذیب آں گروہ اندیاد می گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا۔ پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہماں قواعد طلب می کردند، وایں طریقہ اصل راہ فقہاء است۔" (مصفیٰ شرح مؤطا، ص:4)

"یہ جان لینا چاہیے کہ سلف امت میں مسائل وفتویٰ کے استخراج واستنباط کے بارے میں دو طریقے رائج تھے۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ جمع کرتے اور انہیں بنیاد قرار دے کر ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو زیر غور لاتے تھے۔ یہ محدثین کا طریق ہے۔ دوسرا طریقہ یہ مروج تھا کہ مسائل کے سلسلہ میں جو قواعد کلیہ ائمہ نے واضح اور منقح کر دیے ہیں، انہی کو اصل ٹھہرایا جائے اور انہی کی روشنی میں مسائل وفتاویٰ پر عمل کیا جائے۔ اصل ماخذ (قرآن وحدیث اور آثار صحابہ) کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فقہاء کا طریقہ ہے۔" ..... وہ مزید لکھتے ہیں:

"اگر فقہ کی چند درسی کتابیں پڑھنے اور ناممکن الوقوع مسائل کی گردان کرنے کا نام فقہ ہے تو محدثین نے واقعی وہ کتابیں کسی فقیہ نام دار سے قدوری کا درس لیا تھا اور نہ شرح وقایہ یا ہدایہ کے لیے کسی عالی قدر استاد کے حضور زانوئے شاگردی کیا تھا، نہ فقہ کی وہ ضخیم کتاب پڑھی تھی جو ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر نے علمائے کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے مرتب کرائی تھی، جسے فتاویٰ عالم گیری یا فتاویٰ ہندیہ کہا جاتا ہے۔ نہ اصول فقہ کی اصول شاشی یا ملا جیون امیٹھوی کی "نور الانوار" تک محدثین میں سے کسی کی رسائی ہو سکی تھی۔ حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جس انداز سے اہل حدیث اور اہل رائے کے متعلق اظہار رائے فرمایا ہے، اس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ ان کے نزدیک محدثین کی فقاہت احادیث وآثار صحابہ پر مبنی تھی اور وہ اسی کو صحیح قرار دیتے ہیں۔(4)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے محدثین کرام فقہاء اور اہل رائے فقہاء کا منہج استنباط وطریق استدلال واضح ہو چکا ہے۔ مزید کوئی شائق ہو تو شاہ صاحب کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا مطالعہ کرلے۔ اس کے سامنے حقیقت واضح ہو جائے گی۔ جہاں شاہ صاحب نے محدثین کرام کے طریقہ استنباط واستدلال کو فقہاء اہل حدیث کے نام سے تحریر کیا ہے۔(5)

محدثین کرام کے منہج کو اگر ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ابواب کو ملاحظہ کرسکتے ہیں جن سے ان کی فقہی بصیرت نمایاں ہوتی ہے۔ تراجم ابواب ان کے فقہی استنباطات ہی تو ہیں۔

ائمہ حدیث نے اپنی کتب احادیث میں تبویب قائم کرکے ایک ایک حدیث سے بیسیوں مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے انسان کے اندر ملکہ استنباط پیدا ہوتا ہے۔ ایک صاحب عقل انسان جو ان کتابوں پر سرسری نظر بھی رکھتا ہے، وہ یہ کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا کہ محدثین غیر فقیہ تھے اور ان کے اندر اجتہاد کا ملکہ نہ تھا۔ اصحاب حدیث بخاری، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مالک اور ابن ماجہ وغیرہ کی تبویب نے ان کے تفقہ اور فقہی بصیرت کو واضح کردیا ہے۔

---

(4) محمد اسحاق بھٹی، مولانا، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ناشر: مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2004ء، ص: 315 – 320۔

(5) شاہ ولي الله محدث الدهلوي، حجة الله البالغة، ص: 147 - 149۔

محدثین کرام حفظ وضبط اور فقہ واجتہاد میں قابل رشک ہیں۔ وہ لاکھوں احادیث نبویہ کے حفاظ تھے اور قوت استنباط، استخراج مسائل، ضبط مشکلات، معرفت علل، حل لغات، علم جرح وتعدیل میں مہارت، عام وخاص، ناسخ ومنسوخ، مجمل ومبین میں واقفیت اور لغت عرب ونحو میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قافلۂ حدیث کے حدی خواں تھے۔ ان کی فقاہت وذہانت، قوت استنباط، استخراج مسائل اور فقہی بصیرت کا اندازہ ان کے قائم کردہ تراجم ابواب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تبویب نے بڑے بڑے اصحابِ فقہ وارباب بصیرت کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نا صرف ایک بلند پایہ محدث، ماہر اسماء الرجال، حافظ الحدیث اور غواص علل حدیث تھے، بلکہ وہ ایک ژرف نگاہ فقیہ اور عظیم المرتبہ مجتہد بھی تھے۔
علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''وكان إماما حافظا حجة رأسا في الفقه والحديث، مجتهدا من أفراد العالم مع الدين والورع والتأله''(6)

''(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) دینداری، پرہیز گاری اور للّٰہیت میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ امام، حافظ، حجت، فقہ وحدیث میں سردار اور مجتہد تھے۔''

مولانا رشید احمد گنگوہی رقم طراز ہیں:

''الإمام البخاري عندي مجتهد برأسه، وهذا أيضا ظهر من

---

(6) الذهبي، شمس الدين، محمد بن أحمد، علامة (873 هـ)، الكاشف، ط: دار الفكر، بيروت، لبنان، 1418 هـ، 7/3، رقم: 4769۔

ملاحظه تراجمه بدقة النظر"(7)

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میرے نزدیک مستقل مجتہد ہیں۔ اور یہ بات دقیق نظری سے ان کے تراجم ابواب سے نمایاں ہے۔"

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واعلم أن البخاري مجتهد لا ريب فيه"(8)

"خوب جان لو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بلاشک مجتہد ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر یوں گویا ہیں:

"إن البخاري عندي سلك مسلك الاجتهاد ولم يقلد أحدا في كتابه، بل حكم بما حكم به فهمه"(9)

"میرے نزدیک بلاشبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اجتہاد کے مسلک پر گامزن ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں کسی کی تقلید نہیں کی، بلکہ وہ اپنے فقہ وفہم کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہیں۔"

ان سے قبل امام سخاوی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہما بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے مجتہد مطلق کی صراحت کر چکے ہیں۔(10)

---

(7) گنگوهي، رشيد أحمد، مولانا، لامع الدراري على جامع البخاري، ط: المكتبة الإمدادية، مكة مكرمة، 1975 م، ص: 19۔

(8) كشميري، أنور شاه، علامة، فيض الباري على صحيح البخاري، ط: مكتبة حقانية، بشاور، سنة النشر غير موجودة، 58/1۔

(9) كشميري، فيض الباري، 335/1۔

(10) مباركفوري، محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم (1353 هـ)، مقدمة تحفة الأحوذي، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، 1422 هـ، ص: 357۔

مذکورہ شخصیات اصحاب علم و فضل ہیں۔ ان کے بیانات سے واضح ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت اور اجتہاد مقلدین کے سنجیدہ اور منصف مزاج حلقوں میں معتبر ہے۔

مولانا گنگوہی کی بات قابل غور ہے کہ تراجم ابواب اگر دقت نظری اور گہرائی سے دیکھے جائیں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مستقل مجتہد نظر آتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" کو 97 کتب پر مرتب کیا ہے۔ پھر ہر کتاب متعدد ابواب پر مشتمل ہے۔ جن کی تعداد تقریباً تین ہزار آٹھ سو ستانوے (3897) ہے۔ اس شماریات میں کتاب التفسیر شامل نہیں ہے۔ اس مجموعہ حدیث میں عقائد، احکام، سیر، آداب، تفسیر، مغازی، فتن اور مناقب ایسے مختلف عناوین قائم کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام موصوف نے اپنی کتاب میں مختلف فقہی مسائل کا استخراج کیا ہے۔ انہوں نے ایسے ایسے مسائل کا استنباط کیا ہے جن کا عصر حاضر میں اطلاق آسانی سے ہوتا ہے اور مسائل جدیدہ کا حل سہل ہو گیا ہے۔ امام موصوف نے امت مسلمہ کے سامنے صحیح احادیث کا مجموعہ ہی پیش نہیں کیا، بلکہ مختلف ابواب کے تحت ان سے استنباط واستخراج مسائل کا طریقہ وسلیقہ بھی دیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ليس مقصود البخاري الاقتصار على الأحاديث فقط، بل مراده الاستنباط منها والاستدلال لأبواب أرادها"(11)

---

(11) ابن حجر، أحمد بن علي بن حجر، عسقلاني، حافظ (852 هـ)، مقدمة فتح الباري، ط: قديمي كتب خانه، كراتشي، سنة النشر غير موجودة، ص: 8

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود صرف احادیث پر اکتفا کرنا ہی نہیں بلکہ ان کی مراد ان احادیث سے استنباط اور استدلال بھی ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ابواب بندی کی ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت، بصیرت اور ذہانت تراجم ابواب سے نمایاں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کے بارے میں یہ مقولہ بڑا معروف و مشہور ہے:

"فقه البخاري في تراجمه"

یعنی تراجم ابواب بخاری میں بخاری کی فقاہت پنہاں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراجم ابواب کو جس ژرف نگاہی اور دقت نظری سے قائم کیا ہے، اس بارے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"وأتى من صحيح الحديث وفقهه بما لم يسبق إليه" (12)

"امام موصوف نے اپنی جامع صحیح میں صحیح حدیث اور فقہ حدیث کا وہ اہتمام کیا ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔"

واقعی صحیح تبصرہ ہے۔ باریک بینی اور گہرائی سے صحیح بخاری کے ابواب میں غور وخوض کرنے والے پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ امام بخاری کی تبویب کی مثال نہ اس سے پہلے ملتی ہے اور نہ ہی بعد میں نظر آتی ہے۔ استاذ مکرم الشیخ عبد المنان محدث نورپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری نے اپنی کتاب کے تراجم ابواب میں بہت علمی، فقہی، اصولی اور لغوی حقائق اور دقائق کو سمو دیا ہے جن کے سمجھنے سے بڑے بڑے فحول علماء

---

(12) قسطلاني، علامه، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد القسطلاني (923 هـ)، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت - لبنان، 1304 هـ: 2/1

بھی قاصر رہے ہیں اور عظیم رجال ان تک رسائی حاصل کرنے سے حیران ہیں، حتیٰ کہ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

"أن المصنف رحمه الله تعالى سباق غايات وصاحب آيات في وضع التراجم لم يسبق به أحد من المتقدمين ولم يستطع أن يحاكيه أحد من المتأخرين، فكان هو الفاتح لذلك الباب وصار هو الخاتم." (13)

"مصنف (امام بخاری) رحمۃ اللہ علیہ تراجم قائم کرنے میں ہدف وغایت کو پانے والے ہیں۔ ان سے پہلے کسی مصنف نے اس قسم کے تراجم ابواب قائم نہیں کیے۔ اور نہ ہی ان کے بعد اس قسم کے تراجم متاخرین میں سے کسی ایک نے قائم کیے ہیں۔ گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس دروازے کو کھولنے والے تھے اور خود ہی اس دروازے کو بند کر دینے والے ہیں۔"

تراجم کے اندر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب سے متعلق آیات، صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ اور اہل لغت کے کلام کو درج کیا ہے۔ اور بہت سے تراجم میں مرفوع معلقات بھی لائے ہیں۔ ان تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث، تفسیر، تاریخ، لغت، اصول اور علم کلام پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس لیے یہ بات مشہور ہو چکی ہے: "فقه البخاري في تراجمه" کہ "امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم میں موجود ہے۔" (14)

تراجم ابواب بخاری فقہ الحدیث کا شاہکار ہیں۔ امام موصوف نے ایک حدیث سے متعدد فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اس بارے شاہ ولی اللہ محدث

---

(13) كشميري، أنور شاه، علامه، مقدمة فيض الباري، ص: 40۔

(14) نور پوری، عبد المنان، حافظ، مرآۃ البخاری، ترتیب: یونس عتیق، ناشر: دار الحسنیٰ گوجرانوالہ، 1420ھ، ص:104۔

دہلوی امام صاحب کی غرض و مقصد یوں بیان فرماتے ہیں:

"وأراد أن يفرغ جهده في الاستنباط من حديث رسول الله ويستنبط من كل حديث مسائل كثيرة." (15)

"امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے مسائل کے استنباط میں اپنی پوری تگ و دو اور محنت صرف کر دیں اور ایک حدیث سے بہت سارے مسائل کا استنباط کریں۔"

کوتاہ علم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تکرار حدیث کا بلاوجہ اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ تکرار حدیث کا مقصود متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ قارئین کرام کے سامنے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے امام صاحب کی فقہی بصیرت اور استخراج مسائل کے ذوق کا طریقہ نکھر کر واضح ہو جائے گا:

پہلی مثال:

حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں تقریباً اٹھارہ (18) مقامات پر لائے ہیں اور ہر جگہ الگ سے مسئلہ کا اثبات کیا ہے۔

کتاب العلم، باب السمر في العلم، رقم الحدیث: 117 میں لا کر نماز عشاء کے بعد علمی گفتگو کا اثبات کیا ہے۔ اس حدیث کو کتاب الوضوء، باب التخفيف في الوضوء، رقم الحدیث: 138 میں لا کر وضوء میں تخفیف کا ذکر کیا ہے۔ باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره، رقم الحدیث: 183 میں لا کر

(15) شاه ولي الله، أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي، شرح تراجم أبواب البخاري، ط: قديمي كتب خانه، كراتشي، سنة النشر غير موجودة، ص: 13۔

حدث کے بعد وضوء کیے بغیر قرآنی آیات تلاوت کرنے کا اثبات کیا ہے۔ کتاب الاذان، باب: يقوم عن يمين الإمام بحذائه سواء إذا كانا اثنين، رقم الحديث: 697 میں اگر امام اور مقتدی دو ہی آدمی ہوں، تو مقتدی کے امام کی دائیں جانب بالکل برابر کھڑے ہونے کا اثبات کیا ہے۔ اس سے اگلا باب إذا قام الرجل عن يسار الإمام فحوله الإمام إلى يمينه، لم تفسد صلاتهما، رقم الحديث: 698 باندھ کر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ جب کوئی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اور اسے اپنی دائیں جانب پھیر دے تو کسی کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اس سے اگلے باب إذا لم ينو الإمام أن يؤم، ثم جاء قوم فأمهم، رقم الحديث: 699 میں یہ ذکر کیا ہے کہ کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اور اس نے امامت کی نیت نہ کی ہو اور کچھ لوگ از خود اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنے لگیں تو ان کی نماز صحیح ہے۔ کتاب الاذان میں ہی باب إذا قام الرجل عن يسار الإمام وحوله الإمام خلفه إلى يمينه تمت صلاته، رقم: 726 باندھ کر یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اسے اپنے پیچھے سے دائیں جانب پھیر دے تو اس کی نماز صحیح ہو گی۔ کتاب الاذان میں ہی باب ميمنة المسجد والإمام، رقم: 728 قائم کر کے مسجد اور امام کی دائیں جانب کی عظمت کو بیان کیا ہے۔

کتاب الاذان کے باب وضوء الصبيان ومتى يجب عليهم الغسل والطهور وحضورهم الجماعة والعيدين والجنائز وصفوفهم؟ میں بچوں کے وضوء، غسل، جماعت، عیدین اور جنائز میں شمولیت اور ان کی صف بندی کے مسائل ذکر کیے ہیں۔ کتاب العمل فی الصلاۃ میں باب استعانة اليد في الصلاة إذا كان من أمر الصلاة، رقم: 1198 میں ثابت کیا ہے کہ دوران نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جبکہ وہ کام نماز سے متعلق ہو، جائز ہے۔ اسی حدیث کو کتاب التفسیر میں لا کر چار ابواب قائم کیے ہیں اور ہر ایک سے الگ مسئلہ مقصود ہے۔ ملاحظہ ہو: باب

قوله: إن في خلق السماوات والأرض ... الخ، رقم: 4569، باب: الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم ... الخ، رقم: 4570، باب: ربنا إنك من تدخل النار فقد أخزيته ... الخ، رقم: 4571، باب: ربنا إننا سمعنا مناديا ... الخ، رقم: 4572۔ اسی حدیث کو کتاب اللباس، باب الذوائب، رقم: 5919 میں لاکر گیسو یا چوٹی کا ذکر کیا ہے۔ کتاب الادب، باب رفع البصر إلى السماء، رقم: 6215 میں لاکر آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا جواز بیان کیا ہے۔ کتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل، رقم: 6316 میں لاکر بیان کیا ہے جب کوئی رات کے وقت بیدار ہو تو کون سی دعا پڑھے؟ اور کتاب التوحید، باب ما جاء في تخليق السماوات والأرض وغيرها من الخلائق، رقم: 7452 میں لاکر آسمان وزمین اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات کی تخلیق کا بیان کیا ہے۔

دوسری مثال:

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا امام صاحب اپنی ''الجامع الصحیح'' میں تقریباً پینتیس (35) مقامات پر لائے ہیں اور ہر مقام پر مختلف مسئلہ اخذ کیا ہے۔ کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن، رقم: 294 میں حائضہ خاتون کو جب حیض آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسی کتاب کے باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت، رقم: 305 میں یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ حائضہ خاتون طواف کعبہ کے سوا دیگر مناسک حج ادا کرے گی۔ اسی کتاب کے باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، رقم: 316 میں غسل حیض کے وقت عورت کا بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ اس سے اگلے باب: باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض، رقم: 317 میں ثابت کیا ہے کہ غسل حیض میں عورت اپنے سر کے بال کھولے گی۔ اسی کتاب کے باب كيف تهل الحائض بالحج والعمرة؟ رقم: 319 میں حائضہ عورت کے احرام کی کیفیت بیان کی ہے۔

کتاب الحیض میں ہی باب المرأة تحيض بعد الإفاضة، رقم: 328 میں لا کر یہ بیان کیا ہے کہ طواف افاضہ کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے تو وہ طواف وداع کیے بغیر واپس وطن جا سکتی ہے۔

کتاب الحج میں باب الحج على الرحل، رقم: 1516، 1517 باندھ کر ثابت کیا ہے کہ پالان پر سوار ہو کر حج کیا جا سکتا ہے۔

کتاب الحج میں ہی باب كيف تهل الحائض والنفساء؟ رقم: 1556 لا کر بتایا ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت احرام کس طرح باندھے گی؟

باب قول الله تعالى: ﴿الحج أشهر معلومات﴾ إلى قوله ﴿في الحج﴾ [البقرة: 197] وقوله: ﴿يسألونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج﴾ [البقرة: 189] رقم: 1560 باندھ کر حج کے مقررہ اوقات بیان کیے ہیں۔

باب التمتع والقران والإفراد بالحج، وفسخ الحج لمن لم يكن معه هدي، رقم: 1561، 1562 میں حج کی اقسام بیان فرمائی ہیں اور واضح کیا ہے کہ جس کے پاس قربانی نہ ہو، اس کے لیے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینا جائز ہے۔

باب طواف القارن، رقم: 1638 لا کر واضح کیا ہے کہ حج قران کرنے والا اگر ایک طواف اور ایک سعی کرتا ہے تو ایسا کرنا بھی صحیح ہے۔

باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت، وإذا سعى على غير وضوء بين الصفا والمروة، رقم: 1650 باندھ کر بیان کیا ہے کہ حائضہ طواف کعبہ کے علاوہ تمام ارکان حج بجا لائے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت کیا کہ صفا و مروہ کی سعی میں طہارت شرط نہیں ہے۔

باب ذبح الرجل البقر عن نسائه من غير أمرهن، رقم: 1709 لا

کر یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کی طرف سے ان کے کہے بغیر گائے (وغیرہ) ذبح کر سکتا ہے۔

باب وما يأكل من البدن وما يتصدق، رقم: 1720 لا کر قربانی کے گوشت کے بارے استفہامیہ انداز میں بیان کیا ہے کہ اس بارے کوئی متعین نہیں ہے کہ خود کتنا استعمال کرے اور صدقہ کتنا کرے۔

باب الزيارة يوم النحر، رقم: 1733 لا کر دسویں ذوالحجہ کو طواف زیارت کا بیان کیا ہے۔

باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، رقم: 1757 - 1765 باندھ کر یہ واضح کیا ہے کہ طواف زیارت کر لینے کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے تو طواف وداع اس سے ساقط ہو جائے گا۔

باب الإدلاج من المحصب، رقم: 1771 - 1772 لا کر یہ واضح کیا ہے کہ وادی محصب سے رات کے آخری حصہ میں (واپسی) روانہ ہو سکتے ہیں۔

أبواب العمرة، باب العمرة ليلة الحصبة وغيرها، رقم: 1783 لا کر واضح کیا ہے کہ محصب کی رات یا اس کے علاوہ کسی وقت عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی عمرے کے احکام کے تحت باب الاعتمار بعد الحج بغير هدي، رقم: 1786 باندھ کر یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ حج کے بعد قربانی کے بغیر عمرہ کرنا جائز ہے۔ اس سے اگلے باب أجر العمرة على قدر النصب، رقم: 1787 میں یہ بیان کیا ہے کہ عمرے کا ثواب بقدر مشقت ہے۔

اس سے اگلے باب المعتمر إذا طاف طواف العمرة ثم خرج، هل يجزئه من طواف الوداع؟ رقم: 1788 میں استفہامیہ انداز میں باب باندھ کر یہ رجحان ظاہر فرمایا کہ عمرہ کرنے والا جب طواف کر کے واپس چلا آئے تو طواف

وداع سے کفایت کر جائے گا۔

کتاب الجہاد میں باب الخروج آخر الشهر، رقم: 2952 لا کر یہ مسئلہ اخذ کیا کہ مہینے کے آخری دنوں میں سفر کے لیے نکلنا جائز ہے۔

کتاب الجہاد میں ہی باب إرداف المرأة خلف أخيها، رقم: 2984 باندھ کر ثابت کیا کہ عورت اپنے بھائی کے پیچھے سواری پر سوار ہو سکتی ہے۔

کتاب المغازی میں باب حجة الوداع، رقم: 4395، 4401، 4408 لا کر ''حجۃ الوداع'' کا تذکرہ فرمایا ہے۔

کتاب الطلاق میں باب قول الله تعالى: ﴿ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن﴾ [البقرة: 228] من الحيض والحمل، رقم: 5329 لا کر بیان کیا کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ صاف صاف بتا دیں کہ انہیں حیض آتا ہے یا حمل سے ہیں۔

کتاب الاضاحی کے تحت باب الأضحية للمسافر والنساء، رقم: 5548 باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔

اسی کتاب کے تحت باب من ذبح ضحية غيره، رقم: 5559 باندھ کر واضح کیا کہ جس نے کسی دوسرے کی طرف سے قربانی ذبح کی، جائز ہے۔

کتاب الادب میں باب قول النبي ﷺ: «تربت يمينك» و «عقرى، حلقى»، رقم: 6157 لا کر مذکورہ کلمات کے جواز کو بیان کیا ہے۔

کتاب التمنی میں باب قول النبي ﷺ: «لو استقبلت من أمري ما استدبرت»، رقم: 7229 میں لفظ ''لَوْ'' کے استعمال کا جواز بیان فرمایا ہے۔

تیسری مثال:

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے چونتیس (34) مقامات پر ذکر فرمائی ہے۔

کتاب الصلاۃ میں باب ما يذكر في الفخذ، رقم: 371 ذکر کر کے ران کے ستر اور عدم ستر کے دلائل ذکر کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ ران کو ستر میں شامل کیا جائے۔

کتاب الاذان میں باب ما يحقن بالأذان من الدماء، رقم: 610 باندھ کر واضح کیا کہ جس بستی سے اذان کی آواز آرہی ہو تو وہاں خوں ریزی سے رک جانا چاہیے۔

ابواب صلاۃ الخوف کے تحت باب التكبير والغلس بالصبح والصلاة عند الإغارة والحرب، رقم: 947 میں بوقت جنگ اللہ اکبر کہنے کے اثبات، نماز فجر اندھیرے میں پڑھنا، نیز غارت گری اور جنگ کے وقت نماز ادا کرنے کا ذکر کیا ہے۔

کتاب البیوع میں باب بيع العبد والحيوان بالحيوان نسيئة، رقم: 2228 لا کر بیان کیا ہے کہ غلام کو غلام کے بدلے اور جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا جائز ہے۔

باب هل يسافر بالجارية قبل أن يستبرئها؟ رقم: 2235 لا کر استفہامیہ انداز میں بیان کیا ہے کہ آقا اپنی لونڈی کو استبرائے رحم سے قبل سفر میں لے جاسکتا ہے۔

کتاب الجہاد میں باب فضل الخدمة في الغزو، رقم: 2889 باندھ کر

جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔

کتاب الجہاد میں ہی باب من غزا بصبي للخدمة، رقم: 2893 لا کر ثابت کیا ہے کہ میدان جنگ میں خدمت کے لیے بچوں کو لے جانا جائز ہے۔

کتاب الجہاد کے تحت ہی باب دعا النبي إلى الإسلام والنبوة، وأن لا يتخذ بعضهم بعضا أربابا من دون الله، رقم: 2943، 2944، 2945 میں لا کر یہ واضح کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں بھی پہلے اسلام اور نبوت کی دعوت دیا کرتے تھے۔

کتاب الجہاد کے باب التكبير عند الحرب، رقم: 2991 میں ثابت کیا کہ بوقت جنگ نعرۂ تکبیر بلند کرنا جائز ہے۔

کتاب الجہاد میں ہی باب ما يقول إذا رجع من الغزو؟ رقم: 3085، 3086 میں یہ بیان کیا ہے کہ جب سفر جہاد سے واپس لوٹے تو کیا دعا پڑھے؟

کتاب احادیث الانبیاء میں باب: 10، رقم: 3367 میں لا کر جناب ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا۔

کتاب المناقب میں باب: 28، رقم: 3647 لا کر علامت نبوت کو ثابت کیا ہے۔

کتاب المغازی میں باب: أحد جبل يحبنا ونحبه، رقم: 4083، 4084 لا کر جبل احد کی فضیلت کو نمایاں کیا ہے۔

کتاب المغازی میں ہی باب غزوة خيبر، رقم: 4197، 4198، 4199، 4200، 4201، 4211، 4212، 4213 لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ خیبر کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

کتاب النکاح کے تحت باب اتخاذ السراري، ومن أعتق جارية ثم تزوجها، رقم: 5085 لا کر لونڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کے جواز کا مسئلہ اخذ کیا ہے۔

کتاب النکاح میں ہی باب البناء في السفر، رقم: 5159 لا کر دوران سفر شب زفاف کو ثابت کیا ہے۔

کتاب النکاح میں باب الوليمة ولو بشاة، رقم: 5169 میں ولیمہ کا اثبات کیا ہے۔

کتاب الاطعمۃ میں باب الخبز المرقق والأكل على الخوان والسفرة، رقم: 5387 لا کر دستر خوان پر کھانا تناول کرنے کا جواز بیان فرمایا ہے۔

کتاب الاطعمۃ میں ہی باب الحيس، رقم: 5425 باندھ کر ”حیس“ کا ذکر کیا ہے۔ ”حیس“ ایک قسم کا حلوہ ہے جو کھجور اور پنیر میں گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔

کتاب الذبائح میں باب لحوم الحمر الإنسية، رقم: 5528 باندھ کر گھریلو گدھوں کے گوشت کی حرمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

کتاب اللباس میں باب إرداف المرأة خلف الرجل ذا محرم، رقم: 5968 باندھ کر ثابت کیا ہے کہ سواری پر عورت اپنے محرم مرد کے پیچھے بیٹھ سکتی ہے۔

کتاب الادب میں باب قول الرجل: جعلني الله فداك، رقم: 6185 لا کر یہ واضح کیا ہے کہ کسی آدمی کو دوسرا یہ الفاظ ”اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے“ کہہ سکتا ہے۔

کتاب الدعوات میں باب التعوذ من غلبة الرجال، رقم: 6363 لا کر یہ ثابت کیا ہے کہ لوگوں کے غلبے سے اللہ کی پناہ مانگنا جائز ہے۔

انہی تین مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔(16) قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتنے سارے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ یہ فقہی بصیرت آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ آپ کی کتاب نہ صرف صحیح احادیث مبارکہ کا مجموعہ ہے بلکہ "فقہ الحدیث" کا علمی شاہکار ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دور کے تمام علوم پر مہارت حاصل تھی۔ علم لغت، علم حدیث، علم تفسیر، علم اسماء الرجال، معرفت علل الحدیث، علم نحو وصَرف اور علم فقہ وغیرہ پر انہیں کامل دسترس تھی۔ اپنے دور کے فقہی مسالک اور اعتقادی مذاہب پر ان کی مکمل نگاہ تھی۔ امام صاحب نے جہاں ایک حدیث سے بیسیوں احکام ومسائل کا استخراج کیا ہے، وہاں پر وہ مروجہ باطل افکار و نظریات اور فاسد اعتقادات کارد بھی کرتے ہیں اور "قال بعض الناس" کہہ کر بعض فقہی مسالک پر تعریض وتنبیہ بھی کرتے ہیں۔ وہ ایک بیدار مغز محدث و مجتہد تھے جنہوں نے "الجامع الصحیح" لکھ کر امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

آج طرح طرح کے لوگ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح بخاری پر سطحی قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ جاہل ونادان قسم کے ناقدین صحیح بخاری پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ اعتراضات وایرادات کرکے اپنی حماقت وجہالت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ امام بخاری اور "الجامع الصحیح" کی شان میں اس سے ان شاء اللہ کوئی کمی نہیں آتی، بلکہ امام موصوف اور صحیح بخاری کی مدافعت میں اللہ تعالیٰ ہر

---

(16) بندہ ناچیز کی کتاب "أنوار القلوب للقاري بفوائد صحيح البخاري" میں ہر حدیث پر ایک فصل میں "فقہ الامام البخاری والمحدثین" کو مرتب کیا گیا ہے۔ (الحسینوی)

دور میں اصحاب حق کو پیدا کر دیتا ہے جو صحیح بخاری کے دفاع کا حق ادا کرتے ہیں۔ اس طرح ہر دور میں اس کتاب کی کسی نہ کسی انداز میں خدمت ہو جاتی ہے اور اس سے اس کی رفعت شان اور زیادہ بڑھتی ہے۔

مقدمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت اور ژرف نگاہی کے بارے کلام طویل ہو گئی۔ آمدم بر سر مطلب! قارئین کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے، اس کے معرض وجود میں آنے کا باعث یوں ہوا کہ راقم نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں ایم فل کی ڈگری "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سماجی افکار واستنباطات" کے موضوع پر کی تو اسی دوران امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم ابواب گہرائی سے دیکھنے کی فرصت نصیب ہوئی۔ ویسے الحمد للہ چار پانچ سالوں سے مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان میں "صحیح البخاری" کی تدریس کے مواقع بھی میسر ہو رہے ہیں۔ وللہ الحمد والمنة على ذلك.

ایم فل کے مقالہ کے پہلے دو باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور صحیح بخاری کے تعارف پر مشتمل ہیں۔ راقم نے سوچا کہ پہلے دو ابواب کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت وخدمات کے باب کا اضافہ کرکے ایک الگ سے کتاب بعنوان "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی فقہی بصیرت" مرتب کر دی جائے تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ اس عزم کو حقیقت کا لبادہ اوڑھانے کے لیے یہ حقیر سی کاوش کی گئی ہے، جو آج الحمد للہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کاوش میں میری کوئی قابلیت وکمال نہیں، بلکہ میرے اساتذہ وشیوخ کی محنت، والدین کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق کا ثمرہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی استنباطات واستخراجات ان کے تراجم وابواب میں موجود ہیں۔ تراجم ابواب پر اصحاب علم وفضل نے کافی کام کیا ہے۔ اس کی

تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔ بعض اہل علم نے اس عنوان کو زیر بحث لایا ہے۔ اس موضوع پر عربی زبان میں ڈاکٹر عبد المجید ہاشم کی کتاب ''الإمام البخاري محدثا وفقيها'' بھی لائق مطالعہ ہے۔ اردو زبان میں جزوی طور پر علمائے اہل حدیث کی کتب میں اس پر گفتگو کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا عبد السلام مبارکپوری کی سیرۃ البخاری میں مستقل ایک باب ''فقہ البخاری'' کے عنوان سے موجود ہے۔ لائق مصنف نے ''سیرت البخاری'' کے نویں باب میں تفصیل کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت وذکاوت، دقیقہ سنجی اور دقت نظری واضح فرمائی ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹر حافظ مولانا عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ اگرچہ راقم اس مقالہ سے استفادہ نہیں کر سکا، لیکن ہمارے شیخ مولانا محمد رفیق اثری صاحب اس کا ذکر خیر فرما رہے تھے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دوں مولانا عبد السلام مبارکپوری کی کتاب ''سیرۃ البخاری'' سے راقم نے بہت خوشہ چینی کی ہے۔ اس کتاب کے پہلے دو ابواب خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں اکثر مقامات پر ''سیرت البخاری'' اور اس کی تخریج و تحقیق از ڈاکٹر عبد العلیم بستوی سے استفادہ کیا ہے۔ قارئین کرام اس کتاب میں جابجا ''سیرۃ البخاری'' کے حوالہ جات ملاحظہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبد السلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ پر کروڑوں رحمتوں کی برکھا برسائے جنہوں نے دل آویز انداز سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کو مرتب کیا ہے۔ ان کی کتاب اردو زبان میں ہر محقق کا مرجع ٹھہری ہے۔ وللہ الحمد۔

اس تحقیق کا مقصد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و فقہی خدمات نمایاں کرنا ہے۔ اس ناقص تحقیق میں صحیح بخاری کے بعض مقامات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں بیانیہ طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کے ابواب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

باب اول: اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اس باب کے تحت تین فصلیں اور ان کی ذیلی مباحث قائم کی گئی ہیں۔

پہلی فصل میں احوال زندگی، دوسری فصل میں علمی رحلات اور خدمات اور تیسری فصل میں امام صاحب کے شمائل وعادات، اصحاب علم کے تاثرات اور سفر آخرت کا بیان ہے۔

باب دوم میں صحیح بخاری کا تعارف ہے۔ اس کی بھی تین فصلیں اور ان کی ذیلی مباحث ہیں۔ پہلی فصل میں امام صاحب کی "الجامع الصحیح" کے بارے ابتدائی معلومات درج ہیں۔ دوسری فصل میں تعداد روایات، نسخ اور ترتیب بخاری پر بحث ہے۔ اور تیسری فصل میں شروط، اصحیت اور شروحات بخاری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

باب سوم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کی پہلی فصل میں تراجم بخاری پر بحث ہے۔ دوسری فصل میں مقاصد اور اغراض تراجم بیان کیے گئے ہیں اور آخری فصل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی منہج اور اجتہادی اختیارات کا دلآویز تذکرہ ہے۔

آخر میں خاتمہ بحث اور مصادر ومراجع بیان کر دیے گئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور فقہی خدمات و فقہی بصیرت وذکاوت پر مواد حاضر خدمت ہے۔ اس مواد میں کوئی لغزش یا کوتاہی نظر آئے تو اسے میری ناقص علمی، کم مائیگی اور بے بضاعتی پر محمول کیا جائے۔ اور اگر کوئی خوبی نظر آئے تو اسے خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور خاص اس کی توفیق واحسان تصور کیا جائے۔

در حقیقت یہ کتاب محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق واحسان عظیم سے ہی معرض وجود میں آئی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اپنی کلام ختم کرنے سے قبل میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں کہ جس نے اس ناچیز کو دوبارہ صحت وعافیت ایسی نعمت عظمیٰ سے نوازا اور چند کلمات تحریر کرنے کی توفیق بخشی۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان «لا يشكر الله من لا يشكر الناس» (17) ''جو شخص لوگوں کو شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔'' کی پیروی کرتے ہوئے میں برادرم محترم مولانا محمد ابراہیم بن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ کا سپاس گزار ہوں کہ جنہوں نے اپنے قیمتی لمحات میں سے وقت نکال کر اس کتاب کی مراجعت کی۔ اللہ تعالیٰ برادرم موصوف کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور جو انہوں نے حدیث رسول کی خدمت کا عزم کر رکھا ہے، اسے پائے تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ اس دور فتن میں قرآن وسنت کی خدمت بہت بڑی سعادت مندی ہے۔

اسی طرح میں استاد گرامی شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری صاحب حفظہ اللہ کا بھی بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود کتاب پر تقدیم لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی کی۔ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں صحت وسلامتی سے نوازے۔ آمین

---

(17) أبو داود، سليمان بن أشعث السجستاني (275 هـ)، إمام، السنن، ط: دار الحديث، حمص، شام، 1388 هـ، 157/5، ح: 4811- والترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى (279 هـ)، إمام، الجامع، ط: مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، 1398 هـ، 339/4، ح: 1954-

جناب پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پر حوصلہ افزا تقریظ رقم کی ہے۔

میں اپنے تمام اساتذہ کرام اور دوست احباب کا بھی بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھے اپنی خاص دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ فجزاهم الله عني خير الجزاء

اسی طرح اپنی والدہ محترمہ کا ذکر خیر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی دعائیں ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وسلامتی والی زندگی عطا فرمائے۔

اپنی رفیقہ حیات کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے عُسر ویُسر میں میرا ساتھ دیا اور میری خدمت کو اپنا فریضہ سمجھا۔

آخر میں برادرم عزیزم محمد زبیر شیخ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کو کمپوزنگ کے مشکل مراحل سے گزار کر اسے تکمیل کی منزل تک پہنچایا۔

بارگاہ الٰہی میں عاجزانہ التجا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اپنے دین حنیف کا ہمیشہ کام لیتا رہے۔ آمین

قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مجھے، میرے والدین، میرے شیوخ کرام اور میرے اہل خانہ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

وصلى الله تعالى على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه وسلم

کتبہ

ریاض احمد عاقب اثری دنیاپوری

18 اپریل 2018ء

باب اول:

تعارف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فصل اول: احوال زیست

مبحث اول: ابتدائی حالات وخاندانی پس منظر کی سرگزشت

مبحث دوم: تعلیم وتربیت

مبحث سوم: بے مثال قوت حافظہ اور یادداشت

فصل دوم: علمی رِحلات وخدمات

مبحث اول: علمی اسفار ورحلات وشیوخ کرام

مبحث دوم: تلامذہ وافادات

مبحث سوم: تالیفات وتصنیفات

فصل سوم: شمائل وفضائل وتاثرات

مبحث اول: اخلاق وعادات

مبحث دوم: اصحاب علم وفضل شیوخ ومعاصرین کے تاثرات

مبحث سوم: مسئلہ خلق قرآن اور سفر آخرت

باب اول: تعارف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فصل اول: احوال زیست

دین اسلام دین فطرت ہے۔ اس دین فطرت کی آبیاری کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم السلام کا پاکیزہ سلسلہ قائم کیا۔ ان جلیل القدر، عالی مرتبت نبیوں ورسولوں علیہم السلام کو وحی وحکمت سے نوازا۔ اس وحی الٰہی وحکمت ربانی کے ذریعہ ہر رسول علیہ السلام نے اپنی قوم کی رشد وہدایت میں اہم کردار ادا کیا۔

انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے سلسلہ ذہبیہ کی آخری کڑی ہمارے محبوب پیغمبر، محسن انسانیت، انسان کامل، رحمت مجسم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس خاتم الرسل، ہادی السبل رسول علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت کا نزول فرمایا، فرمان ربانی ہے:

﴿ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ [النساء:4 : 113]

”اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔“ (18)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب وحکمت نازل کی، کتاب سے مراد قرآن مقدس اور حکمت سے مراد سنت ہے۔

---

(18) جوناگڑھی، محمد، مولانا، ترجمۃ القرآن مع تفسیر احسن البیان، از حافظ صلاح الدین یوسف، ناشر: مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ، سعودیہ، ص 254۔

امام شافعی (150ھ۔204ھ) نے مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے بعد فرمایا:

" فذكر الله الكتاب ، وهو القرآن ، وذكر الحكمة ، فسمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول : الحكمة : سنة رسول الله وهذا يشبه ماقال ، والله اعلم " (19)

"اللہ تعالیٰ نے کتاب کا ذکر کیا اور وہ قرآن ہے، اور حکمت کا ذکر کیا ہے، میں نے قرآن مقدس کے جاننے والے پسندیدہ حضرات سے سُنا ہے جو فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ یہ قول اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے۔ واللہ اعلم۔"

قرآن مجید فرقان حمید میں جہاں بھی کتاب وحکمت اکٹھا وارد ہوا ہے وہاں حکمت سے مراد سنت ہوگا۔

امام قتادہ (60ھ ۔ 118ھ) (20) نے ﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي

---

(19) شافعی ، محمد بن ادریس ، ابی عبد الله امام ، الرساله ، تحقیق : شیخ خالد العلمی وشیخ زهیر شفیق الکبی ، ناشر : دار الکتاب العربی بیروت لبنان ، 1439ھ / 2008م ، ص 87۔

(20) قتادہ بن دعامہ، ابو خطاب، سدوسی بصری، 69ھ کو پیدا ہوئے اور 118ھ کو فوت ہوئے اپنے دور کے بلند پایہ مفسر عظیم محدث اور حافظ حدیث تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

مِزی ، جمال الدین ابی الحجاج یوسف (742ھ) حافظ، تهذیب الکمال فی اسماء الرجال ، ناشر : مؤسسة الرساله ، بیروت لبنان ، تحقیق : دکتور بشار عواد معروف ، 1403 ھ ، 23 / 498 ۔ 517۔ وذهبی ، ⇦

⇦ ابی عبد الله شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (673 ھ / 748 ھ)

بُیُوتِکُنَّ مِنۡ آیَاتِ اللّٰهِ وَالۡحِکۡمَةِ﴾ [الاحزاب: 33 : 34] کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ آیات اللہ سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت نبوی ہے۔ (21)

مولانا مفتی محمد شفیع (1897ء / 1976ء) رقمطراز ہیں:

"یعنی ﴿ وَأَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ ﴾ میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بھی داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حکمت جو نام ہے آنحضرت ﷺ کی سنت اور تعلیمات کا، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں، اس لیے داخل قرآن نہیں، اور معانی اس کے اور قرآن کے دونوں اللہ ہی کی جانب سے ہیں اس لیے دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس سے اُس کلام کی حقیقت معلوم ہو گئی جو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: متلو (جو تلاوت کی جاتے ہے) اور غیر متلو (جو تلاوت نہیں کی جاتی) وحی متلو قرآن کا نام ہے جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی جانب سے ہیں، اور غیر متلو حدیث رسول ﷺ کا نام ہے، جن کے الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں اور معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔" (22)

دینی امور میں رسول اکرم ﷺ اپنی خواہشات سے نہیں بولتے تھے بلکہ

حافظ، سیر اعلام النبلاء ، ناشر مؤسسه الرساله بیروت لبنان ، 1402 ھ 5 / 269 ـ 283

(21) بخاری ، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل (256ھ)امام ، الجامع الصحیح مع فتح الباری از حافظ ابن حجر العسقلانی ، ناشر ، قدیمی کتب خانه کراچی پاکستان ، تاریخ ندارد، 8 / 667۔

(22) مفتی، شفیع، محمد، مولانا، معارف القرآن، ناشر: ادارہ المعارف کراچی پاکستان، 1433ھ / 2012ء، 2 / 543 - 544۔

وحی الٰہی کے ذریعہ دینی مسائل کی راہنمائی فرماتے تھے۔ فرمان تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى . إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ﴾ [النجم: 53 : 3 ـ 4]

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔" (23)

اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر :15 : 9]

"ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" (24)

اللہ رب العزت نے قرآن مقدس کو دست برد زمانہ اور تغیّر وتبدّل اور تحریف سے محفوظ رکھا۔ صدیاں بیت چکیں آج بھی قران حکیم اپنی اصل حالت پر برقرار ہے یہ قرآن کی صداقت وحقانیت کی روشن دلیل ہے۔

اللہ عزوجل نے یہاں "الذکر" کا لفظ بولا ہے جو قرآن کے ساتھ ساتھ رسول کریم علیہ السلام کی سیرت کے تابندہ نقوش اور آپ ﷺ کے فرمودات عالیہ کو بھی شامل ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول کو ذکر سے تعبیر فرمایا ہے:

﴿ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا . رَسُولًا يَتْلُو ﴾ [الطلاق: 65 : 10]

---

(23) جوناگڑھی، ترجمۃ القرآن مع تفسیر احسن البیان، ص 1491۔

(24) جوناگڑھی، ترجمۃ القرآن مع تفسیر احسن البیان، ص 712۔

" یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری ہے (یعنی) رسول۔" (25)

قرآن کے تحفظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تفسیر و تشریح کو بھی محفوظ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے فحول علمائے کرام اور محدثین عظام پیدا کیے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ حدیث رسول امین کو حفظ وضبط کرنے اور جمع و تدوین کرنے میں کھپا دیا۔ حدیث رسول کے اخذ و تحمل کے قواعد وضوابط مقرر کیے ۔ ناقلین حدیث کے صدق وکذب کو جانچنے کے اصول واصطلاحات وضع کیں۔ محدثین کرام اور نقادِ فن علمائے عظام کے تفحص و تحقیق اور حزم واحتیاط سے آج رسول مکرم ﷺ کی تمام زندگی کے خوشگوار واقعات محفوظ ومامون ہیں۔ عہد نبویؐ سے ہی حفاظت حدیث کا آغاز ہو چکا تھا۔ (26)

کم از کم پچاس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث پر مشتمل صحائف کو حیطہ تحریر لا کر محفوظ کیا۔ اڑھائی سو سے زائد تابعین عظام نے احادیث کی جمع آوری میں مخلصانہ کاوشیں کیں۔ تبع تابعین میں تو خدمت حدیث اور جمع و تدوین حدیث میں مشغول اصحاب علم وفضل کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ ان کے سیکڑوں مجموعے " جامع، مسند، سنن، مصنف، مستدرک، مستخرج، علل اور معجم" کے نام سے منصّہ شہود پر آچکے ہیں۔ (27)

---

(25) جونا گڑھی، ترجمۃ القرآن مع تفسیر احسن البیان، ص1595۔

(26) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاول پور، ناشر: بیکن بکس، لاہور پاکستان، 2012ء، ص56۔73۔

(27) یہ حدیث میں تصنیف کی مختلف انواع واقسام ہیں ۔ متن میں مذکورہ کتب کی تعریف حسب ذیل ہے:

ان مجموعہ ہائے حدیث میں سے بہت سے ایسے بھی مجموعے ہیں، جو فقہی ترتیب پر تالیف کیے گئے۔ محدثین حضرات نے احادیث نبویہؐ سے مختلف مسائل واحکام کا استنباط واستخراج کیا، اس طرح فقہ الحدیث کا بہت بڑا ذخیرہ امت مسلمہ کے مطالعہ میں آگیا۔ ان مجموعوں میں ایک مجموعہ حدیث صحیح البخاری کے نام سے موسوم ہے۔

جامع: وہ کتاب ہے جس کا مؤلف عقائد، عبادات، معاملات، سیر، مناقب، رقاق، فتن اور احوال آخرت کے تمام ابواب اپنی کتاب میں جمع کرے جیسے: الجامع الصحیح للبخاری اور جامع الترمذی۔ ⇦

⇦ **مسند:** وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کی الگ الگ روایات جمع کی گئی ہوں۔ جیسے مسند احمد بن حنبل۔

سنن: سے مراد وہ کتب ہیں جو فقہی ابواب پر مرتب ہوں جیسے سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

مستدرک: سے مراد وہ کتاب ہے جس میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جو دوسری کتاب والے سے رہ گئی ہوں اور وہ اس کی شرط پر ہوں جیسے مستدرک حاکم۔

مستخرج: سے مراد وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی اسانید سے لکھا ہو لیکن وہ احادیث پہلے مؤلف کی سند سے نہ ہوں۔ جیسے مستخرج ابی نعیم اصفہانی۔

علل: سے مراد وہ کتب ہے جو معلول احادیث پر مشتمل ہو نیز ان کی علل کو بھی بیان کیا گیا ہو، جیسے علل ترمذی، علل دارقطنی۔

معجم: سے مراد وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر اپنے شیوخ کے ناموں پر مرتب کیا گیا ہو، جیسے معاجم طبرانی۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

طحان ، محمود ، ڈاکٹر، تیسیر مصطلح الحدیث ، ناشر : مکتبۃ البشری، کراچی پاکستان ، 1431ھ / 2010 ء ، ص: 147 -148

امت اسلامیہ کے اصحاب علم و فضل اور ارباب تحقیق و تدقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح البخاری سے بہتر اور مستند و معتمد کوئی اور مجموعہ حدیث نہیں ہے۔ تاریخ اسلام بلکہ انسانی تہذیب میں کسی مصنف کی تصنیف کو اتنی عزت و قبولیت حاصل نہیں ہوئی جو امام بخاری (194ھ / 256ھ) کی صحیح البخاری کے حصے میں آئی۔ اہل علم نے اسے "أصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا شرف و اعزاز بخشا۔

سولہ سال کی طویل جد وجہد، محنت، ریاضت اور محبت و عقیدت کے بعد امام صاحب نے وہ مجموعہ حدیث تیار کیا جو ایک ریاست، معاشرے، ادارے اور فرد کی جس قدر اعتقادی، فکری، سماجی و معاشرتی، معاشی، عائلی، تجارتی، آئینی، عدالتی اور سیاسی ضروریات و احتیاجات ہو سکتی ہیں، ان کی بہترین اسلوب و ترتیب سے نبوی راہنمائی کرتا ہے۔ تراجم ابواب سے امام موصوف نے استنباط مسائل کی ایسی طرح ڈالی کہ آنے والی نسلوں کو استخراج مسائل کے اسلوب و طرز سے آشنائی ملی۔ اس عظیم الشان مجموعہ حدیث کے مصنف اپنے دور کے بلند پایہ محدث، حافظ حدیث، ماہر علل حدیث، ژرف نگاہ فقیہ اور عمیق الفکر عالم دین تھے۔ آئندہ صفحات میں اس عظیم شخصیت کا تعارف کرایا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

مبحث اول: نام و نسب اور خاندانی پس منظر کی سرگزشت:

امام بخاری کا اصل نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ، والد گرامی کا نام اسماعیل، دادا کا نام ابراہیم، پڑدادے کا نام مغیرہ اور مغیرہ کے والد کا نام بردزبہ ہے۔ (28)

---

(28) بَرِدِزبَہ: ب مفتوح، راء ساکن، دال مکسور، زا ساکن اور ب مفتوح ہے۔ بردزبہ: فارسی زبان میں کاشت کار کو کہتے ہیں ابن ماکولا، امام ابو نصر علی بن هبة الله (422ھ / 475 ھ) الاکمال، ناشر: دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، 1411ھ، 1 / 259۔

مختصر سلسلہ نسب یوں ہے:

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری۔ (29)

اکثر تاریخ نویسوں اور تذکرہ نگاروں نے امام بخاری کے نسب نامہ کو بردزبہ تک بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

امام بخاری کے جد اعلیٰ بردزبہ کے احوال زندگی تاریخی کتب میں نہیں ملتے۔ ان کے بارے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ فارسی النسل تھے اور اپنا قومی مذہب رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر (773-852ھ) لکھتے ہیں:

"كان بردزبه فارسياً على دين قومه" (30)

"امام بخاری کے جد اعلیٰ بردزبہ فارسی تھے اور اپنی قوم کے دین پر قائم تھے"۔

امام صاحب کے جد امجد مغیرہ اس خاندان کے پہلے فرد تھے جو حلقہ بگوش

---

(29) ابن عدی ، ابو احمد ، عبد اللہ بن عدی جرجانی (277 ھ / 365 ھ) امام، الکامل فی ضعفاء الرجال ، ناشر : دار الفکر بیروت لبنان ، تحقیق یحیی بن مختار غزاوی ، 1409 ھ / 1988م ، 1 / 140۔ وخطیب بغدادی ،ابوبکر احمد بن علی (393 ھ / 463 ھ) امام، تاریخ بغداد ، ناشر : دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان ، 2 / 5 - 6۔ وابن حجر، احمد بن علی عسقلانی (773ھ / 852 ھ) حافظ، ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ،ناشر : قدیمی کتب خانہ کراچی ، ص 663

(30) ابن حجر ،مقدمہ فتح الباری ، ص 663۔

اسلام ہوئے اور وہ بخارا آبسے تھے۔ اس دور کا دستور تھا کہ جو انسان کسی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتا وہ اسی کی طرف منسوب ہو جاتا تھا۔ مغیرہ چونکہ حاکم بخارا یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ جعفی مشہور ہو گئے۔ یہ نسبت نسبی اعتبار سے نہیں بلکہ نسبت ولاء کے لحاظ سے ہے۔(31)

یہ نسبت نسل در نسل امام بخاری تک پہنچی اسی وجہ سے امام بخاری کو لوگ جعفی کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر (773 / 852ھ) رقمطراز ہیں:

" فنسب إليه " الجعفی " نسبة ولاء عملا بمذهب من يرى أن من

---

(31) **ولاء:** عربی زبان میں ولاء کے کئی معانی ہیں، ولاء سے مراد، دوستی، محبت، وفاداری، اطاعت وغیرہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں:

ابن فارس، ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا (395 ھ) امام ، معجم مقاییس اللغه ، تحقیق عبد السلام ، ناشر : دار الجیل بیروت لبنان ، 1411 ھ / 1991 م ، 6 / 141۔

نسبت ولاء کو ولاءِ اسلام کہتے ہیں، یہ غلامی کی نسبت ہرگز نہیں ہے، بلکہ کسی کے ہاتھ پر اسلام لانے کی وجہ سے نسبت ہے۔ حافظ ابن صلاح (577ھ / 643ھ) لکھتے ہیں:

" بعض پر مولی کا اطلاق ہوا ہے اور اس سے مراد ولاء اسلام ہے۔ ان میں امام بخاری جعفی بھی ہیں جو جعفیوں کی ولاء کی طرف منسوب تھے، کیونکہ ان کے دادا جو مجوسی المذہب تھے وہ یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اسی وجہ سے جعفی کہلائے۔

ابن صلاح ، ابوعمر ، عثمان بن عبد الرحمن شهرزوری (577 ھ / 743 ھ) حافظ، علوم الحدیث ، ناشر : دار الفکر المعاصر بیروت لبنان ، 1433 ھ / 2012 م ، ص 9۔

أسلم علی ید شخص کا ن له ولاءه و إنما قیل له الجعفی لذلك " (32)

" جعفی کی نسبت "ولاء" کے طور پر آپ کی طرف کی گئی ہے اس شخص کے طریقہ پر عمل پیرا ہو کر جس کی رائے ہے کہ جو کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو گا اس کی ولاء اسی کے لیے ہو گی۔ آپ کو بھی "ولاء" کی وجہ سے جعفی کہا جاتا ہے۔"

لہٰذا اس نسبت کو نسبت غلامی کا تصور کرنا کسی صورت بھی درست وروا نہیں ہے۔ امام بخاری کا خاندان ہمیشہ سے آزاد چلا آرہا ہے وہ غلامی کے داغ و دھبہ سے کبھی بھی ملوث نہیں ہوا۔

امام بخاری کے دادا ابراہیم کے حالات زندگی کتبِ رجال میں دستیاب نہیں ہیں البتہ امام صاحب کے والد گرامی اسماعیل بن ابراہیم کا ذکر خیر کتب متداولہ میں مختصر طور پر ملتا ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم تقویٰ شعار عالم دین اور بلند پایہ محدث تھے۔ انہیں طبقہ رابعہ کے معتبر محدثین میں شمار کیا جاتا ہے محدث اسماعیل بن ابراہیم کی ثقافت اور علو مرتبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے امام دار الہجرہ مالک بن انس اور حماد بن زید ایسے اعاظم رجال اور کبار محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے اور دیگر اعیان زمانہ سے احادیث مبارکہ اخذ کیں۔ امام عبد اللہ بن مبارک سے شرفِ ملاقات حاصل ہوئی نیز اہل عراق نے ان سے اکثر احادیث روایت کی ہیں۔

---

(32) ابن حجر ، احمد بن علی عسقلانی ، حافظ، هدی الساری مقدمه فتح الباری، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی ، ناشر : دار المعرفة بیروت لبنان ، 1379ھ ، ص 501۔

حافظ ابن حبان (354ھ) لکھتے ہیں:

" إسماعيل بن إبراهيم والد البخاری يروی عن حماد بن زيد ومالك وروى عنه العراقيون "

"امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید اور مالک بن انس سے روایت حاصل کی ہے اور ان سے عراقی علمائے کرام نے حدیث کی روایت بیان کرتے ہیں۔" (33)

امام بخاری (194 - 256ھ) نے بذات خود اپنے والد کے بارے میں کتاب "التاریخ الکبیر" میں لکھا ہے کہ انہوں نے امام مالک اور حماد بن زید سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ (34)

امام بخاری کے والد گرامی کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔ البتہ کتب میں اتنا مذکور ہے کہ امام بخاری کی صغر سنی میں ہی ان کے والد وفات پا گئے تھے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر اور ابن ناصر الدین وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ (35)

---

(33) ابن حبان ، ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی بستی (354ھ) امام ، کتاب الثقات ، تحقیق سید شرف الدین ،ناشر:دار الفکر بیروت ، 1395ھ / 1975 م ، 8 / 98۔

(34) بخاری ، محمد بن اسماعیل (194 ھ / 256ھ) امام، التاریخ الکبیر ، ناشر: ط حیدرآباد دکن،الھند،1360ھ، 1/ 342 - 343۔

(35) ابن حجر ، حافظ ، مقدمہ فتح الباری ، ص 477۔ وابن ناصر الدین ، محمد بن عبد الله دمشقی (777ھ / 842ھ) حافظ، تحفۃ الاخباری بترجمة البخاری ، تحقیق محمد بن ناصر العجمی ، ناشر : دار البشائر الاسلامیہ ، بیروت 1413ھ ، ص 181۔

یہ امام بخاری کے نام و نسب اور خاندانی پس منظر کے حوالے سے مختصر معلومات تھیں جو ضبط تحریر کی گئیں۔ آئندہ صفحات میں امام بخاری کے ابتدائی حالات سے لے کر وفات تک کے احوال پیش کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

ولادت اور ابتدائی حالات:

زمین کا وہ خطہ جہاں امام بخاری متولد ہوئے، وہ خراسان کا مشہور شہر بخارا ہے۔ خطہ ماوراء النہر میں بخارا کی زرخیزی ضرب المثل ہے۔

یہ ایک قدیم اور وسیع و عریض عالی شان شہر ہے۔

علامہ یاقوت حموی (626ھ) لکھتے ہیں:

"بخارا میدانی علاقے میں قائم ایک شہر ہے جس کی اکثر عمارتیں آرائشی لکڑی سے بنائی گئی ہیں۔ اس میں بہترین محلات، باغات، تجارتی مراکز، ہموار راستے اور جا بجا محلے موجود ہیں۔"

وہ مزید لکھتے ہیں:

"بخارا ایک قدیم شہر ہے جو نہایت پُر فضا ہے اور باغات و پھل دار درختوں اور عمدہ میوجات سے آباد ہے۔ یہ شہر سب سے پہلے (55ھ) کو خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں فتح ہوا، بعد ازاں (87ھ) کو قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں مستقل طور پر مسلمانوں کے زیر نگین ہو گیا۔" (36)

---

(36) حموی ، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ (626 ھ) علامہ ، معجم البلدان ، تحقیق فرید عبد العزیز الجندی ، ناشر : دار الکتب العلمیة، 1410 ھ / 1990 م ، 1 / 419 ۔ 422۔ وابن خلکان ، شمس الدین احمد

اسلامی فتوحات سے قبل بخارا شہر سامانیہ حکومت کا دار سلطنت تھا۔ اسلامی فتوحات کے بعد سے لے کر عرصہ دراز تک اسلامی قلمرو میں داخل رہا تا آنکہ (1339ھ) میں روس نے اس پر قبضہ کرلیا۔ جہاد افغانستان میں روس کو شکست فاش اٹھانی پڑئی۔ روس کی شکست وریخت کے بعد جمہوریہ ازبکستان وجود میں آیا۔ آج کل بخارا کا تاریخی و ثقافتی شہر جمہوریہ ازبکستان میں واقع ہے۔

اسی سر سبز و شاداب شہر میں محدث اسماعیل بن ابراہیم کے ہاں (13 شوال194ھ) کو بعد نماز جمعہ ایک آفتاب طلوع ہوا۔ (37)

جو آگے چل کر امام المحدثین، سید الفقہاء اور امیر المومنین فی الحدیث کے القاب سے معروف ہوئے۔

امام بخاری کی سن ولادت کے بارے ابو جعفر محمد بن ابو حاتم الوراق نقل کرتے ہیں:

"مجھے ابو عمرو المستنیر بن عتیق نے بتایا کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن

بن محمد (681 ھ) علامه، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، تحقیق: احسان عباس، ناشر: دار صادر بیروت لبنان، 1398ھ، 4 / 191۔

(37) ابن عدی، ابی احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی (277ھ / 365 ھ) امام، اسامی من روی عنهم البخاری، تحقیق بدر بن محمد العماش، ناشر: دار البخاری، مدینه منوره، سعودیه، 1415ھ، ص 60 ۔ وخطیب بغدادی، تاریخ بغداد،، 2 / 6 ۔ وابن ناصر الدین، تحفة الاخباری، ص 178 ۔ وابن حجر، حافظ، احمد بن علی عسقلانی (852ھ)، تغلیق التعلیق، تحقیق سعید عبد الرحمن موسی، ناشر المکتب الاسلامی، دار عمار بیروت، 1405 ھ، 5 / 385۔ ومزی، تهذیب الکمال 24 / 438

اسماعیل سے سوال کیا کہ آپ کی ولادت کب ہوئی؟ تو انہوں نے اپنے والد گرامی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک تحریر نکال کر مجھے دکھائی کہ "محمد کی ولادت بروز جمعہ تیرہ شوال 194ھ میں ہوئی۔"(38)

امام نووی (676ھ) لکھتے ہیں:

"اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ شوال کی تیرہ تاریخ تھی اور ہجری سال 194ھ تھا۔"(39)

پرورش و پرداخت:

امام بخاری ابھی صغر سنی میں تھے کہ ان کے والد محترم دنیا فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔ چنانچہ والد کی وفات کے بعد پرورش کی تمام تر ذمہ داری والدہ محترمہ

---

(38) ذهبي، ابي عبد الله شمس الدين محمد بن احمد (873 ھ / 748 ھ) امام، تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام ، تحقيق : دكتور عمر عبد السلام تدمرى ، ناشر : دار الكتاب العربى ، بيروت ، 1412 ھ ، ص 242۔ وابن ⇦ ⇦ ناصر الدين، تحفة الاخبارى ص 178 ۔ وابن حجر ، مقدمه فتح البارى ، ص 477 ۔ وابن حجر ، تغليق التعليق ، 5 / 388

نوٹ: حافظ خلیلی (367ھ۔446ھ) نے تاریخ پیدائش 12 شوال نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو:
خليلى ، خليل بن عبد الله (367 ھ / 446 ھ) حافظ ، الارشاد فى معرفة علماء الحديث ، تحقيق : دكتور محمد سعيد، ناشر : مكتبه الرشد، الرياض ، سعوديه ، 1409 ھ ، 3 / 959

(39) نووى، محى الدين ابو زكريا يحى بن شرف (676ھ) امام، ماتمس اليه حاجة القارى لصحيح الامام البخارى (مقدمة شرح البخارى) ، تحقيق : على حسن عبد الحميد ، دار الفكر عمان ، بدون تاريخ ، ص 23۔ وتهذيب الاسماء واللغات ، دار الكتب العلمية بيروت لبنان،1/67-68

کو اٹھانا پڑی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی صالحہ، عابدہ، پرہیز گار اور مستجابۃ الدعوات خاتون تھیں۔ وہ عجز وانکسار، عزم واستقلال اور بلند ہمتی سے متصف تھیں۔اس باکمال خاتون نے اپنے لختِ جگر کی پرورش وپرداخت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔

امام بخاری کی کم عمری میں بصارت زائل ہو گئی تھی۔ اطباء علاج سے عاجز آگئے تھے۔ لیکن آپ کی والدہ بڑی پُر یقین تھیں۔ وہ مسلسل رب کائنات سے دست بدعا رہتیں اور اپنے نورِ نظر کی بینائی واپسی کے لیے کثرت سے کیا کرتی تھیں۔ بالآخر اس زاہدہ وصالحہ خاتون کی بکثرت دعاؤں کی برکت سے امام بخاریؒ کی بصارت واپس لوٹ آئی۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ کو خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ملے اور فرمانے لگے:

" يا هذه ! قد رد الله على ابنك بصره بكثرة دعائك "

"اے خاتون! اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعاؤں کی کثرت کی وجہ سے تمہارے بیٹے کی بصارت واپس لوٹا دی ہے۔"

وہ کہتی ہیں، جب صبح روشن ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی میرے بیٹے محمد بن اسماعیل کی بینائی درست کر دی تھی۔(40)

امام بخاری ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔گھر کا ماحول تعلیم و تعلم

---

(40) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 392۔ وابن ناصر الدين ،تحفة الاخباری ، ص 179 ۔ وابن حجر ، مقدمه فتح الباری، ص 478 ۔ وابن حجر ، تغليق التعليق ، 5 / 388۔ ومزی ، تهذيب الكمال ، 24 / 445 ۔ وابن ابی یعلی ، ابو الحسين محمد بن ابی يعلى البغدادى (526 ھ) قاضی، حافظ، طبقات الحنابله، ناشر : دار المعرفة بيروت لبنان274/1۔

کا گہوارہ تھا۔ والد محترم چوں کہ محدث وعالم دین تھے۔ والدہ ماجدہ بھی اپنے جگر گوشہ کو عالم دین بنانے کی خواہش مند تھی۔ اسی لیے اپنے بیٹے کی عدم بصارت پر بڑی پریشان تھی اور کثرت سے رب تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتی تھیں۔ گویا کہ امام صاحب نے علم وادب کی آغوش میں پرورش وتربیت پائی۔

علامہ قسطلانی (851-923ھ) لکھتے ہیں:

"فقد ربی فی حجر العلم حتی ربا وارتضع ثدی الفضل فكان فطامه علی هذا اللب" (41)

" آپ نے علم کی گود میں پرورش پائی، یہاں تک کہ پلے بڑھے اور علم وفضل سے دودھ پیا اور اسی پر دودھ چھڑانا واقع ہوا۔"

علامہ موصوف کا یہ جملہ خاص علمی ماحول کی عکاسی کرتا ہے اسی علمی گہوارہ میں امام بخاری نے پرورش پائی۔ حتی کہ وہ بچپن میں ہی علم کے شیدا ہو گئے تھے۔

مبحث دوم: تعلیم وتربیت

جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزرا کہ امام بخاری نے جس گھر آنکھ کھولی، وہ خالص علمی تھا۔ والد گرامی محدث تھے، اگرچہ ان کی عمر نے وفا نہ کی وہ اپنے بیٹے کو یتیم چھوڑ کر فوت ہو گئے، والدہ نے اپنے فرزند ارجمند کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔

امام صاحب سنِ تمیز کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ہیں تو ان کو ایک معلم کے

---

(41) قسطلانی ، احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب المصری (851 ھ / 933ھ) علامه ، مقدمة القسطلانی ارشاد الساری ، ناشر مطبعة المنشی نولكشور كان پور هند ، 1284 ھ ، 1 / 27۔

پاس قرآن وحدیث کی تعلیم کے لیے بٹھا دیا جاتا ہے۔ امام ممدوح کی تعلیم و تعلم کے حصول میں ان کی والدہ کا خصوصی کردار تھا۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (777ھ۔842ھ) خامہ فرسا ہیں:

"محدث اسماعیل بن ابراہیم کی وفات کے بعد ان کے بیٹے محمد نے بحالت یتیمی اپنی ماں کی گود میں پرورش پائی۔ ان کی والدہ نے انہیں ایک معلم کے سپرد کر دیا حتی کہ ان کی عمر دس سال ہو گئی۔" (42)

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کی والدہ آپ کی تعلیم کے بارے بڑی متفکر تھیں۔ اسی لیے امام صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو انہیں تحصیل علم کا از خود شوق پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بچپن سے ہی بڑے ذہین و فطین تھے۔ چونکہ والد گرامی کا علمی ورثہ حدیث تھا اس لیے آغاز ہی سے وہ حفظ حدیث کی طرف راغب ہو گئے۔

امام بخاری کے وراق محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں:

"میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ طلبِ حدیث کا آغاز کیسے ہوا؟ امام صاحب نے فرمایا: "الھمت حفظ الحدیث وانا فی الکتاب" یعنی ابھی میں مکتب میں ہی تھا کہ مجھے حفظ حدیث کا شوق القا کیا گیا"۔ وراق نے پوچھا: اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ فرمایا: "دس برس یا اس سے کم۔" (43)

اس عمر کے بچے عموماً کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں لیکن امام

---

(42) ابن ناصر الدین ،تحفۃ الاخباری ، ص 180

(43) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 6۔ مِزّی ، تہذیب الکمال 24 / 439۔ ذھبی ، تاریخ الاسلام ، ص 239 ۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 393۔ ابن حجر ، مقدمہ فتح الباری ، ص 478

موصوف نے عنانِ شوق علم و تعلم کی طرف نصب رکھی۔ وہ دس، بارہ برس کی عمر میں علم حدیث پر کافی دسترس حاصل کر چکے تھے۔ آپ نے ابتدائی مکتب سے فراغت کے بعد دس گیارہ سال کی عمر میں محدثین کے حلقہ دروس میں جانا شروع کر دیا تھا۔اس سے آپ کے ذوق علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ علم کے حصول کے کتنے شوقین تھے۔

مبحث سوم: بے مثال قوت حافظہ اور یاداشت

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو غیر معمولی قوت حافظہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ وہ شوق علم کے ساتھ ساتھ حد درجہ ذہین تھے۔ آپ کا قوت حافظہ بے مثال تھا۔ آغاز طالب علمی میں ہی آپ کے قوت حافظہ اور ذہانت وفطانت کے بڑے چرچے تھے۔ آپ کے قوت حافظہ کے متعلق یہ مشہور تھا"جبل الحفظ" کہ وہ حفظ وضبط کے پہاڑ ہیں۔

تحصیل علم کے ابتدائی زمانہ میں ہی آپ کے اساتذہ کرام آپ کے قوت حافظہ کے بڑے معترف تھے۔ آپ کے محیر العقول حافظہ کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ جن میں چند حسب ذیل ہیں:

❁ وراق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

" محمد بن اسماعیل چھوٹی عمر میں ہی ابو حفص احمد بن حفص بخاری (44) کی مجلس میں آیا کرتے تھے۔ میں نے ابو حفص کو یہ کہتے ہوئے سُنا:

---

(44) علامہ ابو حفص، احمد بن حفص بخاری، (150ھ) کو پیدا ہوئے، اور (217ھ کو بخاری میں فوت ہوئے، ماوراء النہر کے فقیہ تھے، اور ابو حفص کبیر کے نام سے مشہور تھے، تفصیل دیکھیں: ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 1 /157

" هذا شاب كيس ، أرجو أن يكون له صيت وذكر "(45)

یہ نوجوان بڑا ذہین ہے مجھے امید ہے کہ اس کا بڑا شہرہ اور تذکرہ ہو گا۔"

امام داخلی اپنے عہد کے بلند پایہ محدث تھے۔ جو داخلہ بستی میں بڑی پُر رونق مسند پر فائز تھے۔ (46) ایک مرتبہ وہ حسب معمول درس حدیث میں مشغول تھے امام بخاری بھی درس میں حاضر تھے۔ امام داخلی نے ایک حدیث کی سندیوں پڑھی:

" سفيان عن ابى الزبير عن ابراهيم "امام بخاری نے عرض کیا:"إن أبا الزبير لم يرو عن ابراهيم "یعنی ابوزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی۔

امام صاحب کا مقصود یہ تھا کہ حدیث کی سند میں ابوزبیر نامی شخص ابراہیم کا شاگرد نہیں ہے۔ امام بخاری کا یہ کہنا تھا کہ امام داخلی نے انہیں ڈانٹ دیا۔ اس پر امام بخاری نے فرمایا: " اگر آپ کے پاس اصل نسخہ ہے تو آپ اس کی طرف مراجعت فرمایئے۔ چناچہ امام داخلی گھر تشریف لے گئے اور اصل نسخہ دیکھا اور فرمایا:" اے لڑکے !تونے کیسے کہا تھا؟ امام بخاری نے برجستہ فرمایا: صحیح سندیوں ہے

---

(45) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 /425

(46) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "اوپر ذکر کردہ الداخلی کو میں بالکل نہیں جانتا نہ ہی اس نسبت کو ابن سمعانی یا رشاطی نے ہی ذکر کیا ہے، میرا اپنا خیال ہے کہ یہ ایک نیشاپور کی بستی کا نام ہے جسے المدینہ الداخلیہ کہا جاتا ہے" ملاحظہ ہو: ابن حجر، تغلیق التعلیق، 387/5

قلت: امام داخلی سے مراد امام ابو حفص احمد بن حفص بخاری ہیں جیسا کہ ہمارے فاضل دوست مولانا سید انور شاہ راشدی نے اس پر تحقیقی کتاب "امام داخلی کون؟" مرتب کی ہے اور انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد ابو حفص احمد بن حفص بخاری ہی ہیں۔ کتاب لائق مطالعہ ہے۔

:" الزبير وهو ابن عدی عن ابراهيم "یعنی سفیان کے بعد زبیر بن عدی ہیں وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں۔"

اس پر امام داخلی نے قلم تھاما اور اپنی کتاب میں غلطی درست کی اور فرمایا:

"آپ نے سچ کہا ہے"

وراق بخاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جب آپ نے امام داخلی کی غلطی پکڑی تو اس وقت آپ کی کتنی عمر تھی؟ تو امام بخاری نے فرمایا: " گیارہ سال تھی۔" (47)

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں: (48)

"امام بخاری بچپن میں ہمارے ساتھ بصرہ کے شیوخ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن وہ لکھتے کچھ نہ تھے اس حالت میں کچھ ایام گزر گئے۔ تو ہم نے انہیں

---

(47) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 /7۔ ابن حجر، مقدمه فتح الباری، ص 478۔ ابن ناصر الدین ،تحفة الاخباری ، ص 181۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 393۔ مِزّی ، تهذیب الکمال 24 / 439 ۔ ابن جوزی ،⇦ ⇦ابو الفرج عبد الرحمن بن علی (597 ھ) علامه ، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ، ناشر : دار الکتب العلمیة بیروت ، 1413 ھ ۔ 12 / 115۔ سبکی، تاج الدین ، ابی النصر عبد الوهاب بن علی (771ھ) علامه ، طبقات الشافعیه ، تحقیق محمود محمد طناحی و عبد الفتاح الحلو ، ناشر: مطبعة عیسیٰ البابی الحلبی ، 1383 ھ ، 2 / 216

(48) حاشد بن اسماعیل بن عیسیٰ الغزال ،بلدہء شاش (تاشقند) کے عظیم محدث تھے، 261ھ میں فوت ہوگئے، تفصیل دیکھیں: ذهبی ، شمس الدین محمد بن احمد (673ھ / 748 ھ) حافظ ، تذکرة الحفاظ، طبعة دائرة المعارف العثمانیه، حیدر آباد دکن، هند، 1375 ھ، 2 / 564۔

سمجھانا شروع کیا کہ آپ ہمارے ساتھ آتے ہو اور کچھ لکھتے نہیں ہو اور تمہارا ایسا کرنا بے مقصد و فضول ہے۔ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے ہمیں فرمایا:

"تم لوگوں نے مجھے بہت ملامت کیا، اچھا تم نے جو لکھا ہے وہ پیش کرو ہم نے اپنی لکھی ہوئی کتب نکالیں تو ان میں 15 ہزار سے زائد احادیث تھیں امام بخاری نے اپنے حافظہ سے تمام احادیث زبانی پڑھ کر سنادیں یہاں تک ہم امام صاحب کے حافظہ سے اپنی کتب کی تصحیح کرنے لگے۔"(49)

امام بخاری کے اس خداداد حافظہ، ذکاوت اور کمال بصیرت کی وجہ سے آپ کے شیوخ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بعض شیوخ امام صاحب کے سامنے درس حدیث بیان کرنے میں تامل کرتے اور ان کے حلقہ درس میں پہنچ جانے سے مرعوب ہو جاتے تھے کہ مبادا محمد بن اسماعیل کے سامنے کوئی غلطی ہو جائے۔

بخارا کے ممتاز اور بلند پایہ محدثین میں ایک نام عظیم محدث محمد بن سلام بیکندی (225ھ) کا آتا ہے۔ جو اپنے دور کے امام فن محدث تھے۔(50) وہ فرماتے

---

(49) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 2 /14 - ابن جوزی، المنتظم، 12 / 116- ابن حجر، مقدمه فتح الباری ، ص 478- ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 12 / 408- ابن ناصر الدین ،تحفة الاخباری، ص 189- قاضی ابو یعلی، طبقات الحنابله، 1 / 276- ابن عساکر، ابی القاسم علی بن حسن دمشقی (499 ھ / 571 ھ) حافظ، تاریخ دمشق، نسخة مصورة، المکتبة المرکزیة جامعة ام القری، مکة المکرمة، 15 / 42-

(50) **محمد بن سلام بیکندی:** اپنے دور کے عظیم محدث وعالم دین تھے امام عبد اللہ بن مبارک اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد تھے۔ 225ھ، میں فوت ہوئے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

ہیں:

"جب محمد بن اسماعیل میرے حلقہ درس میں آتے ہیں تو میں متحیر ہو جاتا ہوں اور حدیث بیان کرنے میں مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں محمد بن اسماعیل کی موجودگی میں غلطی نہ کر جاؤں"۔(51)

اوائل عمری کے یہ تمام واقعات امام بخاری کی ذہانت و فطانت اور تبحّر علمی پر شاہد ہیں۔ ان واقعات کے علاوہ اور بے شمار تابناک تذکرے کتب تاریخ و سیر میں موجود ہیں۔ جو امام صاحب کی قوت حافظہ کو عیاں کرتے ہیں۔ ایسی جامع کمالات شخصیت دنیا میں خال خال پائی جاتی ہے۔

مِزّی ، تہذیب الکمال 25 / 343۔ ذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، 10 / 630۔ ذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، 2/ 422۔ خلیلی ، الارشاد ، 3 / 957۔ ابو حاتم ، عبد الرحمن بن ابی احاتم (240ھ / 327 ھ) امام ، الجرح والتعدیل ، مطبعة دائرۃ المعارف العثمانیہ ، حیدرا آباد دکن ، ھند ، 1371ھ ، 7 / 278۔ ابن حبان ، کتاب الثقات ، 9 / 75۔ کلا بازی ، ابو النصر احمد بن محمد (398 ھ) امام ، رجال صحیح البخاری ، تحقیق : عبد اللہ اللیثی ، دار المعرفة ، بیروت لبنان ، 1407 ھ ، 2 / 653۔ مسلم ، مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (261 ھ) امام ، الکنی والاسماء، تحقیق : عبد الرحیم محمد احمد، ناشر : جامعہ اسلامیہ ، مدینہ منورہ ، 1404 ھ ، 1/ 496۔

بیکندی: یہ بیکند کی طرف منسوب ہے، بخارا شہر سے پانچ فرسخ دور ایک بستی کا نام ہے، ملاحظہ ہو:
حموی ، معجم البلدان ، 1/ 533

(51) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 /24۔ مِزّی ، تہذیب الکمال 24 / 259۔ ابن حجر ، مقدمہ فتح الباری ، ص 483

ذہانت وذکاوت کے دیگر واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم امام صاحب کے ابتدائی تعلیم وتعلم کے مراحل کی طرف دوبارہ لوٹتے ہیں۔

امام ممدوح پندرہ سولہ سال کی عمر تک اپنے علاقہ کے ممتاز محدثین اور مرجع خلائق علمائے کرام سے تحصیل علم کرتے رہے۔ اس عمر میں وہ اپنی خداداد صلاحیت کا سکہ جما چکے تھے۔ اپنے وطن کے قابل اعتماد محدثین سے اخذ روایت کر چکے تھے علاوہ ازیں امام عبد اللہ بن مبارک، امام وکیع کی تصانیف حفظ کر چکے تھے اور اہل رائے کے کلام کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ (52)

بلدہ بخارا میں امام صاحب کے قابل ذکر اساتذہ کرام میں محمد بن سلام بیکندی، محمد یوسف بیکندی اور عبد اللہ بن محمد مسندی وغیرھم محدثین خاص امتیاز رکھتے تھے۔

ابتدائے تحصیل علم میں امام صاحب کا دامن انہیں شیوخ کی فیاضیوں کا مرہون منت رہا۔

فصل دوم: علمی رحلات وخدمات

مبحث اول: علمی اسفار ورحلات وشیوخ کرام

محدثین کرام کے علمی سفر کو "رحلات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ سفر جو انہوں نے طلب حدیث یا حصول سند عالی کے لیے کیے۔ (53)

---

(52) ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 2 / 393۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 7/2۔ ابن حجر، تغلیق التعلیق، 5 / 386

(53) عالی: لغت میں عالی علو مصدر سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی "کسی چیز کا بلند اور اونچا ہونا"۔ اس کے بالمقابل نازل ہے۔ اور اصطلاح میں عالی سند سے مراد وہ حدیث

متقدمین اہل علم کے یہاں طلب حدیث اور سند عالی کا حصول بڑا مرغوب وپسندیدہ عمل تھا۔ اس کی فضیلت اور ترغیب کے بارے ائمہ کرام کے فرمودات منقول ہیں۔

امام سفیان ثوری (97ھ / 161ھ) کا قول ہے: (54)

" ما أعلم عملاً هو افضل من طلب الحديث " "میں طلب حدیث سے افضل کسی اور عمل کو نہیں جانتا۔" (55)

سند عالی کا حاصل کرنا نہایت ممدوح اور مسنون ہے، اس بارے امام اہل السنہ، احمد بن حنبل (163ھ / 241ھ) فرماتے ہیں: (56)

ہے کہ جس کی دو سندوں میں سے جس سند کے راویوں کی تعداد کم ہو وہ عالی اور جس میں زیادہ ہوں وہ نازل کہلاتی ہے۔
طحان ، تيسير مصطلح الحديث ، ص 159

(54) سفیان ثوری، ابو عبد اللہ سفیان بن سعید ثوری کوفی، 97ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے اور 161ھ میں فوت ہوئے، اپنے عہد کے بلند مقام محدث، حافظ حدیث اور عظیم مجتہد تھے، الجامع کے نام سے ان کی کتاب مشہور ہے۔
ذهبي ، سير اعلام النبلاء ، 7 / 229 ـ 279

(55) ابن الصلاح ، حافظ ، ابو عمرو ، عثمان بن عبد الرحمن (643ھ) علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح مع التقييد والايضاح ⇦

⇦ للحافظ زين الدين عبد الرحيم العراقي (806ھ) ناشر : المكتبة التجاريه مصطفیٰ احمد الباز مكة المكرمة ، 1418ھ ، ص 232

(56) احمد بن حنبل: امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، 163ھ کو پیدا ہوئے اور 241ھ میں فوت پائی، اپنے وقت کے شیخ الاسلام، عظیم محدث، حق گو عالم دین، ماہر علل الحدیث تھے، مسند احمد، العلل، فضائل صحابہ وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

" طلب الاسناد العالی سنة عمن سلف " "سند عالی کا حصول ہمارے اسلاف کی سنت ہے۔"(57)

امام یحیی بن معین (158 / 233ھ) جرح وتعدیل کے عظیم امام اور مشہور محدث تھے۔(58) ان سے مرض الموت میں پوچھا گیا۔ کہ آپ کی کوئی خواہش ہے؟ وہ فرمانے لگے:

" بیت خال واسناد عال " (59) "خلوت نشینی اور سند عالی"

ہمارے اسلاف کے دلآویز تذکار سے ثابت ہے کہ وہ اس سفر سے بے حد شغف رکھتے تھے۔ ایک ایک حدیث کی خاطر وہ دور دراز کے تھکا دینے والے سفر طے کرتے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے، ان کے سفر کا مقصد طلب حدیث یا تحقیق حدیث ہوتا تھا۔

عبد اللہ بن بریدہ کہتے ہیں:(60)

ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 7 / 177 ـ 358

(57) ابن الصلاح ،مقدمة ابن الصلاح ، ص 239

(58) یحیی بن معین: امام ابوزکریا یحیی بن معین غطفانی بغدادی، 158ھ کو پیدا ہوئے اور 233ھ کو فوت ہوئے، اپنے عہد کے جلیل القدر حافظ، بلند پایہ اور علل الحدیث کے ماہر عالم تھے۔ مِزّی ، تہذیب الکمال ، 31 /543 ـ 568۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 11 / 71 ـ 95

(59) ابن الصلاح ،مقدمة ابن الصلاح ، ص 239

(60) عبد اللہ بن بریدہ: ابو سہل عبد اللہ بن بریدہ اسلمی مروزی (105ھ-115ھ) کو فوت ہوئے، ثقہ با اعتماد راوی حدیث تھے۔

"ایک صحابی رسول ﷺ سفر کر کے فضالہ بن عبید کے پاس مصر پہنچے، ان کے پاس (ملاقات کے لیے) آئے تو دیکھا وہ اپنی اونٹنی کو گھاس کھلا رہے ہیں، فضالہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہا، یہ سن کر اس صحابی مذکور نے فرمایا: (61) میں آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے نہیں آیا بلکہ اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ نے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سن رکھی ہے مجھے امید ہے کہ آپ کو اس کا علم ہو گا"۔ فضالہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی حدیث ہے؟ انہوں نے فرمایا: کہ فلاں اور فلاں حدیث ہے۔ (62)

ابن حجر، حافظ احمد بن علی عسقلانی (773ھ / 852ھ)، تقریب التهذیب، تحقیق : ابو الاشبال صغیر احمد شاغف، دار العاصمه الرياض، 1416ھ، ص 493

(61) فضالہ بن عبید انصاری، صحابی رسول ہیں، غزوۃ احد میں شریک رہے، فتح مصر میں بھی حاضر تھے، بعد ازاں دمشق پہنچے اور عہد قضاء پر فائز رہے اور 58ھ یا اس سے قبل وفات پائی۔

ابن اثیر، ابی الحسن علی بن ابی الکرم (544ھ / 606 ھ)حافظ، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، دار الفکر بدون تاریخ، 4 / 64 ۔ و ابن حجر، تقریب التهذیب، ص 781

(62) احمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (164ھ /241ھ)، 6/ 22 المسند، تحقیق : احمد شاکر ،ناشر : دار المعارف، ⇦ ⇦مصر، 1375ھ۔ دارمی، ، ابی محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن (181ھ 255 ھ) امام، سنن دارمی ،ناشر : دار احیاء التراث، بیروت، 1 / 421 ۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (202 ھ / 275ھ) امام، سنن ابی داؤد مع شرحه عون المعبود از ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی (1223 ھ / 329ھ) مکتبة سلفیه مدینه منوره، 1388ھ، 4 /

اسی طرح جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتب احادیث میں وارد ہے کہ وہ ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی طرف ایک حدیث کی خاطر گئے۔(63) وہ فرماتے ہیں:

" مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بواسطہ پہنچی جس کو بالمشافہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا (اس کی تحقیق کی غرض سے) میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سامان کس کر ایک ماہ کا سفر طے کر کے سرزمین شام داخل ہوا۔ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ کر دربان سے کہا کہ اندر اطلاع کرو کہ جابر دروازے پر کھڑا ہے۔" دربان نے آکر خبر دی، دربان کو کہا: کیا جابر بن عبد اللہ ؟ دربان نے آکر جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، تو آپ نے کہا:

75، رقم الحدیث : 4160۔ نسائی ، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب (215ھ / 303 ھ) سنن نسائی ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت لبنان، 8 / 132۔ خطیب بغدادی ، ابو بکر البغدادی (463ھ) حافظ ،الرحلۃ فی طلب الحدیث ، تحقیق : نور الدین عتر ، ناشر : دار الکتب العلمیۃ بیروت ، 1395ھ ، ص 124 ۔ الالبانی ، محمد ناصر الدین البانی شیخ ، صحیح سنن ابی داؤد ، مکتبۃ التربیہ العربی ، الریاض ، 1409ھ، 2 / 784 ،(ح :3506)۔ الالبانی ، شیخ محمد ناصر الدین البانی ، صحیح سنن نسائی ، مکتبۃ التربیہ العربی ، الریاض ، 1409ھ ، 3 / 1064 :1636۔ الالبانی ، شیخ محمد ناصر الدین البانی ، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ناشر : المکتب الاسلامی ، بیروت لبنان ، 19/2 رقم : 502

(63) عبد اللہ بن انیس، ابو یحیی الجہنی، صحابی رسول ہیں، بیعت عقبی اور احد وغیرہ میں شریک رہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 54ھ کو شام میں وفات پائی۔
ابن حجر ، تقریب التہذیب ، ص 492

ہاں۔ دربان دوبارہ لوٹا اور خبر دی (کہ جابر بن عبد اللہ ہی ہیں) یہ سن کر عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے نکلے حتی کہ مجھے مل کر بغلگیر ہوئے۔ سلام اور معانقہ کے بعد میں نے کہا:

" مجھے ایک حدیث آپ کے واسطہ سے پہنچی ہے آپ نے قصاص کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سماعت کی ہے، جسے میں نہیں سن سکا، مجھے خوف لاحق ہے کہ مبادا میری یا تمہاری موت آجائے اور میں اس حدیث کے سماع سے محروم رہ جاؤں، یہ سن کر عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان فرمائی۔"(64)

---

(64) احمد ، المسند ، 3 / 359۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل (194 ھ / 256 ھ) امام ، الجامع الصحیح مع شرحه فتح الباری ، طبع : رياسة ادارة البحوث العلمية الرياض ، 1379 ھ ، 1 / 73۔ الهيثمی ، نور الدين على بن سليمان (735 ھ / 807 ھ) امام ، بغية الباحث عن زوائدمسند الحارث ، تحقيق دكتور حسين احمد ، مركز هدية السنة ، مدينه منوره ، 1413ھ ، 1 / 188 ، رقم الحديث : 44۔ ابن ابی عاصم ، ابو بكر احمد بن عمرو بن ابی عاصم شيبانی (387 ھ) حافظ، السنة مع ظلال السنة للالبانی ، ناشر : المكتب الاسلامی بيروت، 1400 ھ ، 3 / 225۔ ابو نعيم اصبهانی ، احمد بن عبد الله (336 ھ / 430ھ) حافظ ، معرفة الصحابة ، تحقيق : محمد راضی ، مكتبة الدار مدينه منوره ، 1408 ھ ، ص 347۔ حاكم ، ابو عبد الله محمد بن عبد الله نيساپوری (321 ھ / 405ھ) امام ، المستدرک على الصحيحين ، مكتبة المطبوعات الاسلاميه حلب ، ⇦ ⇦ شام ، 1335ھ ، 2 / 437۔ بيهقی ، امام احمد بن حسن (384ھ / 458ھ) ، الاسماء والصفات ، تحقيق : الحاشدی ، مكتبة اسواری ،جده ، سعوديه ، 1413 ھ ، 1 / 196

اس طرح کے کئی ایک واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے کتب احادیث و تاریخ میں ملتے ہیں جن سے استنباط کیا گیا ہے کہ طلب حدیث کے لیے سفر کرنا مستحب ہے۔

ہم جب محدثین کرام کے احوال زیست کا مطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیل ونہار ان علمی اسفار ورحلات میں بسر ہوئے، انہوں نے ایک ایک حدیث کی خاطر طویل مسافت قطع کی۔ بھوکے پیاسے رہ کر علم حاصل کیا۔ حصول علم کی غرض سے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر بلند و بالا پہاڑوں، طویل صحراؤں، دشوار وگزار جنگلوں اور بیابانوں میں گھومے، زادِ راہ ختم ہونے پر گھاس اور درختوں کے پتوں پر گزارا کیا، ان عبقری رجال اور فحول علماء نے طلب حدیث کے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی، کتب رجال کے جھروکوں سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی وہ سفر حجاز کے لیے پالان کس رہے ہیں، تو کبھی خراسان مصر، شام، عراق، کوفہ وبصرہ اور مکران کی طرف رختِ سفر باندھ رہے ہیں، ان محدثین کی سرگزشت میں "رحّالة" اور "جوالة" کے القاب ملتے ہیں۔ جس کا مطلب کثرت سے طلب حدیث کے لیے، سفر کرنے والے اور زمین کا چپہ چپہ گھومنے والے، اس موضوع پر خطیب بغدادی کی لاجواب مستقل تصنیف "الرحلة فی طلب الحدیث" لائق مطالعہ ہے۔ (65) اس کتاب میں خطیب بغدادی (397ھ / 463ھ) نے

(65) خطیب بغدادی، امام ابو بکر احمد بن علی بغدادی، 392ھ کو پیدا ہوئے اور 463ھ کو فوت ہوئے اپنے وقت کے عظیم محدث، امام، حافظ تھے، آپ کی علمی یادگار ⇦ ⇦ میں تاریخ بغداد، الکفایہ فی علم الروایہ، شرف اصحاب الحدیث، الرحلة فی طلب الحدیث اور الفقیہ والمتفقہ وغیرہ کتب قابل ذکر ہیں۔

دلنشین انداز میں طلب حدیث کی خاطر سفر کرنے والے علمائے کرام و محدثین عظام کا تذکرہ کیا ہے۔

انہی قابل فخر محدثین میں ایک نمایاں نام امام بخاری کا ہے۔ جنہوں نے طلب حدیث کے لیے متعدد بلاد و امصار کا سفر کیا۔ بڑے بڑے جہابذہ وماہرین فن حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ یہ وہ دور تھا کہ جب اسلامی فتوحات کی وسعت سے اصحاب رسول ﷺ کے بعد تابعین اور تبع تابعین دور دراز ممالک میں پھیل چکے تھے، حاملین علوم نبوت اسلامی قلمرو کے مختلف بلدان میں مسند علم پر براجمان تھے۔ قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی دلنواز صداؤں سے فضائیں معطر تھیں۔

عالی ہمت امام بخاری نے اپنے وطن کے محدثین سے تحصیل علم کے بعد (210ھ) میں اپنی عمر کے سولہویں برس پہلی رحلت کا آغاز کیا وہ اپنی والدہ اور برادر کبیر احمد بن اسماعیل کے ہمراہ ملک حجاز پہنچے۔(66)

ارض حجاز میں حرمین شریفین کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ حرمین کو مہبط وحی، مسکن رسول امین ﷺ اور علوم نبوت کا ماویٰ ہونے کا

ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 18 / 270 ـ 296۔ سیوطی ، جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (911ھ) حافظ ، طبقات الحفاظ ، تحقیق : علی محمد، مکتبة وھبة ، 1393ھ ، ص 434

(66) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 7۔ ابن ناصر الدین ، ، تحفة الاخباری ، ص 181۔ مِزّی ، تھذیب الکمال ، 34 /439۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 292۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 478۔ ابن حجر ، تغلیق التعلیق ، 5 / 386

شرف حاصل ہے۔

امام بخاری اپنی والدہ کے ساتھ سب سے پہلے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حج کیا۔ آپ کی والدہ اور بڑے بھائی احمد حج بیت اللہ کی سعادت کے بعد وطن واپس لوٹ گے لیکن امام صاحب طلبِ علم کی خاطر مکہ مکرمہ ٹھہر گئے۔ ان دنوں مکہ میں ابو الولید احمد بن الارزقی، عبد اللہ بن یزید، اسماعیل بن سالم الصائغ، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر حمیدی اور دیگر شیوخ مرجع خلائق تھے۔ امام بخاری نے ان شیوخ سے استفادہ کیا۔

مکہ کے بعد (212ھ) میں دار الھجرت مدینہ منورہ کا رخ کیا، اس وقت امام صاحب اٹھاراں برس کے تھے۔ مدینہ میں اس وقت جو علمائے کرام مسند حدیث پر فائز تھے، ان میں ابراہیم بن منذر، مطرف بن عبد اللہ، ابراہیم بن حمزہ، ابو ثابت محمد بن عبید اللہ، عبد العزیز بن عبد اللہ اویسی اور ان کے اقران خاص کر قابل ذکر ہیں۔ اس سفر میں امام بخاری نے مدینہ میں اپنی "تاریخ کبیر "کا مسودہ چاندنی راتوں میں تحریر کیا۔ (67)

مدینہ منورہ کے شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد امام صاحب نے بصرہ کا قصد کیا جو اس وقت علم وادب اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے معروف تھا۔ بصرہ میں جن اساطین علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے ان میں امام ابو عاصم نبیل، بدل بن محبر، عفان بن مسلم، محمد بن عرعرہ، امام ابو الولید طیالسی، امام عارم

---

(67) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 7۔ مِزّی ، حافظ جمال الدین ، تہذیب الکمال ، 24 /440۔ ذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 400۔ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 181۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 478۔

اور محمد بن ستان قابل ذکر ہیں۔

بصرہ کے بعد امام صاحب عازم کوفہ ہوتے ہیں، کوفہ میں جن مشاہیر علماء سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ان میں ابو نعیم احمد بن یعقوب، اسماعیل بن ابان، حسن بن ربیع اور عمر بن حفص قابل ذکر ہیں۔

امام بخاری نے تحصیل علم کی خاطر بغداد کے متعدد سفر کیے۔ اس دور میں بغداد خلافت عباسیہ کا دار الحکومت تقا۔ عباسی حکمران اصحاب علم و فضل کے بڑے قدر دان عزت شناس تھے۔ حکومت کی علمی قدر افزائی نے بغداد کو مرجع خلائق و مخزن علوم و فنون بنا دیا تھا۔ اطراف و اکناف سے تشنگاں علم بغداد ایسے عروس البلاد کا رخ کر رہے تھے۔ امام موصوف نے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے متعدد بار بغداد کا قصد کیا وہ خود فرماتے ہیں:

" ولا احصی کم دخلت الی الکوفة والبغداد مع المحدثین۔"

" محدثین کے ساتھ میں کتنی مرتبہ کوفہ اور بغداد داخل ہوا، شمار میں نہیں۔ "(68)

بلدۂ علمی بغداد کے جن مشاہیر اہل علم و اصحاب فن محدثین سے امام صاحب فیض یاب ہوئے ان میں امام اہل السنہ، جبل استقامت احمد بن حنبل، محمد بن عیسیٰ طباع، محمد بن سابق اور سریج بن نعمان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

امام صاحب نے حصول علم کے لیے ارض شام کی طرف بھی رختِ سفر باندھا اور وہاں کے جن اساطین علم سے فیضان حاصل کیا۔ ان میں امام محمد بن یوسف فریابی، ابو اسحاق بن ابراہیم، آدم بن ابی ایاس، حیوۃ بن شریح اور دیگر

---

(68) ابن حجر، تغلیق التعلیق ، 5 / 478۔ ومقدمة فتح الباری ، ص 478

اعیان زمانہ قابل ذکر ہیں۔

سر زمین مصر بھی علم و فن کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں بھی بڑے بڑے علم و فضل پیدا ہوئے ہیں۔ ان اعاظم رجال کی وجہ سے مصر بھی اس وقت اصحاب حدیث کی توجہ کا مرکز تھا۔ امام موصوف نے اس علمی شہر کا بھی سفر اختیار کیا اور وہاں کے عظیم محدثین سے احادیث اخذ کیں، ان قابل قدر محدثین میں عثمان بن صالح، عبد اللہ بن صالح، احمد بن اشکاب، سعید بن عیسیٰ اور دیگر اقران نمایاں ہیں۔

ان علمی اسفار ورحلات کے علاوہ امام صاحب نے جزیرہ کا بھی سفر کیا۔(69) جزیرہ کے جن اصحاب علم و قلم سے امام موصوف نے استفادہ کیا ان میں احمد بن عبد الملک حرانی، احمد بن یزید حرانی، عمرو بن خالد اور اسماعیل بن عبد اللہ رقی قابل ذکر ہیں۔

خراسان کے امصار واقطار میں مرو، بلخ، ہرات، نیشاپور، رے یہ سب امام بخاری کی قدیم رحلت گاہیں تھیں اور بخارا کے مضافات سمرقند اور تاشقند وغیرہ تو امام بخاری کے وطن ہی تھے۔(70) ان علاقوں میں امام ممدوح نے کسب فیض کے

---

(69) **جزیرہ:** دریائے دجلہ اور فرات کے دامن میں واقع بالائی جانب کے علاقوں کو کہا جاتا ہے اور ان دریاؤں کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے اس جگہ کو جزیرہ کہا جاتا ہے، حران، الرہا، رقہ اور موصل وغیرہ اس کے مشہور شہر ہیں۔

حموی، معجم البلدان، 2 / 134

(70) **خراسان:** فارسی زبان میں خراسان کا معنی "مشرقی زمین" کا ہے۔ ابتداء میں یہ صوبہ ایران کے مشرقی علاقے سے شروع ہو کر ہندوستان کے پہاڑوں کی سرحد تک وسیع تھا۔ ⇦

⇦ جس میں ماوراء النہر اور سجستان کے علاقے بھی شامل تھے۔ زمانہ وسطی میں یہ ایران کا الگ صوبہ رہا، جو شمال مشرق میں دریائے جیحون تک پھیلا ہوا تھا، افغانستان کے شمال مغربی علاقے ہرات وغیرہ بھی اس میں شامل تھے، پھر عربوں نے انتظامی

امور میں سہولت کے پیش نظر اسے چار حصوں میں تقسیم کر دیا وہ چار حصے نیشاپور، مرو، ہرات اور بلخ ہیں۔

فتوحات اسلامیہ کے ابتدائی ادوار میں خراسان کا دار الحکومت مرو یا بلخ رہا، خاندان طاہر یہ نے نیشاپور کو صدر مقام بنایا تھا۔

ماضی کا خراسان اب پانچ ملکوں (ایران ، افغانستان ، تاجکستان ، ازبکستان اور ترکمانستان) میں تقسیم ہو چکا ہے اب رے اور نیشاپور ایران میں ہرات اور بلخ افغانستان میں، ترمذ، بخارا اور سمرقند ازبکستان میں ہیں جبکہ مرو ترکمانستان میں شامل ہیں۔ آج کل مشرقی ایران کے صوبے کا نام خراسان ہے۔ اس کا دار الحکومت مشہد ہے۔

نیشاپور: ایران کا یہ شہر مشہد کے مغرب میں واقع ہے یہ قدیم خراسان کا دار الحکومت تھا۔

بخارا، سمرقند اور تاشقند: یہ تینوں شہر ازبکستان کے مرکزی شہر ہیں۔ تاشقند اس وقت ازبکستان کا دار الحکومت ہے۔ بخارا کے گرد ایک چھوٹی شہر پناہ فصیل ہے جو تقریباً 60 مربع کلو میٹر پر واقع ہے۔ جبکہ ایک بڑی فصیل بھی ہے جو تقریباً 100 مربع کیلو میٹر پر محیط ہے۔ سمرقند ایسے بڑے بڑے شہر اس فصیل کے اندر آجاتے ہیں۔

بلخ: قدیم خراسان کا مشہور شہر ہے جس کے آثار افغانستان کے شہر مزار شریف کے قریب ایک گاؤں کے اطراف میں اب بھی موجود ہیں۔

یہ شہر مختلف زمانے میں متعدد طاقتوں کے ہاتھوں کئی بار اجڑا اور آباد ہوا۔ 1901ء میں حبیب اللہ خان کے دور سے لے کر اب تک مزار شریف اور بلخ افغانستان کی ایک ولایت ہے اس وقت بلخ مزار شریف کی ولایت میں ایک ضلع ہے۔ مزار شریف سے اس کا فاصلہ 22 کلو میٹر اور کابل سے 643 کلو میٹر ہے۔

ہرات: شمال مغربی افغانستان کا یہ شہر ایرانی سرحد کے قریب دریا "ھری روذ" پر واقع ہے۔ ہرات صوبہ ہرات کا صدر مقام ہے۔ ⇦

⇦ **ماوراء النھر:** عربوں نے دریائے جیحون یا دریائے آمو پار کے علاقے کو یہ نام دیا تھا، بخارا، سمرقند، خوارزم اور تاشقند اس علاقے کے مشہور شہر تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

لیے اسفار جاری رکھے اور وہاں کے حاملین حدیث سے خوب استفادہ کیا۔

مرو میں علی بن حسین بن شقیق، عبدان، محمد بن مقاتل اور ان کے اقران سے احادیث اخذ کیں۔

بلخ میں مکی بن ابراہیم، یحیی بن بشر، محمد بن ابان، حسن بن شجاع، یحیی بن موسیٰ اور ان کے معاصرین سے مرویات لیں۔

ہرات میں احمد بن ابی الولید سے اور نیشاپور میں یحیی بن یحیی، بشر بن حکم، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اور ان کے اقران سے اخذ علم کیا۔

رے میں ابراہیم بن موسیٰ، واسط میں حسان بن حسان، سعید بن عبد اللہ اور ان کے ہم عصروں سے استفادہ کیا۔(71)

یہ مختصر امام بخاری رحمہ اللہ کے علمی اسفار ور حلات کی دل کش رُوداد تھی ۔امام موصوف قافلہ محدثین کے ایسے عظیم سالار تھے کہ جنہوں نے علم حدیث کی خاطر بڑے بڑے بلدان وامصار کا سفر کیا۔ خطیب بغدادی (393۔463ھ) لکھتے ہیں:

"رحل البخاری إلی محدثی الامصار وکتب بخراسان والجبال

حموی ، علامہ یاقوت بن عبد اللہ ، معجم البلدان ، 2 / 401

https : // ar . m Wikipedia . org

(71) امام بخاری کے ان علمی اسفار ور حلات کی یہ مختصر روداد "سیرۃ البخاری" سے لی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں:

مبارک پوری، عبد السلام مولانا، سیرۃ البخاری، تحقیق ڈاکٹر عبد العلیم بستوی، ناشر: نشریات لاہور، 2009م، ص 65۔82

ومدن العراق كلها و بالحجاز والشام ومصر و ورد بغداد دفعات۔"(72)

"امام بخاری نے ان تمام شہروں کے محدثین کی طرف سفر کیا اور خراسان ،جبال خراسان اور عراق کے تمام شہروں، حجاز، شام اور مصر میں محدثین کرام سے احادیث لکھیں اور بغداد کئی مرتبہ گئے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے حوصلہ مند، عالی ہمت اور صابر وشاکر تھے۔ آپ نے اپنے علمی اسفار خندہ پیشانی سے طے کیے۔ سفر کے مصائب ومشکلات سے دل برداشتہ نہ ہوئے۔ اس دور میں طویل المسافت بلاد وامصار کے سفر میں فاقوں کی نوبت بھی آئی، پاؤں میں چیتھڑے باندھ کر پیادہ سفر کرنا بھی پڑا اور ساگ پتوں پر گزارہ بھی کیا لیکن امام صاحب رنجیدہ خاطر اور دل گرفتہ نہ ہوئے یہ آپ کے آتشِ شوق ہزاروں مشکلات وصعوبات جھیلنے پر بھی نہ بجھی۔ کتب تاریخ وسیر میں کئی واقعات موجود ہیں جو آپ کی عالی ہمتی، کشادہ دلی اور مضبوط حوصلہ مندی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان تمام واقعات کا بالاستیعاب یہاں تحریر کرنا مشکل ہے۔ ان میں صرف ایک واقعہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام بخاری کے وراق محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ:

"میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ دورِ طالب علمی میں محدث وقت آدم بن ابی ایاس کے پاس گیا تو زادِ راہ ختم ہو گیا تو میں نے گھاس کی پتیاں کھانی شروع کر دیں۔ اسی حالت میں میرا تیسرا دن گزرا تو میرے پاس ایک اجنبی شخص آیا۔ اس نے مجھے دیناروں کی ایک تھیلی تھما دی اور کہا کہ اسے اپنی

(72) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 2 / 4

ذات پر خرچ کرو۔"(73)

ہمارے دور کے طلبہ کے لیے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ آج سہولیات کا دور ہے۔ ہر شہر میں بے شمار مدارس وجامعات ہیں۔ ان مدارس وجامعات میں ہر قسم کی جدید سہولیات موجود ہیں۔ مختلف علوم وفنون کے ماہرین کا وجود ہے۔ طعام وقیام کا مفت معقول انتظام ہے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرنے کے لیے آرام دہ جدید دور کی سواریاں (بسیں، کاریں، اور ٹرینیں) موجود ہیں۔ ان سب سہولیات کے باوجود طلبہ میں وہ علمی ذوق وشوق نہیں رہا جو امام بخاری جیسے محدثین کا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں علم کی محبت جاگزیں کردے، ہمارے جذبات کو حصول علم کی خاطر بلند فرمادے اور ہمیں متقدمین محدثین کے نقش پاپر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

امام بخاری کے علمی اسفار کے دوران مشکلات وصعوبات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے کمال استقامت کا مظاہرہ کیا اور حصول علم کی خاطر شدید بھوک برداشت کی۔ گزشتہ صفحات میں آپ کے علمی اسفار ورحلات میں مختلف شیوخ کا تذکرہ ہوا۔ یہ صرف چندہ شیوخ واساتذہ کے اسماء تھے۔ (74)

ویسے ان علمی اسفار میں جن اساطین علم سے آپ نے اخذ حدیث کی ان کی

---

(73) ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 12 / 448۔ ابن حجر، مقدمۃ فتح الباری، ص 480۔ سبکی، الطبقات، 2 / 227

(74) ہم اپنے فاضل شاگرد پروفیسر محمد رضوان ناصر الحسینوی صاحب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ اور ان سے مروی روایات کی تعداد پر کام کروا رہے ہیں۔ عنقریب یہ تحقیقی کتاب بھی شائع کی جائے گی۔ (الحسینوی)

تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے ۔ جیسا کہ امام صاحب نے خود اس کی صراحت کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"کتبت عن الف شیخ من العلماء وزیاده ، ولیس عندی حدیث الا اذکر اسناده۔"(75)

"میں نے ایک ہزار سے زائد علمائے حدیث سے احادیث لکھی ہیں اور مجھے ہر حدیث باسند یاد ہے"

امام بخاری کے کاتب محمد بن ابو حاتم امام بخاری سے یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ امام بخاری نے فرمایا:

" میں نے ایک ہزار اسی (1080) اساتذہ سے احادیث لکھی اور ان اساتذہ میں سے ہر ایک محدث تھا۔ وہ تمام اس عقیدے کے قائل تھے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور یہ بڑھتا اور گھٹتا ہے۔"(76)

امام موصوف کے بعض ایسے بھی اساتذہ ہیں جو امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہا اللہ کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں ۔ ان میں محمد بن عبد اللہ انصاری ، مکی بن ابراہیم، علی بن عیاش، ابو نعیم فضل بن دکین، عبید اللہ بن موسیٰ، عصام بن خالد حمصی اور خلاد بن یحیی قابل ذکر ہیں۔(77)

---

(75) نووی ، تہذیب الاسماء واللغات ، 72/1۔ خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 10۔ مِزّی ، تہذیب الکمال ، 16 /903۔ ذہبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 407

(76) ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 185۔ ذہبی حافظ ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 395۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 479

(77) مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص70۔71

شیوخ کے طبقات:

حافظ ابن حجر عسقلانی (773ھ / 852ھ) نے امام بخاری کے اساتذہ کرام و شیوخ عظام کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔(78)

اس طبقاتی تقسیم کا فائدہ یہ ہے کہ امام صاحب سند حدیث میں کبھی عالی سند کا اہتمام کرتے ہیں اور کبھی نازل سند اختیار کرتے ہیں۔ اس طبقاتی تقسیم سے طبقاتی تفاوت معلوم ہو جائے گا اور علو کی صورت میں سقوط راوی کا شبہ پیدا نہیں ہو گا۔ طبقاتِ شیوخ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ پہلا طبقہ:

طبقہ اولیٰ میں وہ ارباب علم شامل ہیں جنہوں نے حضرات تابعین سے احادیث روایت کی ہیں۔ جیسے محمد بن عبد اللہ انصاری یہ حمید طویل سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ مکی بن ابراہیم اور ابو عاصم نبیل یہ دونوں یزید بن ابی عبید تابعی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

ابو نعیم فضل بن دکین یہ سلیمان بن مہران اعمش سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ خلاد بن یحیی یہ عیسیٰ بن طہمان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ علی بن عیاش اور عصام بن خالد یہ دونوں حریز بن عثمان سے احادیث بیان کرتے ہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ اپنے شیخ اسماعیل بن ابی خالد سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ شیوخ بخاری کا یہ اعلیٰ طبقہ ہے۔(79)

---

(78) ابن حجر، مقدمة فتح الباري، ص 479 ۔ وتغليق التعليق، 5 / 392

(79) مصدر سابق

صحیح بخاری میں ثلاثیات کے شمار کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اسے صحیح بخاری کی خصوصیات و میزات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بخاری کی اکثر ثلاثیات مکی بن ابراہیم سے مروی ہیں۔ (80)

---

(80) **ثلاثیات بخاری:** سے مراد امام بخاری سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند میں صرف تین راوی ہوں۔ یعنی تین واسطوں سے سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے، ثلاثیات بخاری الگ کتابی شکل میں عربی شرح کے ساتھ طبع ہو کر منظر عام پر چکی ہے ترکی کے معروف ادیب قلمکار فواد سزگین نے ثلاثیات بخاری کی 9 شروحات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بعض ان میں قلمی نسخے ہیں اور بعض مطبوع تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں۔

سزگین فواد ،ڈاکٹر ، تاریخ التراث العربی ، تعریب : دکتور محمود فهمی حجازی ودکتور فهمی ابو الفضل ، ناشر : مطابع الهیئة المصریه ، 1977ء ، 1 /200۔

نوٹ: ان شروحات میں ایک شرح" انعام المنعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری " بلدۂ ملتان کے معروف عالم و محقق مولانا عبد التواب محدث ملتانی کے فرزند ارجمند مولانا عبد الصبور ملتانی نے زمانہ طالب علمی میں لکھی تھی ۔ یہ شرح فتح الباری ، قسطلانی، تاؤدی اور سندھی وغیرہ شروحات سے ماخوذ ہے۔ جو 1358ھ میں مصر سے شائع ہوتی تھی۔ بعد ازاں جامعہ سلفیہ بنارس ہندوستان نے اسے 1400ھ میں دوبارہ طبع کرایا ہے۔ راقم کے پاس اس کے دونوں طبعات موجود ہیں۔ وللہ الحمد۔

"انعام الباری" کا راقم نے اردو میں ترجمہ کیا ہے اور فوائد لکھے ہیں۔ یہ کتاب مجلہ "الاعتصام" میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شائع ہو چکی ہے۔ مولانا انس سلفی صاحب (مدرس دار الحدیث محمدیہ، جلال پور) نے ثمانیات بخاری جمع کی ہے جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک آٹھ واسطے ہیں۔ یہ کتاب بھی راقم کے ترجمہ اور فوائد کے ساتھ مجلہ مذکورہ میں شائع ہو چکی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

2۔ دوسرا طبقہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ شیوخ شامل ہیں جو تابعین کے ہم عصر ہیں لیکن ثقات تابعین سے سماع حدیث ثابت نہیں ہے۔ جیسے آدم بن ابی ایاس، ابو مُسہر عبد الاعلی بن مسہر، سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان بن بلال۔(81)

3۔ تیسرا طبقہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ شیوخ شامل ہیں جن کی تابعین سے بالکل ملاقات ثابت نہیں ہے۔ جیسے سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحیٰ بن معین، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ شامل ہیں یہ طبقہ امام بخاری کے شیوخ کا درمیانی طبقہ ہے۔ اس طبقہ سے روایت کرنے میں امام مسلم بھی بخاری کے شریک ہیں۔(82)

4۔ چوتھا طبقہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ شیوخ شامل ہیں جو طلب حدیث میں امام بخاری کے ہمراہ تھے یا وہ جنہوں نے تھوڑا عرصہ آپ سے پہلے علم حدیث اخذ کی۔ جیسے محمد بن یحیٰ ذہلی، ابو حاتم رازی، محمد بن عبد الرحیم صاعقہ، عبد بن حمید، احمد بن نصر وغیرہم شامل ہیں۔ امام بخاری ان اساتذہ و شیوخ سے وہی احادیث ذکر کرتے ہیں جو پہلے تینوں طبقات سے نہیں سن سکے یا وہ مرویات جو ان کے سوا کسی اور کے

---

(81) ابن حجر، مقدمة فتح الباری، ص 471

(82) مصدر سابق

پاس نہیں ملیں۔(83)

5۔ پانچواں طبقہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ شیوخ شامل ہیں جو عمر اور اسناد کے لحاظ سے امام بخاری کے تلامذہ کے درجہ کے ہیں لیکن ان سے بھی فائدہ کے لیے روایت اخذ کرلی ہے۔ جیسے عبد اللہ بن حماد الاعلی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیر ہم شامل ہیں۔(84)

امام بخاری نے ان شیوخ سے خاص فائدے کے تحت احادیث نقل کی ہیں مثلاً:

ایک اساتذہ اور ساتھیوں سے نہیں مل سکی تو وہ حدیث انہوں نے اپنے شاگردوں سے بیان کردی ہے۔ ان سے روایت کرکے امام بخاری نے امام وکیع بن جراح کے اس قول پر عمل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"لا یکون الرجل عالماً حتی یحدث عمن فوقه وعمن مثله وعمن هو دونه" (85)

"کہ آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سے اعلیٰ، اپنے سے ہم عمر اور اپنے سے نیچے والے سے حدیث بیان نہیں کرتا۔"

بلکہ امام بخاری خود فرماتے ہیں:

---

(83) أیضا

(84) أیضا

(85) أیضا

" لا يكون المحدث كاملاً حتى يكتب عمن هو فوقه وعمن هو مثله وعمن هو دونه " (86)

" محدث اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سے بڑے، اپنے جیسے اور اپنے سے کمتر سے روایت وکتابت نہ کر لے۔"

ائمہ متقدمین اخذِ علم میں شرم وکبر سے کوسوں دور تھے وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ فلاں مجھے سے عمر میں چھوٹا ہے اور علم میں کمتر ہے لہٰذا میں اس سے روایت نہیں لوں گا یا اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کروں گا۔ ایسا وہ ہرگز خیال نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اس دور میں شرم وکبر حصول علم میں اڑے ہے۔ آج تو "ہم چومے دیگرے نیست" کے زعم میں دوسرے اہل علم کی توہین کی جاتی ہے۔ نوخیز طلبہ کے اذہان میں یہ خیالات پختہ ہو رہے ہیں۔ در اصل تکبر وحیا انسان کو علم سے محروم دیتے ہیں۔

امام بخاری ایسے عظیم محدث قابل رشک ہیں۔ جنہوں نے قول کو سچ کر دکھایا اور اپنے تلامذہ سے اخذِ روایت میں کبر وحیا محسوس نہیں کیا۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی ان قابل رشک محدثین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مبحث دوم: تلامذہ وافادات

استاد اور شاگرد کا تعلق بڑا مضبوط ہوتا ہے۔ شاگرد کو روحانی اولاد ہونے کا عظیم شرف حاصل ہے۔ بسا اوقات شاگرد اپنے شیخ کی پہچان اور شہرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی لیے استاد اور شاگرد کے رشتہ کو بڑی قدر اور خصوصی نگاہ سے دیکھا

---

(86) أيضا

جاتا ہے۔ کتب رجال میں جس خطے کے محدث و عالم کا تذکرہ ملتا ہے وہاں مؤرخین ان کے تلامذہ کا ذکر خیر لازمی کرتے ہیں۔

محدثین کرام اور علمائے عظام کے تراجم میں بڑے بڑے ایسے مشاہیر کا ذکر ملتا ہے جن کے حلقہ درس کافی وسیع تھے۔ ہزاروں تشنگان علم دُور دراز سے ان کی مجالس علمیہ میں حاضری دیتے اور ان کے فیضان سے خوب سیراب ہوتے تھے۔

امام المحدثین بخاری کا حلقہ درس اس قدر وسیع تھا کہ شاگردان ہزاروں کی تعداد میں پہنچ جاتے تھے۔ صرف صحیح بخاری روایت کرنے والے نوے ہزار تلامذہ تھے جیسا کہ امام بخاری کے تلمیذ رشید امام فربری (296ھ) (87) فرماتے ہیں:

" سمع صحيح البخاری من مؤلفه تسعون الف رجل "(88)

"کہ مؤلف کتاب امام بخاری سے نوے ہزار شاگردوں نے صحیح بخاری کا سماع کیا۔"

صحیح بخاری کے راویوں کی کثرت تعداد کوئی تعجب انگیز نہیں ہے کیونکہ

---

(87) فربری، امام ابو یعقوب یوسف بن موسی مروزی، امام صاحب کا شمار خراسان کے مشہور محدثین میں ہوتا ہے۔ حصول علم کے لیے انہوں نے کئی سفر کئے۔ آپ کو صحیح بخاری کے راوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے 296ھ کو "مرو" میں وفات پائی۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 14 / 51

(88) ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 398۔ خطیب بغدادی ، تاريخ بغداد، 2 / 9۔ مِزّی ، تهذيب الكمال ، 24 /443۔ ابن حجر ، تغليق التعليق، 5 / 436

امام موصوف ایک عظیم عالم بحر بے کراں، عللِ حدیث کے غواص اور اسماء الرجال کے ماہر محدث تھے۔ ان کے حلقہ درس میں طالبان علوم نبوت کا بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت حد تک پھیلا ہوا تھا۔ مدت مدید بلدہ بخارا میں درسِ حدیث دینے کے علاوہ بغداد، کوفہ اور بصرہ جیسے علمی بلدان میں مسندِ حدیث پر فائز رہے۔

امام صاحب نے عنفوانِ شباب میں بھی درس حدیث دینا شروع کر دیا تھا ۔امام فربری (296ھ) کہتے ہیں کہ:

"میں بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص کی آواز سنی، وہ ارباب علم کو مطلع کرنے کے لیے اعلان کر رہا تھا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری بصرہ تشریف لا چکے ہیں۔ یہ اعلان سنتے ہی کئی اصحاب ذوق امام صاحب کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ چل نکلا۔ ہم نے ایک ستون کی اوٹ میں ایک نوجوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، معلوم ہوا کہ یہی امام بخاری ہیں۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا اور درخواست کی کہ آپ باقاعدہ کسی ایسی مجلس علمی کا انعقاد کریں جس میں ہم آپ سے احادیث کا سماع کر سکیں اور مرویات لکھ بھی لیں۔ آپ راضی ہوگئے۔ دوسرے روز بصرہ کے مضافات اور قرب وجوار سے طالبان علوم نبوت ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئے۔ امام موصوف درس حدیث کے لیے تشریف لائے تو آپ نے آغاز کلام میں حاضرین مجلس سے فرمایا:

"بصرہ والو! میں تو نوجوان ہوں۔ آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث سننے کا مطالبہ کیا ہے۔ تو میں آپ ہی کے شہر بصرہ کے محدثین کی روایت کردہ وہ احادیث

بیان کر دیتا ہوں جن سے آپ لوگ مستفید ہو سکیں۔(89)

ابو بکر بن عیاش الاعین (ت240ھ) فرماتے ہیں:

"كتبنا عن محمد بن إسماعيل وهو أمرد على باب محمد بن يوسف الفريابي " (90)

"ہم نے محمد بن یوسف فریابی (212ھ) کے دروازے پر محمد بن اسماعیل بخاری سے احادیث لکھتے تھے جب کہ وہ بے ریش تھے۔"

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ:

"میں نے حاشد بن اسماعیل اور ایک دوسرے شخص کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بصرہ شہر کے بڑے بڑے ارباب عقل و دانش واصحاب علم و فضل علم حدیث اخذ کرنے کے لیے اس نوجوان (امام بخاری) کے پیچھے پیچھے دوڑا کرتے تھے وہ آپ کو حدیث سنانے کے لیے اس قدر مجبور کر دیتے تھے کہ راستے میں بھی بٹھا لیتے۔ پھر وہاں ہزاروں لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ان میں اکثر لوگ ایسے ہوتے جن کی روایات لوگ بڑے شوق سے لکھتے تھے۔ ان دنوں امام بخاری بالکل بے ریش تھے۔"(91)

---

(89) ذهبي ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 409- ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 486

(90) خطيب بغدادی ، تاريخ بغداد ، 2 / 10- ابن حجر ، مقدمة فتح الباری، ص 478

(91) ذهبي ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 408

نووی ، تهذيب الاسماء واللغات ، 1 / 70

درج بالا واقعات سے جہاں عین شباب میں امام المحد ثین کے درس حدیث دینے کا اثبات ہوتا ہے وہاں پر امام ممدوح سے اصحاب ذوق کی وابستگی وگرویدگی اور آپ کی علمی مجالس کی گرم جوشی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

امام بخاری سے علم حدیث کا سماع کرنے میں آپ کے بعض اساتذہ اور اقران بھی اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ اس لیے امام صاحب کے تلامذہ کی کثرتِ تعداد بعید از قیاس نہیں ہے۔ آپ کے تلامذہ میں ایسے ایسے محد ثین کرام اور اساطین علم بھی شامل ہیں، جو اپنے دور میں علم وعرفان اور فضل وکمال کی اوج ثریا پر فائز تھے۔ ذیل میں ہم امام بخاری کے چند باکمال مشاہیر تلامذہ کے اسماء گرامی ذکر کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔ آپکے فیض یافتگان میں امام مسلم بن حجاج (ت: 261ھ) امام ترمذی (ت: 279ھ) امام نسائی (ت: 303ھ) امام فربری (ت: 320ھ) امام دارمی (ت: 255ھ) امام محمد بن نصر مروزی (ت: 294ھ) امام ابو حاتم رازی (ت: 277ھ) امام ابراہیم حربی (ت: 285ھ) امام ابو بکر بن عاصم (ت: 287ھ) امام ابن خزیمہ (ت: 311ھ) امام ابو جعفر محمد بن ابی حاتم وراق (ت:) امام ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل محاملی (ت: 330ھ) امام ابو اسحاق ابراہیم بن معقل النسفی (ت: 294ھ) امام ابو بکر بن ابی الدنیا (ت: 305ھ) امام ابو بکر بزار (ت: 293ھ) امام ابو بشر دولابی (ت: 310ھ) امام محمد بن قتیبہ بخاری (ت:) امام ابو بکر بن عیاش الاعین (ت: 240ھ) امام محمد بن محمد بن سبحان الباغندی (ت: 312ھ) امام ابراہیم بن موسیٰ الجوزی اور امام حاشد بن اسماعیل بخاری (ت: 261ھ) وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ (92)

ان مذکورہ بالا حفاظ حدیث کے تراجم واحوال حیات کتب رجال وسیر میں

---

(92) مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص446-505

موجود ہیں۔ ہم نے بخوف طوالت صرف ان کے ناموں کی فہرست نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ شائقین حضرات امام ذہبی، امام حافظ مزّی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتب کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔ (93)

مبحث سوم: تالیفات وتصنیفات

تالیف وتصنیف ایسی انسانی کاوش ہے جو اسے ہمیشہ دنیا میں زندہ رکھتی ہے۔ اصحاب علم وقلم اس جہانِ رنگ وبو سے رخصت ہو جاتے ہیں مگر ان کے گوہر بار قلم سے صفحاتِ قرطاس پر مرتسم انمول موتی ان کی حسین یادگار بن جاتے ہیں۔ عربی شاعر کہتا ہے:

یلوح الخط فی القرطاس دهراً　　　وکاتبه رمیم فی التراب

"یعنی صاحب تحریر مرنے کے بعد خاک میں مل جاتا ہے لیکن صفحات قرطاس میں اُس کی کتابت صدیوں چمکتی دمکتی رہتی ہے۔"

یہ تو عام مصنف کی بات ہے لیکن جس مصنف نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات عالیہ اور احادیث مبارکہ کو جمع کر کے حیطہ ء تحریر کیا ہو اس کی قسمت کے کیا کہنے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وآثار کو جمع وتالیف کرنے والے اصحاب علم وفضل میں امام بخاری کا نام آج بھی زندہ وتابندہ ہے۔ علوم اسلامی کی تاریخ میں ہزاروں مصنفین کی لاکھوں تصنیفات کا تذکرہ ہماری علمی تراث کا حصہ ہے مگر جو شہرت دوام امام بخاری کو ملی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

---

(93) مِزّی ، تہذیب الکمال ، 24 /434 - 436۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 492

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

امام بخاری کی طرف منسوب تیس سے زائد کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں بعض زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر آچکی ہیں اور بعض ابھی مخطوطات کی شکل میں مکتبات کی زینت ہیں۔ یہاں پر امام صاحب کی مطبوع تصنیفات کا مختصر تعارف کرانا مقصود ہے۔

1۔ الجامع الصحیح:

امام ممدوح کی اس کتاب کو "أصح الكتب بعد كتاب الله" کا رتبہ حاصل ہے۔ یہ احادیث رسول کا صحیح ترین اور قابل اعتماد مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ایک علمی شاہ کار اور عجوبہ روزگار ہے۔ یہ فقہ الحدیث کا ایسا علمی و تحقیقی مجموعہ ہے جو امام بخاری کی ژرف نگاہی اور فقاہت پر روشن دلیل ہے۔ کتاب متعدد بار طبع ہو کر متداول عام ہے۔ اس پر جامع تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ان شاء الله العزیز

2۔ التاریخ الکبیر:

امام صاحب کی یہ وہ تصنیف لطیف ہے جسے انہوں نے اپنی عمر کے اٹھارھویں سال چاندنی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حجرہ مبارکہ اور قبر کے درمیان بیٹھ کر تحریر کیا تھا۔ امام بخاری خود فرماتے ہیں:

" میں اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد کی ہمراہ مکہ مکرمہ حج کے لیے گیا۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد بھائی تو والدہ کو لے کر واپس وطن چلے گئے مگر میں حدیث پڑھنے کے لیے وہیں ٹھہر گیا۔ میری عمر جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو میں نے مختلف مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے فیصلے اور اقوال

مرتب کرنے لگا۔ ان دنوں حجاز میں عبید اللہ بن موسی کی حکومت تھی۔ انہی دنوں میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب منبر اور حجرے کے درمیان بیٹھ کر چاندنی راتوں میں "تاریخ کبیر" لکھی تھی"۔ (94)

امام بخاری کی یہ کتاب اسماء الرجال کی عمدہ ترین کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ راویان حدیث کے تراجم کا دلآویز تذکرہ کیا ہے۔ راویوں کے نام لکھنے میں انہوں نے حروف تہجی کی ترتیب کا اعتبار کیا ہے۔ علم و تحقیق کا یہ عظیم خزانہ مطبوع ہے۔ (95)

3۔ التاریخ الاوسط:

امام بخاری کی یہ وہ تصنیف ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے واقعات، صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے طبقات، ان کی وفات، نسب

---

(94) مِزّی ، تہذیب الکمال ، 16 /89۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 400۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 670۔

(95) "تاریخ کبیر" 361ھ میں پہلی مرتبہ علامہ عبد الرحمن معلمی یمانی کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہوئی۔ بعد ازاں مختلف مکتبات نے اسے طبع کیا۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے ہیں جو ابھی تک دنیا کی مختلف لائبریوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ تفصیل دیکھیں:

بروکلمان، کارل ، تاریخ الادب العربی ، تعریب : دکتور عبد الحلیم نجار، ناشر : دار المعارف ، القاھرہ، مصر، طبع چھارم ، 178/3۔ سزگین ، تاریخ التراث العربی ، 1 / 204 ۔ 205

نوٹ: التاریخ الکبیر کے منہج پر مفصل گفتگو کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب "جرح وتعدیل کے اصول وضوابط" (الحسینوی)

اور کنیت کے علاوہ ان راویان حدیث کا ذکر کیا ہے، جنہیں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص رغبت ہے۔ امام صاحب نے اس کتاب کو خاص اسلوب میں مرتب کیا ہے۔ تاریخ اوسط اور تاریخ صغیر کا طرزِ تحریر تقریباً ایک جیسا ہی ہے لیکن اس میں بعض رُواۃ حدیث اور واقعات کا اضافہ ہے۔ (96)

4۔ التاریخ الصغیر:

فن تاریخ میں یہ امام بخاری کی مختصر بے مثل تصنیف ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مشاہیر صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کی تاریخ بیان کی ہے۔ علاوہ ازیں مشاہیر کی سن وفات، حسب ونسب، کنیت اور جرح وتعدیل بھی ذکر کرتے ہیں فن تاریخ میں یہ ایک عظیم کتاب ہے جو کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ (97)

---

(96) تاریخ اوسط : ⇦

⇦ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 183۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 492۔ ابن الندیم ، ابو الفرج محمد بن اسحاق الندیم (385ھ) علامه ۔ الفهرست ، ناشر : دار المعرفة ، بیروت لبنان ، ص 322۔ حاجی خلیفه ، مصطفی بن عبد الله (1067ھ) علامه ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ، ناشر : دار الفکر بیروت ، لبنان ، 1402 ھ ، 1 / 220۔

تاریخ اوسط: یہ کتاب دار النشر ریاض سے 1998ء میں شیخ محمد بن ابراہیم لحیدان کی تحقیق سے پہلی مرتبہ چھپی ہے۔ اس کے محقق نے دو قلمی نسخوں پر اعتماد کیا ہے۔ فاضل محقق نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جو کتاب مدت مدید سے تاریخ صغیر کے نام سے مطبوع اور متداول ہے وہ بعینہ تاریخ اوسط ہے۔ واللہ اعلم

(97) یہ کتاب 1306ھ میں شیخ محمد محی الدین الہ آبادی کی تحقیق اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے افادات کے ساتھ الہ آباد ہند سے شائع ہوتی تھی۔ اس کے بعد اس کے کئی

5۔ خلق افعال العباد:

یہ کتاب عقیدہ کے مسائل پر ہے اس میں امام بخاری نے باطل فرقوں جہمیہ اور معطلہ کے باطل عقائد کا قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں خوب رد کیا ہے۔(98)

اس کتاب سے امام بخاری کا اعتقادی منہج بھی واضح ہو جاتا ہے۔

طبعات منصہ شہود پر آچکے ہیں ۔ بروکلمان اور سزگین نے اس کے قلمی نسخوں کا تذکرہ کیا ہے۔

بروکلمان ، تاریخ الادب العربی ، 3 / 178

سزگین ، تاریخ التراث العربی ، 1 / 204 ۔ 205

(98) ذهبي شمس الدين ذهبي ، سير اعلام النبلاء ، 10 / 507

یہ کتاب 1306ھ میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی تحقیق سے دہلی سے طبع ہوئی۔ بعد ازاں اس کے کئی طبعات منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس کے تین نسخوں کا مختلف کتب خانوں میں ذکر ملتا ہے۔

بروکلمان ، تاریخ الادب العربی ، 3 / 172

سزگین ، تاریخ التراث العربی ، 1 / 206

نوٹ: اس کتاب کا اردو میں ترجمہ عزیز القدر ڈاکٹر محمد زبیر شیخ (فاضل جامعہ محمدیہ، ملتان ولیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ کالج جہانیاں) نے کیا ہے جو دار ابن بشیر، قصور، پاکستان نے شائع کر دیا ہے۔ انڈیا سے یہ ترجمہ دار الفہیم پبلیکیشنز، مئوناتھ بھنجن (یوپی) کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

6۔ کتاب الضعفاء الصغیر:

اس کتاب میں امام بخاری نے حروف تہجی کی ترتیب سے ضعیف راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں وہ ضعیف راویوں کے تلامذہ اور ضعف کے اسباب پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔(99)

7۔ کتاب الکنیٰ:

فن حدیث میں الکنی کی اہمیت مخفی نہیں ہے۔ اس میں راویان حدیث کی کنیتوں کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ راویوں کے نام اور کنیتیں خلط ملط نہ ہو جائیں۔ محدثین کے لیے اس فن سے آگاہی نہایت ضروری ہوتی ہے اس کے بغیر وہ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ امام بخاری فنِ علل حدیث کے ماہر تھے اور وہ راویوں کی کنیتوں سے بخوبی واقف تھے۔ اس فن کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔(100)

---

(99) ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 492۔ وتغلیق التعلیق ، 5 /437

(100) 1360ھ میں یہ کتاب علامہ عبد الرحمن معلمی یمانی کی تحقیق سے حیدر آباد دکن ہند سے طبع ہوئی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ ازھریہ میں سلسلہ نمبر 3518 کے تحت موجود ہے۔

مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص224

حاکم کبیر ، ابو احمد محمد بن محمد (378ھ) امام، الاسامی والکنی ، تحقیق: یوسف بن محمد الدخیل ، طبع اول ، ناشر : مکتبة الغرباء الاثریه، مدینه منوره ، 1414 ھ ، 1 / 60 ۔113۔ ابن الندیم ، الفهرست ،، ص 322۔ ابن منده ، امام ، ابو عبد الله محمد بن اسحاق (310ھ /

8۔ الادب المفرد:

یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وآداب اور کردار وعادات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ اپنے موضوع میں ایک اہم اور مفید کتاب ہے۔ اس دورِ فتن میں اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ یہ کتاب اپنی اہمیت کے پیش نظر متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔(101)

9۔ جزء رفع الیدین:

یہ کتاب رفع الیدین کے مسئلہ پر بڑی اہم اور جامع کتاب ہے۔ اس میں امام صاحب نے رفع الیدین کے اثبات میں احادیث اور آثار جمع کیے ہیں اور عدم

395ھ)، فتح الباب فی الکنی والالقاب ، تحقیق : نظر محمد فاریابی ، ناشر: مکتبۃ الکوثر الریاض ، طبع اول ، 1417ھ

(101) یہ کتاب 1205ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی۔

علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی بخاری نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جو آگرہ ہند سے شائع ہوا۔ اسی طرح مولانا عبد الغفار نے اردو زبان میں "سلیقہ" کے نام ⇦ ⇦ سے اس کا ترجمہ کیا جو آگرہ ہی سے طبع ہوا۔ شیخ فضل اللہ جیلانی نے "فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد" کے نام سے اس کی شرح لکھی جو مطبوع ہے۔

محدث شام علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اس کی تخریج و تحقیق کی جو صحیح الادب المفرد اور ضعیف الادب المفرد کے نام سے مکتبہ نشر دار الصدیق سعودی عرب نے 1994م کو شائع کیں

اس طرح علامہ حسین بن عودہ نے "صحیح الادب المفرد" کی شرح لکھی جو مکتبہ اسلامیہ عمان اردن سے تین جلدوں میں 1423ھ کو شائع ہوئی۔

مبارک پوری، حاشیہ سیرۃ البخاری، ص 215

رفع الیدین کی روایات پر متانت اور علمی انداز میں نقد کیا ہے۔ یہ کتاب متعدد بار مختلف مکتبات سے شائع ہو چکی ہے۔(102)

10۔ جزء القراءة خلف الامام:

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے موضوع امام بخاری کا یہ اہم رسالہ ہے۔ جسے کافی شہرت حاصل ہوئی ہے۔

امام صاحب نے فاتحہ خلف الامام کے ثبوت میں احادیث اور آثار صحابہ و تابعین کو نہایت عمدگی سے جمع کیا ہے اور فریق مخالف کے دلائل کا مدلل اور خوبصورت انداز میں محاکمہ کیا ہے۔ یہ کتاب بھی کئی مرتبہ طبع ہوئی ہے۔(103)

---

(102) ابن ناصر الدين ، تحفة الاخبارى ، ص 182۔ ذهبى ، سير اعلام النبلاء ، 17 / 86۔ ابن حجر ، مقدمة فتح البارى ، ص 492

یہ کتاب" جلاء العينين بتخريج روايات البخارى فى جزء رفع اليدين " کے نام سے علامہ بدیع الدین شاہ راشدی کی تخریج کے ساتھ مطبوع ہے ۔ شیخ محدث ارشاد الحق اثری نے اپنے ادارہ العلوم اثریہ فیصل آباد پاکستان سے 1984ء میں شائع کی ہے۔ اسی طرح مکتبہ اسلامیہ لاہور نے مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج و تحقیق سے 2003ء کو طبع کی ہے۔

(103) ابن ناصر الدين ، تحفة الاخبارى ، ص 182۔ ذهبى ، سير اعلام النبلاء ، 17 / 86۔ ابن حجر ، مقدمة فتح البارى ، ص 492۔ ابن النديم ، الفهرست ، ، ص 322

یہ خلف الامام کے موضوع پر ایک بہترین اور عمدہ کتاب ہے۔ یہ متعدد بار طبع ہو کر منصہ شہود پر آچکی ہے۔ بروکلمان اور سزگین نے اس کے تین قلمی نسخوں کا تذکرہ کیا ہے۔

بروکلمان ، تاريخ الادب العربى ، 3 / 179

سزگین ، تاريخ التراث العربى ، 1 / 206

امام بخاری کی یہ وہ کتب تھیں جو طبع ہو کر منصہ شہود پر آچکی اور عام متداول ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ کتابوں میں "التاریخ الاوسط"۔ "الجامع الکبیر"۔ "اسامی الصحابہ"۔ "کتاب الوجدان"۔ "کتاب المبسوط"۔ "کتاب العلل"۔ "کتاب الفوائد"۔ "بر الوالدین" (104)۔ "کتاب الرقاق"۔ "کتاب الاشربہ"۔ اور "قضایا الصحابہ والتابعین" وغیرھا کتب قابل ذکر ہیں۔ سیرت بخاری کے مؤلف مولانا عبد السلام مبارک پوری نے امام بخاری کی مؤلفات کے ضمن میں 24 کتب کا ذکر کیا ہے اور اس کتاب کے محقق نے 11 مزید مؤلفات کا اضافہ کیا ہے۔ اس کی تفصیل سیرۃ البخاری میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (105)

اس موضوع پر بہت سی تالیفات ہیں۔ امام بیہقی کی کتاب القراءت کے علاوہ متاخرین میں سے علامہ عبد الحی لکھنوی کی "امام الکلام" اور شارح ترمذی علامہ ابو علی محمد بن عبد الرحمن مبارک پوری کی "تحقیق الکلام" یہ تمام جامع اور قابل قدر لائق مطالعہ کتب ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کا ڈاکٹر وصی اللہ عباس مدرس حرم مکی نے عربی ترجمہ کیا ہے جو مکتبہ دار الھجرہ، ثقبہ سعودی عرب نے 1415ھ میں شائع کیا ہے۔ جو 566 صفحات پر مشتمل ہے۔

مبارک پوری، حاشیہ سیرۃ البخاری، ص219

ہمارے شیخ علامہ محدث ارشاد الحق اثری نے اس موضوع پر نہایت عمدہ اور جامع کتاب "توضیح الکلام" کے نام سے لکھی ہے۔ جو اس موضوع پر انسائیکلوپیڈیا ⇐

⇐ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب لائق مطالعہ ہے۔ یہ اپنے موضوع پر مدلل اور بے مثل ہے۔

(104) یہ کتاب مطبوع ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ (الحسینوی)

(105) تفصیل کے لیے دیکھیں: مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص219-222

فصل سوم: شمائل وفضائل

مبحث اول: اخلاق وعادات

جتنا دین اسلام نے اخلاقیات اور عادات حسنہ کا درس دیا ہے اتنا کسی اور دین میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ خود رحمت عالم، محسن انسانیت پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین رتبہ پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے بارے قرآن میں «خلق عظیم » کی یوں شہادت دی ہے۔

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾[القلم 68 : 4]

" اور بے شک آپ بڑے (عمدہ) اخلاق پر فائز ہیں۔"

نبی ﷺ خود بھی اچھے اخلاق وعادت کے پیکر تھے اور اپنے تابعداروں اور ماننے والوں کو بھی اخلاق حسنہ اور عادات جمیلہ کے التزام کی نصیحت فرما گئے ہیں۔ اخلاق حسنہ کی ترغیب پر احادیث مبارکہ بکثرت ہیں جس شخص کی ساری زندگی حدیث رسول ﷺ اوڑھنا بچھونا ہو پھر احادیث مبارکہ کا اثر اس کے اخلاق وعادات اور کردار وطرز معاشرت پر ضرور نمایاں ہوتا ہے۔ حضرات محدثین کی زندگیوں حدیث کے حصول اور تعلیم وتعلم میں گزریں اور انہوں نے اپنے وجود کو بھی ان پاکیزہ تعلیمات کے تابع بنانے کی کوشش فرمائی۔ امام بخاری بھی قافلہ حدیث کے وہ حدی خواں تھے جنہوں نے اپنے اخلاق وکردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ان کے اخلاق وعادات، عبادت وریاضت اور طرز معاشرت کے تو متعدد واقعات تاریخ وسیرت کی کتابوں بھی محفوظ ہیں جن تمام کا تذکرہ یہاں طوالت کا باعث بنے گا لہذا ہم صرف ان کی حیات کے چند درخشاں واقعات وعادات کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

عبادت وریاضت:

اخلاق وعادات میں سب سے اہم عادت انسان کا اللہ تعالی کے ساتھ مضبوط تعلق اور ذوق عبادت ہے۔ امام بخاری اس عادت میں بے مثل تھے۔ آپ کے تعلق باللہ اور ذوق عبادت کے بارے کافی واقعات سیرت وتاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔ اس میں ایک دو کا تذکرہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

امام بخاری کا یہ ہمیشہ سے معمول رہا کہ وہ ہر رات رب کے حضور کھڑے ہوتے اور تیرہ رکعات نماز تہجد پڑھتے تھے ، جس میں ایک رکعت نماز وتر ہوتی۔ (106)

امام صاحب عبادت اتنے ذوق وشوق اور خشوع وخضوع سے پڑھتے گویا کہ دنیاومافیہا سے بے خبر ہیں۔ نماز میں اس قدر دل بستگی اور محویت ہوتی کہ احسان کی عملی تصویر نظر آتے تھے۔ امام صاحب کے وراق محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ:

امام بخاری کو دوست واحباب نے ایک روز ایک باغ میں دعوت دی۔ نماز ظہر کا وقت ہوا تو امام صاحب نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ جب سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے تو کمر سے قمیص اٹھائی اور اپنے خادم سے فرمایا: ذرا دیکھیں میری قمیص میں کیا چیز ہے ؟ خادم نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو ایک بھڑ نے آپ کے بدن پر سترہ ڈنگ مارے ہوئے تھے جس کی وجہ سے جسم پر ورم پڑ گئے تھے حاضرین مجلس میں سے کسی صاحب نے کہا کہ آپ نے پہلے ڈنک پر بھی نماز کیوں نہ ختم کر دی؟ تو

---

(106) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 13 ۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 241۔ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 205۔ ابن حجر ، مقدمة فتح الباری ، ص 481

آپ نے فرمایا:

"کنت فی آیة فاحببت أن اتمها "

"میں ایک آیت پڑھ رہا تھا میں نے چاہا کہ اسے مکمل پڑھ لوں۔"(107)

امام صاحب نماز کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت بکثرت کرتے تھے۔ تلاوت کے معمول کے بارے مقسم بن سعد بیان کرتے ہیں:

" امام بخاری رمضان میں جب لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تو بڑی ہلکی قراءت پڑھتے تھے، پورے مہینہ میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور خود تنہا نصف شب سے سحری تک قرآن پڑھتے اور تین روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور پھر صبح سے لے کر افطار کے وقت ایک روزانہ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ اس طرح رمضان مبارک میں کل اکتالیس مرتبہ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔"(108)

زہد و تقویٰ:

امام بخاری حد درجہ زاہد، متقی اور انتہائی پرہیز گار محدث تھے۔ آپ کے زہد و تقوی کی مثالیں لوگ بیان کرتے تھے۔ سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ:

"میں نے اپنی زندگی کے ساٹھ برس میں امام بخاری سے زیادہ فقیہ، متقی اور دُنیا سے بے رغبتی کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔" (109)

---

(107) ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 12 / 442

(108) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 2 / 12۔ مِزّی، تهذیب الکمال، 24 / 446۔ ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 12 / 438۔ ابن ناصر الدین، تحفة الاخباری، ص 210۔ ابن حجر، هدی الساری، ص 481

(109) ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 12/ 449۔ ابن حجر، هدی الساری، ص 678

ایک دفعہ ابو حفص نے کچھ مال امام بخاری کی خدمت میں بھیجا، بعض تاجروں نے شام کو آکر پانچ ہزار نفع دے کر خریدنا چاہا، امام موصوف نے فرمایا: آج آپ تشریف لے جائیں میں صبح اس کی بات پختہ کروں گا۔ صبح ہوئی تو دوسرے تاجر آ پہنچے انہوں نے پانچ ہزار کے بجائے دس ہزار نفع دے کر مال خریدنا چاہا۔ امام بخاری نے ان تاجروں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں نے بوقت شب پہلے تاجروں کو مال دینے کی نیت کر لی تھی اور یہ مال تاجر کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:

"لا أحب أن أنقض نيتي "

"میں اپنی نیت توڑنا پسند نہیں کرتا۔" (110)

یہ آپ کی پرہیز گاری اور زہد کی روشن دلیل ہے۔ ایسی پرہیز گاری کی وجہ سے آپ مسند رسول کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔

سادگی و قناعت پسندی:

امام صاحب انتہائی سادہ مزاج، کھانے پینے کے تکلّفات اور عیش پسندی سے بہت دُور تھے۔ قناعت پسندی اور جفاکشی کی عادت طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ کبھی امام بخاری پر ایسا دن بھی آکر گزر جاتا کہ وہ سارے دن میں ایک روٹی بھی نہ کھاتے البتہ کبھی دو یا تین بادام

---

(110) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 11۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 447۔ ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 479۔ ابن حجر ، تغلیق التعلیق ، 5 / 395

کھالیتے، مصالحہ دار ہنڈیا اور بھنی ہوئی اشیاء سے پرہیز کرتے تھے۔(111)

ابو الحسین یوسف بن ابی ذر بخاری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام بخاری علیل ہو گئے۔ ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا۔ اطباء نے قارورہ دیکھ کر کہا: یہ قارورہ ان درویشوں کے قارورہ سے مشابہہ ہے جو روٹیوں کے ساتھ سالن کا استعمال نہیں کرتے اور جن کا گزران صرف خشک روٹیوں پر ہے علاج بھی بالاتفاق یہی تجویز ہوا کہ ان کو روٹیوں کے ساتھ سالن دیا جائے آپ سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ چالیس برس سے سالن نہیں کھایا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اطباء نے آپ کے علاج میں سالن تجویز کیا ہے۔ آپ نے یہ سُن کر علاج سے انکار کر دیا۔ آپ کے شیوخ اور دیگر اصحاب علم نے مجبور کیا تو روٹیوں کے ساتھ شکر کھانی پسند فرمائی۔"(112)

حفص بن عمر اشقر فرماتے ہیں:

"ہم لوگ بصرہ میں اصحاب حدیث سے حدیث لکھتے تھے ہمارے ساتھ امام بخاری بھی کتابت حدیث میں شریک تھے امام بخاری کو ہم نے کئی روز کتابت حدیث میں شریک نہ پایا۔ تلاش کی تو اپنے حجرہ میں بے کس پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خرچ بالکل ختم ہو گیا ہے حتیٰ کہ بدن کے کپڑے بھی فروخت ہو چکے ہیں۔ بالآخر ہم نے آپ کے لیے کپڑوں کا انتظام کیا تو اس وقت سے ہمارے ساتھ درس حدیث میں شریک ہوئے۔(113)

---

(111) ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 450/12۔ ابن حجر، تغلیق التعلیق ، 5 / 398

(112) ابن حجر ، هدی الساری ، ص 481۔ وتغلیق التعلیق ، 5 / 398

(113) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 13۔ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، 15 / 41۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 448۔ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 209

یہ تھی آپ کی قناعت پسندی کہ ایسی حالت گزر جانے پر کسی سے اپنی حاجت پیش نہیں کی۔

رحم دلی وخدا ترسی:

آپ بڑے رحیم، نرم مزاج اور شفیق تھے۔ مزاج میں حد درجہ خدا ترسی اور رحم دلی رچی بسی تھی۔ عبد اللہ بن محمد بن صیارفی کہتے ہیں کہ:

میں ایک مرتبہ امام بخاری کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر تھا۔ آپ کی لونڈی کمرے میں داخل ہوئی، اس کے پاؤں کی ٹھوکر سے دوات الٹی اور روشنائی گر گئی۔ امام موصوف نے فرمایا: "كيف تمشين"؟

کس طرح چلتی ہو؟ لونڈی نے جواب دیا: "إذا لم يكن طريق كيف أمشي"؟ "جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں؟" امام صاحب نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے فرمایا:

"جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا"

صیارفی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ لونڈی نے تو آپ کو بڑا غصہ دلا دیا تھا۔ (مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا ہے) امام صاحب نے فرمایا:

"یہ بات ٹھیک ہے کہ اس نے غصہ دلانے والی بھی بات کی تھی لیکن میں نے بھی اسے آزاد کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کر لیا۔" (114)

---

(114) ذهبی، سير اعلام النبلاء، 12 / 452۔ ابن حجر، هدى السارى، ص 480۔ وتغليق التعليق، 5 / 395

خودداری اور سلاطین وحکام سے دوری:

امام بخاری انتہادرجہ غیور، حد درجہ خود دار اور زندہ ضمیر شخصیت کے مالک تھے ۔ امام بخاری نے جب بخارا شہر میں مسند حدیث پر متمکن ہو کر درس حدیث دینا شروع کیا تو طالبان علوم نبوت اور شائقین حدیث جوق در جوق بخارا کارخ کرنے لگے اور آپ کی مجلس علم سے فیض یاب ہونے لگے تو حاکم بخارا کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ایسے عظیم محدث سے اپنی اولاد نرینہ کو خصوصی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ چناں چہ امیر بخارا نے آپ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ آپ قصر شاہی میں آکر مجھے اور شہزادوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کا درس دیں۔ لیکن امام بخاری نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

" أنا لا أذل العلم ولا احمله إلى أبواب الناس فإن كانت لك إلى شئ منه حاجة فاحضرنی فی مسجدی أو فی داری " (115)

"یعنی میں علم کو در در پہ لے جا کر ذلیل نہیں کروں گا، اگر کسی کو اپنی علمی تشنگی بجھانا ہو یا کوئی حاجت ہو تو میری مسجد میں آئے یا میرے گھر پر حاضری دے۔"

اس صاف اور بے لگاؤ جواب سے حاکم بخارا کو سخت برہمی ہوئی اور اس نے آپ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ امام صاحب نے اپنے وطن سے نکلنا

---

(115) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 33/2۔ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، 15 / 48۔ مِزّی ، تہذیب الکمال ، 24 / 464۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء، 12 / 464۔ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 211۔ ابن حجر، هدی الساری ، ص 493۔ نووی ، تہذیب الاسماء واللغات ، 1 / 68

منظور کر لیا مگر علم کی ذلت گوارا نہ کی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ حد درجہ خود دار تھے۔ حکام اور بادشاہوں کی مجالس سے دور رہتے تھے۔ ان کی بے جا خوشامد اور تعریف سے پرہیز کرتے تھے۔ جیسا کہ درباری علماء اور درویشوں کا یہ خاص مشغلہ ہے۔ امام صاحب اس سے حد درجہ نفیر تھے۔

سخاوت و دریادلی:

امام بخاری گوناگوں صفات میں ایک نہایت اہم صفت اور عادت سخاوت اور صدقہ و خیرات کی تھی۔ وہ اپنے مال تجارت کی آمدنی سے غرباء و مساکین اور غریب طلبہ پر خرچ کر کے بڑے خوش ہوتے تھے۔ امام بخاری کے وراق محمد بن ابی حاتم نے اس بارے میں واقعات بیان کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: "میں ہر ماہ پانچ سو درہم بچالیا کرتا تھا پھر سارے میں حصول علم میں ہی خرچ کر ڈالتا۔ میں نے پوچھا: اس طریقے سے خرچ کرنے والے ایسے شخص کے درمیان جو مال دار نہیں ہے وہ مال جمع کرتا ہے پھر کمائی کرتا ہے تاکہ علم حاصل کرے پھر کہیں جاکے اس کے پاس علم آتا ہے تو ان کے درمیان کیا فرق ہے؟

تو انھوں نے جواب دیا: "وہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا اور وہی بہتر ہے۔" (116)

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ: امام بخاری بہت کم کھانا کھاتے، طالب علموں پر بہت شفقت فرماتے اور بڑے سخی و کرم فرما انسان تھے۔"

---

(116) ذهبی، سير اعلام النبلاء ، 449/12۔ ابن حجر، تغليق التعليق، 5 / 395

وہ مزید بتاتے ہیں:

"امام بخاری بہت صدقہ کرنے والے تھے وہ ضرورت مند اصحاب الحدیث کا ہاتھ تھام لیتے تو انہیں تقریباً بیس سے تیس (20۔30) درہم یا اس سے کم یا اس سے زیادہ درہم پیش کر دیتے اور اس بات کا انہیں شعور بھی نہ ہونے دیتے تھے۔ وہ اپنی درہموں والی تھیلی کا خیال رکھتے، اسے خود سے جدا نہ کرتے اور میں نے دیکھا کہ ایک روز وہ ایک شخص کو ایک تھیلی پیش کرنے کی بار بار کوشش کر رہے تھے، جس میں تین سو درہم موجود تھے کیونکہ درہموں کی یہ تعداد مجھے بعد ازاں ایک آدمی نے بتائی تھی، اور آپ کی غرض ان سے دعا کی درخواست کرنا تھا۔ امام بخاری نے اس شخص سے فرمایا: "مطمئن ہو کر اسے قبول فرمالیجیے، پھر وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو گئے تاکہ کسی اور کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔" (117)

غیبت سے اجتناب:

امام بخاری بڑے تقویٰ شعار، صاف گو، اور غیبت سے نہایت کنارہ کش تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

" ما اغتبت أحداً منذ علمت أن الغيبة حرام "

"یعنی جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے اس وقت سے میں نے کسی ایک کی غیبت نہیں کی۔" (118)

وہ فرماتے تھے کہ: " مجھے امید ہے کہ میرا کوئی مدعی قیامت کے دن نہ ہو گا۔" امام صاحب کے وراق کہتے ہیں کہ میں نے کہا: آپ پر لوگ تاریخ کے

---

(117) ابن حجر ، هدی الساری ، ص 481

(118) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 450۔ وتاریخ الاسلام ، ص 264

بارے شک کرتے ہیں کہ اس میں لوگوں کی غیبت ہے اور غیبت حرام ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

"تاریخ میں جو کچھ ہے، متقدمین کے اقوال منقول ہیں، ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی۔" (119)

اتباع سنت کا جذبہ:

امام بخاری حد درجہ اتباع سنت کے خوگر تھے آپ سنت رسول ﷺ کی تابعداری میں اس قدر پیروکار تھے حتیٰ کہ شریعت میں ملنے والی رخصتوں پر عمل کرنے میں بڑے شدید تھے۔ اس کا اندازہ امام حاکم ابو عبد اللہ کی خود اپنی امام بخاری سے روایت کردہ حدیث سے ہوتا ہے جس میں امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں بیمار ہو گیا، بیماری کوئی ایسی شدید نہ تھی اور یہ واقعہ رمضان مبارک کے مہینے میں پیش آیا۔ اسی دوران امام اسحاق بن راہویہ اپنے چند دوست واحباب کے ہمراہ میری تیمار داری کے لیے تشریف لائے ۔ انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا: ابو عبد اللہ! بتاؤ، روزے سے ہو یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے فرمایا: مجھے خوف پیدا ہوا تھا کہ کہیں آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی رخصت کے قبول کرنے میں کمزوری نہ دکھا جائیں، میں نے عرض کیا: ہمیں عبدان نے ابن مبارک سے اور انہوں نے ابن جریج سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا: کیسے مرض سے روزہ ترک کیا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: مرض کیسا بھی ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(119) ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 441- ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 480- ابن حجر ، تغلیق التعلیق ، 5 / 397

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا﴾[البقرہ2 : 184]

امام بخاری نے فرمایا: "کہ میرے استاد اسحاق بن راہویہ کے پاس یہ حدیث اس سند سے موجود نہ تھی۔" (120)

حدیث میں تیز اندازی کی بڑی اہمیت اور ترغیب وارد ہے۔ امام بخاری بھی شاہسواری اور تیر اندازی میں بڑے ماہر اور حد درجہ مشاق تھے۔

امام بخاری کے وراق فرماتے ہیں:

" فما أعلم أنی رایته فی طول ما صحبته أخطا سهمه الهدف إلا مرتین بل کان یصیب فی کل ذلك ولا یسبق "

"یعنی میں نے دو مرتبہ کے سوا کبھی امام بخاری کا تیر خطا کرتے ہوئے نہیں دیکھا حالانکہ میں مدتوں ان کی صحبت میں رہا۔"(121)

جفاکش اور خیر خواہ:

امام صاحب بڑے جفاکش اور نہایت خیر خواہ تھے۔ جو کام خود کر سکتے تھے، کبھی کسی دوسرے کو اس بارے تکلیف دینا گوارہ نہ فرماتے۔ دوسرے دوست واحباب اور ساتھیوں کے آرام سکون کا خیال رکھنے والے تھے۔

محمد بن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ امام صاحب کے ساتھ رات گزارنے کا موقع ملا تو میں نے دیکھا کہ امام موصوف پندرہ، بیس بار اٹھتے ، چراغ جلاتے اور کتب احادیث نکال کر ضروری احادیث کی نشاندہی کرتے۔ میں

---

(120) مصدر سابق

(121) ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 206۔ ابن حجر ، ھدی الساری، ص 487۔ ابن حجر ، تغلیق التعلیق ، 5 / 416 ۔ 417

نے ایک روز عرض کیا کہ آپ مجھے کیوں نہیں جگا دیتے؟ میں چراغ جلادیا کروں، تو برجستہ طور پر فرمایا:

" أنت شاب فلا أريد أن أفسد عليك نومك " (122)

"آپ نوجوان ہیں اور میں آپ کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

فہم و فراست:

امام بخاری کے قوت حافظہ اور بے مثال یاداشت کے واقعات تو گزشتہ صفحات کے زینت بن چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ امام موصوف فہم و فراست، عقل و دانش، استحضار اور خداداد فقاہت ایسی صفات سے متصف تھے۔ امام قتیبہ بن سعید کہا کرتے تھے کہ:

"میں نے مدتوں علمائے کرام کی خوشہ چینی کی ہے لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیل جیسا جامع شخص نہیں دیکھا۔ امام بخاری، فہم و فراست اور عقل و دانش میں ویسے ہی تھے جیسے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں تھے۔" (123)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

---

(122) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 444۔ سبکی ، الطبقات ، 2 / 226۔ ابن حجر ، هدی الساری ، ص 480۔ وتغلیق التعلیق ، 5 / 396

(123) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 13 - 14۔ مِزّی ، تهذیب الکمال ، 24 / 447۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 404۔ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 205

" وكان رأساً فى الذكاء ورأساً فى العلم " (124)

"یعنی آپ ذکاوت وفراست اور علم میں سب سے فائق اور یگانہ روز گار تھے۔"

مبحث دوم: اصحاب علم وفضل شیوخ ومعاصرین کے تاثرات

امام بخاری اپنے دور کے عظیم محدث، ماہر فن رجال علل حدیث کے غواص، علوم حدیث کے بحر بے کراں اور ژرف نگاہ فقیہہ تھے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے علم وفضل اور عظمت ورفعت کے قائلین میں آپ کے اساتذہ وشیوخ بھی شامل ہیں اور آپ کے اقران اور ہم عصر رفقاء بھی، آپ کی مدح وستائش کے اقراری آپ کے شیوخ بھی ہیں اور آپ کے معاصرین علمائے کرام بھی، آپ کی مدح وتعریف اپنوں نے بھی کی اور غیروں نے بھی۔ غرض آپ کے بارے میں متعدد اصحاب علم وفضل اور ارباب کمال کے کلمات وتاثرات کتب تاریخ وسیرت میں ملتے ہیں۔ ہم یہاں صرف آپ کے مشاہیر اساتذہ کرام اور معاصرین عظام کے تعریفی کلمات نقل کرنے پہ اکتفا کریں گے۔

شیوخ کرام کے تعریفی کلمات:

شاگرد کے احوال واطوار کے بارے جتنا استاذ محترم کو علم ہوتا ہے اتنا دوسرا شخص نہیں جانتا ہے۔استاذ گرامی اپنے شاگرد کی ذہانت وفطانت، فہم وفراست، علمی ذوق وشوق اور شرافت ونجابت سے بخوبی آشنا ہوتا ہے تلمیذ کی

---

(124) ذهبی، سير اعلام النبلاء، 2 / 555۔ ابن حجر، هدى السارى، ص 482۔ ابن حجر، تغلیق التعلیق، 5 / 402۔

فطری صلاحیتوں اور مطالعہ کتب کے شوق و لگن سے جتنا استاذ مکرم باخبر ہوتا ہے اتنا دوسرا شخص نہیں ہوتا ہے۔ ذیل ہیں ہم امام موصوف کے چند مشہور اساتذہ کرام کے توصیفی کلمات نقل کریں گے۔

امام سلیمان بن حرب (140ھ / 224ھ)

امام سلیمان بن حرب اپنے دور کے جلیل القدر عالم تھے۔(125) انہوں نے امام بخاری کو دیکھ کر فرمایا تھا:

"هذا يكون له صيت" (126)

" عنقریب اس کا بڑا شہرہ ہو گا۔"

امام سلیمان بن حرب کی بات سچی نکلی واقعی امام بخاری کو چار دانگ عالم شہرت حاصل ہوئی۔ امام سلیمان بن حرب، امام بخاری کے تبحر علمی کے بڑے معترف تھے اور امام بخاری کو کہا کرتے تھے:

" بيّن لنا اغلاط شعبة " (127)

---

(125) ابو ایوب سلیمان بن حرب ارذی بصری، 140ھ میں پیدا ہوئے، علم رجال و علم فقہ پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے، 224ھ میں وفات پائی۔
مِزّی ، تهذيب الكمال ، 8/ 24۔ ابن حجر ، تهذيب التهذيب ، مطبعة دائرة المعارف النظاميه ، حيدر آباد، دكن ،هند ، 1335ھ ، 4 /158۔ ابو حاتم رازی ، الجرح والتعديل ، 4 /108

(126) ذهبي، سير اعلام النبلاء، 420/12۔ ابن حجر، هدى السارى، ص 674۔

(127) ذهبي ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 419۔ ابن حجر ، هدى السارى، ص 482۔ وتغليق التعليق ، 5/ 400

"ہمیں شعبہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو۔"

امام ابو مصعب احمد بن ابو بکر زہری (150ھ / 242ھ)

امام ابو مصعب زہری امام مالک کے شاگرد ہیں اور اپنے دور کے بلند پایہ محدث اور ممتاز فقیہ تھے۔ (128) وہ فرماتے ہیں:

" محمد بن إسماعيل أفقه عندنا وأبصر بالحديث من أحمد بن حنبل "

"یعنی ہمارے نزدیک امام بخاری حدیث اور فقہ میں امام احمد بن حنبل سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔"

اہل مجلس میں سے کسی نے اعتراض کیا اور کہا کہ اے ابو مصعب! "قد جاوزت الحد "تونے انہیں خود ہی حد سے بڑھا دیا ہے" تو امام ابو مصعب نے جواباً عرض فرمایا:

" لو ادركت مالكا ونظرت الى وجهه ووجه محمد بن اسماعيل لقلت كلاهما واحد فى الحديث والفقه " (129)

---

(128) ابو مصعب احمد بن ابو بکر قرشی زہری مدنی، 150ھ میں پیدا ہوئے امام مالک کے تلمیذ تھے، مامون الرشید کی طرف سے مدینہ کے عہد قضاء پر فائز رہے اپنے دور کے ممتاز عالم اور فقیہ تھے۔ 242ھ میں وفات پائی۔
ذهبي ، تذكرة الحفاظ ، 2/ 482 ـ 483

(129) خطيب بغدادی ، تاريخ بغداد ، 2 / 19۔ مِزّی ، تهذيب الكمال ، 24/ 455۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 420۔ ابن ناصر الدين ، تحفة الاخباری ، ص 201۔ ابن حجر ، هدى السارى ، ص 482

"یعنی اگر تو امام مالک کے عہد کو پاکر اس کے چہرے اور محمد بن اسماعیل کے چہرے کو دیکھتے تو کہہ اٹھتے کہ حدیث اور فقہ میں دونوں ہم پلہ ہیں۔"

امام قتیبہ بن سعید ثقفی (150ھ۔240ھ)

امام قتیبہ بن سعید ثقفی اپنے دور کے بلند پایہ محدث تھے۔ (130) وہ امام بخاری کے بارے فرماتے ہیں:

" جالست الفقهاء والزهاد والعباد فما رأيت منذ عقلت مثل محمد بن إسماعيل وهو فى زمانه كعمر فى الصحابة "(131)

"یعنی میں نے فقہاء، اہل زہد اور عبادت گزار لوگوں کے ساتھ مجالست کی اور ان کی خوشہ چینی کرتا رہا لیکن جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے محمد بن اسماعیل ایسا کوئی نہیں دیکھا۔ امام بخاری اپنے دور میں ایسے ہیں جیسے دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔"

امام احمد بن حنبل (164ھ / 241ھ)

جبل استقامت امام احمد بن حنبل کا شمار ان اجلّہ ائمہ اسلام میں ہوتا ہے

---

(130) قتیبہ بن سعید ثقفی، 150ھ میں پیدا ہوئے۔ امام عبد اللہ بن مبارک، امام مالک اور امام سفیان بن عینیہ کے شاگرد تھے، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی ایسے نامور محدثین کے استاذ تھے۔ اپنے دور کے بلند پایہ محدث اور امام تھے۔ 240ھ میں وفات پائی۔

ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 13/11۔ مِزّی، تهذیب الکال، 15/ 236۔

(131) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 431

ابن حجر ، هدی الساری ، ص 482

جنہوں نے علم حدیث کے لیے بے حد قربانیاں دیں۔(132) وہ امام بخاری کے بارے فرماتے ہیں:

" ما أخرجت خراسان مثل محمد بن إسماعيل "

"خراسان نے محمد بن اسماعیل جیسا (محدث) کوئی پیدا نہیں کیا۔" (133)

امام محمد بن بشار (بندار)(167ھ /252ھ)

محدث باوقار امام محمد بن بشار بندار بذات خود بہت بڑے محدث وعالم تھے۔(134) وہ امام کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(132) احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، 164ھ میں پیدا ہوئے، یحیی بن سعید قطان اور سفیان بن عیینہ وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں اور آپ سے خلق کثیر نے فیض پایا، جن سے بڑے بڑے امام شامل ہیں اپنے دور کے بلند مقام امام، عظیم محدث اور اہل سنت کے امام تھے۔ 241ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 11 / 117۔ سبکی ، الطبقات ، 2 /27

(133) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 / 21 ۔ ابن جوزی ، المنتظم، 12 / 116۔ مِزّی ، تهذيب الكمال ، 24/ 456۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 421۔ ابن ناصر الدین ، تحفة الاخباری ، ص 200۔ ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 482

(134) محمد بن بشار العبدی بصری، بندار کے لقب سے معروف تھے۔ 167ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے، امام وکیع، امام یحیی بن سعید وغیرہ ایسے محدثین سے کسب فیض کیا اور آپ سے کتب ستہ کے مؤلفین سمیت امام ابو زرعہ، امام ابو حاتم، امام ابن خزیمہ اور امام بغوی وغیرہم نے علم حاصل کیا۔252ھ میں وفات پائی۔

ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 144

" محمد بن إسماعيل أفقه خلق الله فی زماننا " (135)

"امام بخاری ہمارے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔"

امام علی بن حجر مروزی (154ھ / 244ھ)

امام بخاری کے مشہور شیوخ میں امام علی بن حجر مروزی کا نام بھی نمایاں ہے۔(136) وہ امام بخاری کی ستائش میں یوں فرماتے ہیں:

" أخرجت خراسان ثلاثه البخاری فبدا به قال وهو أبصرهم وأعلمهم بالحديث وأ فقههم قال ولا أعلم أحداً مثله "

"یعنی خراسان نے تین نامور ہستیوں کو پیدا کیا۔ ان میں پہلے نمبر پر امام بخاری ہیں اور فرمایا: امام بخاری ان میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے، زیادہ علم حدیث کو جاننے والے اور سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔" مزید فرمایا:

"میرے علم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔"(137)

امام عبداللہ بن محمد مسندی (229ھ)

اپنے عہد کے جلیل القدر امام اور بلند پایہ محدث تھے۔(138) وہ امام

(135) ذهبی، سير اعلام النبلاء، 429/12۔ ابن حجر، هدى الساری، ص 483

(136) ابو الحسن علی بن حجر مروزی، 164ھ میں پیدا ہوئے، امام عبد اللہ بن مبارک اور امام سفیان بن عینیہ ایسے محدثین سے فیض کیا۔ اور آپ سے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی ایسے ائمہ حدیث نے علم حاصل کیا۔ 244ھ کو فوت ہوئے۔

مِزّی، تهذيب الكمال ، 13/ 219۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 11 / 507

(137) خطیب بغدادی ، تاريخ بغداد ، 2 /28۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 421۔ ابن حجر ، هدى الساری ، ص 484

صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

" محمد بن إسماعيل إمام فمن لم يجعله إماماً فاتهمه "

"یعنی امام بخاری واقعی (فن حدیث) کے امام ہیں جو کوئی ان کو امام نہ سمجھے اس کو تم متہم سمجھو۔"(139)

امام علی بن مدینی(162ھ/234ھ)

امام علی بن مدینی کا امام بخاری کے مشہور شیوخ میں ایک نمایاں نام ہے۔وہ اپنے عہد کے عظیم محدث اور علل حدیث کے ماہر تھے۔(140) امام بخاری فرماتے ہیں:

" ما استصغرت نفسي عند أحد إلا عند علي بن المدين وربما كنت أغرب عليه "

"یعنی میں نے خود کو کبھی کسی کے سامنے اتنا چھوٹا محسوس نہیں کیا جتنا امام

---

(138) عبد اللہ بن محمد المسندی، امام وکیع بن جراح، امام یحیی بن معین اور امام ابو داؤد طیاسی ایسے اساطین علم سے علم حدیث اخذ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں بخاری، ذہلی، اور ابو زرعہ رازی ایسے اصحاب حدیث وغیرہم شامل ہیں۔229ھ میں فوت ہوئے۔

مِزّی ، تهذيب الكمال ، 10/ 497۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 10 / 658

(139) ابن حجر ، هدى السارى ، ص 484۔ وتغليق التعليق ، 5 / 408

(140) علی بن عبد اللہ بصری المعروف ابن مدینی، 162ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ امام سفیان بن عیینہ، امام یحیی بن سعید قطان اور امام حماد بن زید سے کسب فیض کیا، آپ کے تلامذہ میں امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام محمد بن یحیی ذہلی ایسے اساطین علم شامل ہیں۔234 کو سامراء میں وفات پائی۔

مزّی ، تهذيب الكمال ، 13/ 327۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 11 / 41

علی بن مدینی کے سامنے محسوس کرتا ہوں، پھر بھی بسا اوقات امام علی بن مدینی کو ایسی احادیث سنادیا کرتا تھا کہ جو انہیں معلوم نہ ہوتی تھیں۔"

حامد بن احمد کا بیان ہے کہ جب یہ بات علی بن مدینی کے سامنے پیش کی گئی تو امام علی بن مدینی نے فرمایا:

" دع قوله هو ما رأى مثل نفسه "

"یعنی امام بخاری کے قول کو چھوڑ دو، انہوں نے خود بھی اپنے جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔"(141)

امام اسحاق بن راہویہ (161ھ / 238ھ)

امام اسحاق بن راہویہ، حدیث، فقہ، اور دیگر علوم کے ماہر اور حافظ تھے اور امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور تھے۔(142)

حاشد بن عبد اللہ کہتے ہیں:

"ایک دفعہ ہم لوگ امام اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، عمرو بن زرارہ بھی وہاں موجود تھے، عمرو بن زرارہ امام بخاری سے احادیث سن کر آگے

---

(141) ابن حجر ، هدى السارى ، ص 483

(142) اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ مروزی ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔ 161ھ میں پیدا ہوئے۔ امام سفیان بن عیینہ، امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع ⇦ ⇦ بن جراح ایسے محدثین سے کسب علم کیا اور آپ کے فیض یافتگان میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ذہلی وغیرہم کے نام نمایاں ہیں اپنے دور کے عظیم محدث اور بلند پایہ عالم دین تھے۔ مضبوط قوت حافظہ کے مالک تھے۔ 238ھ میں وفات پائی۔

مزی ، تهذيب الكمال ، 2/ 10 ـ 19

املا کر ا رہے تھے۔ دیگر محد ثین ان سے احادیث لکھ رہے تھے ، اسی دوران امام اسحاق بن راہو یہ نے فرمایا:

" محمد بن إسماعيل ابصر منى "

"یعنی امام بخاری مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے ہیں"

حالانکہ امام بخاری ان دنوں ابھی نوجوان تھے۔ (143)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ (159ھ / 235ھ)

اپنے دور کے بلند پایہ عالم اور محدث تھے اور بے مثال حافظہ کے مالک تھے۔(144)

وہ امام بخاری کے بارے فرمایا کرتے تھے:

"یہ نوجوان بڑا صاحب بصیرت اور باہمت ہے۔"(145)

(143) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 429۔ ابن حجر ، هدى السارى ، ص 484۔ ابن حجر ، تغلیق التعلیق ، 5 / 408

(144) ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ ، 159ھ میں پیدا ہوئے ، عمر اور حافظے کے اعتبار سے امام احمد بن حنبل ، امام اسحاق بن راہو یہ اور امام علی بن مدینی کے ہم پایہ تھے ، امام سفیان بن عینیہ ، امام یحیی بن سعید قطان اور امام عبد اللہ بن مبارک کے سامنے زانوئے ⇦
⇦ تلمذ تہہ کیے اور آپ کے تلامذہ میں امام بخاری ، امام مسلم ، امام ابو داؤد ، اور امام ابن ماجہ وغیرہم ایسے اصحاب علم وکمال کے نام نمایاں ہیں۔ 235ھ کو فوت ہوئے۔
مزی، تہذیب الکمال ، 10/ 483 ۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 11 / 122

(145) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 425

اقران و معاصرین کے توصیفی فرمودات:

عربی زبان کا یہ مقولہ بڑا مشہور ہے "المعاصرة سبب المنافرة "
"یعنی معاصرت منافرت وعداوت کا باعث ہوتی ہے"

یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نا ممکن ہے۔ معاصرین کی نفرت وعداوت سے بچنا بہت مشکل معاملہ ہے۔ یہ عادت انسانی طبیعت میں ودیعت فرما ہے کہ ایک ہی فن میں ماہر اور باکمال معاصرین ایک دوسرے کی مہارت و عظمت کا اعتراف کما حقہ نہیں کرتے جبکہ ہم عصر ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں میں مخالفت ور قابت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جو آہستہ آہستہ باہمی منافرت تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس حقیقت کے باوجود اگر کوئی معاصر کسی اپنے ماہر فن اور باکمال قرین کا اچھے الفاظ میں ذکر خیر کر دیتا ہے اور اس کے فضل و کمال کا اعتراف کر لیتا ہے تو اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس کی مدح سرائی خود اس کے معاصرین واقران کر رہے ہیں، تو وہ خود کتنے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گا۔

ذیل میں ہم امام بخاری کے ان معاصرین اور رفقاء کے اقوال ذکر کر رہے ہیں جو خود فضل و کمال اور علم و فن کے بڑے اونچے درجے پر براجمان تھے۔ ان ارباب علم وفضل نے معاصرت کے باوجود امام بخاری کے کمالات کو صرف حیرت ہی کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ ان کے علم وفضل اور عظمت و کمال کا اعتراف ایسے الفاظ میں کیا ہے جن سے امام موصوف کی اعلیٰ درجہ کی علمی فضیلت، خدا داد فقاہت، قوت یاداشت اور فہم و فراست کا ثبوت ملتا ہے۔

ذیل میں امام موصوف کے معاصرین کے توصیفی فرمودات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابو حاتم رازی (195ھ / 277ھ)

امام ابو حاتم رازی (195ھ / 277ھ) اپنے دور کے عظیم محدث تھے۔ (146) اور امام بخاری کے جلیل القدر رفقاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"لم تخرج خراسان قط أحفظ من محمد بن إسماعيل ولا قدم منها إلى العراق أعلم منه"

"کہ خراسان میں امام بخاری جیسا کوئی بڑا حافظِ حدیث پیدا نہیں ہوا، نہ کوئی ان سے بڑا کوئی عالم خراسان سے عراق آیا۔" (147)

امام حسین بن محمد العجلی (294ھ)

اپنے دور کے بہت بڑے امام حافظ اور فن تجوید کے ماہر تھے۔ (148) وہ

---

(146) ابو حاتم محمد بن ادریس رازی، 195ھ میں پیدا ہوئے، امام احمد بن حنبل، امام یحیی بن معین اور فضل بن دکین وغیرہم سے کسب فیض کیا۔ آپ کے تلامذہ میں امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ وغیرہم قابل ذکر ہیں، آپ نے حدیث کے باب میں گراں قدر خدمات انجام دیں، 277ھ میں 83 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔
مزی ، تہذیب الکمال ، 16/ 56۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 13 / 247

(147) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 /23۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 431۔ ابن ناصر الدين ، تحفة الاخباری ، ص 201۔ ابن حجر ، هدی الساری ، ص 484

(148) حسین بن محمد بن عبید العجلی، امام یحیی بن معین کے شاگرد تھے۔ خطیب بغدادی نے انہیں ثقہ، متقن اور حافظ قرار دیا۔ اپنے دور کے حافظ اور فن تجوید کے ماہر تھے۔ 294ھ میں وفات پائی۔

فرماتے ہیں:

" ما رايت مثل محمد بن إسماعيل ومسلم حافظ ولكنه لم يبلغ مبلغ محمد بن إسماعيل "

"یعنی میں نے محمد بن اسماعیل ایسا کوئی نہیں دیکھا اور امام مسلم حافظ تو ہیں لیکن وہ امام بخاری کے مقام و مرتبہ پر نہیں پہنچ سکے۔"(149)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی (181ھ / 225ھ)

امام دارمی اپنے وقت کے جلیل القدر محدث و امام تھے "سنن دارمی" کے نام سے ان کا مجموعہ حدیث متداول ہے۔ (150) وہ امام بخاری کے بارے رطب اللسان ہیں:

" قد رأيت العلماء بالحرمين والحجاز والشام والعراق فما رأيت فيهم أجمع من محمد بن إسماعيل "

"یعنی میں نے حرمین، حجاز، شام اور عراق کے مقامات پر علمائے کرام کو دیکھا ہے لیکن ان تمام علماء میں امام بخاری سے زیادہ جامع شخصیت کوئی نہیں

خطيب بغدادى ، تاريخ بغداد ، 8 /93- ذهبى ، تذكرة الحفاظ ، 2 / 677- ذهبى ، سير اعلام النبلاء ، 14 / 90

(149) ابن حجر، هدى السارى، ص 484- ذهبى، سير اعلام النبلاء، 436/12

(150) ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سمرقندی، 181ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے اساتذہ ہیں فضل بن دکین، محمد بن سلام بیکندی، اسماعیل بن ابی ادریس وغیر ہم شامل ہیں۔ آپ سے امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام ترمذی ایسے ائمہ حدیث نے کسب فیض کیا۔ سنن دارمی کے نام سے آپ کی علمی یادگار موجود ہے۔ 255ھ میں وفات پائی۔
مزى ، تهذيب الكال ،10/ 283- ذهبى ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 224

دیکھا۔"(151)

وہ مزید فرماتے ہیں:

" هو اعلمنا وافقهنا واكثرنا طلباً "

"یعنی امام بخاری ہم سے زیادہ علم والے زیادہ فقاہت والے اور بکثرت حدیث طلب کرنے والے تھے۔"(152)

امام صالح بن محمد جزرہ(293ھ)

اپنے عہد کے بلند پایہ محدث، عظیم امام اور قابل حجت حافظ تھے۔(153)

وہ فرماتے ہیں:

" مارأيت خراسانيا أفهم من محمد بن إسماعيل "

"یعنی میں نے خراسانیوں میں محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر سمجھدار نہیں دیکھا۔"(154)

امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ(223ھ / 311ھ)

اپنے زمانے کے یگانہ روزگار امام، بے مثل حافظ اور عظیم محدث تھے۔

---

(151) ابن حجر، هدى السارى، ص 485- ذهبى، سير اعلام النبلاء، 432/12

(152) ذهبى، سير اعلام النبلاء، 426/12- ابن حجر، هدى السارى، ص 485

(153) صالح بن محمد، ابو علی اسدی بغدادی، جزرہ کے لقب سے معروف تھے۔ اپنے عہد کے عظیم محدث بلند پایہ حافظ اور عالم تھے۔ 293ھ کو وفات پائی۔
ذهبى ، سير اعلام النبلاء ، 14 / 23

(154) خطيب بغدادى ، تاريخ بغداد ،2 /22- ابن حجر ، هدى السارى ، ص 485- ابن حجر ، تغليق التعليق ، 5 / 411

(155) وہ فرماتے ہیں:

" ماتحت أديم السماء أعلم بالحديث من محمد بن إسماعيل "

" یعنی محمد بن اسماعیل سے زیادہ حدیث کا عالم آسمان کے نیچے کوئی نہیں۔"(156)

امام ابو زرعہ رازی (200ھ / 264ھ)

امام ابو زرعہ اپنے عہد کے بلند مقام امام، مستند محدث اور عظیم حافظ حدیث تھے آپ کا شمار امام بخاری کے جلیل القدر رفقاء میں ہوتا ہے۔(157)

محمد بن حدیث کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو زرعہ رازی سے عبد اللہ بن لھیعہ کے متعلق سوال کیا کہ ابن لہیعہ کیسا راوی ہے؟ تو امام ابو زرعہ رازی نے فرمایا:

" تركه أبو عبد الله يعني البخاري "

---

(155) ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، 223ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اسحاق بن راہویہ اور محمد بن حمید وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ اور آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا، صحیح ابن خزیمہ آپ کا عظیم علمی شاہکار ہے۔ 89 سال کی عمر پاکر 311ھ کو فوت ہو گئے۔

ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 14 / 385

(156) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ،2 /27۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 431۔ ابن حجر ، هدی الساری ، ص 485

(157) ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم قرشی رازی، 200ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل، فضل بن دکین اور قتیبہ بن سعید سے کسب فیض کیا۔ آپ سے امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ نے علم حدیث پڑھا۔ آپ امام بخاری کے جلیل القدر رفیق تھے۔ 264ھ کو 64 سال کی عمر پاکر وفات پائی۔

مزی ، تهذیب الکمال ،12/ 223۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 13 / 65

"یعنی اسے تو امام بخاری نے ترک کر دیا ہے۔"(158)

مطلب اس ضعیف راوی کے متعلق کیا پوچھنا ہے اسے تو امام بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔ جس کی امام بخاری ایسے ماہر فن نے حدیث چھوڑ دیں وہ قابل اعتبار کیسے ہو سکتا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ معاصر محدثین امام بخاری کی فن رجال میں مہارت اور علل حدیث میں معرفت پر بڑا اعتماد کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی (209ھ/279ھ)

اپنے دور کے عظیم محدث، وسیع النظر امام اور ژرف نگاہ فقیہ تھے۔ (159) آپ کا شمار امام بخاری کے قابل قدر تلامذہ میں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں:

" لم أرى أعلم بالعلل والأسانيد من محمد بن إسماعيل "

"یعنی میں نے علل حدیث اور اسانید کی پہچان و معرفت میں امام بخاری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔"(160)

---

(158) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ،2 /23۔ مزی ، تهذیب الکمال ،16/ 101۔ ابن حجر ، هدی الساری ، ص 484

(159) ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ سلمی ترمذی، 209ھ میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام قتیبہ بن سعید وغیرہ سے علم حدیث پڑھا آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ جامع ترمذی، کتاب العلل، شمائل ترمذی آپ کی یادگار کتب ہیں۔ اپنے دور کے جلیل القدر محدث، حافظ اور فقیہ تھے۔

مزی، تهذیب الکمال، 250/26۔ ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 270/13۔ ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، 2 / 633۔ ابن حجر ، تهذیب التهذیب، 9 / 387

(160) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 27/2۔ ابن حجر، هدی الساری، ص 485

امام مسلم بن حجاج(202ھ / 261ھ)

امام مسلم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اپنے دور کے متبحر فی العلم قابل حجت حافظ حدیث اور بلند پایہ محدث تھے۔ (161) وہ امام بخاری کے بارے فرماتے ہیں:

" أشهد أنه ليس فی الدنيا مثلك "

" میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسی کوئی شخصیت نہیں ہے۔"(162)

ہم انہی مشاہیر فضلائے کرام اور ارباب علم وفضل کے اقوال پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو امام بخاری کے دیگر اقران ومعاصرین کے تعریفی کلمات اور توصیفی فرمودات پڑھنے کا شائق ہے وہ مقدمہ فتح الباری کا مطالعہ کرے۔

امام بخاری کی مدح میں اگر متاخرین علمائے کرام کے یہ اقوال نقل کیے جائیں تو مستقل ایک ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے جس کا یہاں محل نہیں ہے۔

اس بحر بے کراں کے فضائل وعظمت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی

---

(161) مسلم بن حجاج بن مسلم، ابو حسین عساکر الدین، 202ھ میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی اور امام بخاری ایسے اصحاب الحدیث سے علم حدیث اخذ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں امام ابو حاتم رازی، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ اور امام ابو عوانہ ایسے بلند پایہ محدثین شامل ہیں۔ آپ نے کافی کتب تالیف کیں جن میں صحیح مسلم نمایاں ہے۔ 261ھ کو 55 سال کی عمر پاکر وفات پائی۔
مزی، تهذيب الكمال، 499/27۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، 2 / 588۔ ذهبی، سير اعلام النبلاء ، 12 / 557۔ خطيب بغدادی ، تاريخ بغداد ،100/13

(162) ابن حجر ، هدى السارى ، ص 485

رقمطراز ہیں:

" ولو فتحت باب ثناء الائمة عليه ممن تأخر عن عصره لفنى القرطاس ونفدت الأنفاس فذلك بحر لاساحل له"

"یعنی امام بخاری کی مدح وثنا میں اگر متاخرین کے اقوال کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر کاغذ ختم ہو جائے اور عمر صرف ہو جائے۔ متاخرین کی مدح سرائی بحر بے پایاں ہے۔"(163)

ع سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

امام نووی رقمطراز ہیں:

" جان لو! کہ امام بخاری کا بلند مقام اور افاضل اور اپنے رفقاء پر علم حدیث میں فائق ہونا پہلے اور بعد کے زمانہ میں متفق علیہ ہے اور ان کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی تعریف اور ان کے مناقب کو عام کرنے والے زیادہ تر ان کے بڑے بڑے ممتاز شیوخ ہیں جو علم و فضل میں ماہر اور مضبوط تھے۔"(164)

عقیدہ و منہج:

اللہ تعالیٰ نے جو آخری دین خاتم الرسل پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا وہ انتہائی شفاف، پاکیزہ اور آسان فہم دین ہے۔ اس کی بنیاد وحی پر ہے۔ یہ وحی قرآن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صورت میں محفوظ ہے۔ ان دونوں کی اتباع اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پر فرض قرار دی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

(163) مصدر سابق

(164) نووی ، تهذیب الاسماء واللغات ، 71/1

﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[الانعام 6 : 155]

"(اور یہ کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر وبرکت والی ہو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔" (165)

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾[الاعراف 7 : 3]

"تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت بد پرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔" (166)

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن، اور جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یعنی حدیث، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:"میں قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں۔"

ان دونوں کا اتباع ضروری ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کی پیروی مت کرو ۔ جس طرح زمانہ جاہلیت میں سرداروں، نجومیوں اور کاہنوں کی بات کو ہی اہمیت دی جاتی حتیٰ کہ حلال وحرام میں بھی ان کو سند تسلیم کیا جاتا تھا۔" (167)

---

(165) جوناگڑھی، مولانا محمد، ترجمۃ القرآن، ص 402

(166) جوناگڑھی، مولانا محمد، ترجمۃ القرآن، ص 407

(167) صلاح الدین یوسف، حافظ، احسن البیان، ص 407

اس وحی الٰہی کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کی رہنمائی فرمائی۔ اور امت کو روشن منہاج عطا فرمایا۔ قرآن وحدیث پر چلنے کو کامیابی کا زینہ قرار دیا اور قرآن وسنت سے ہٹنا گمراہی وضلالت کا باعث بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما: کتاب الله وسنة رسوله»

”میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے (وہ دو چیزیں) ایک اللہ کی کتاب (قرآن) ہے اور (دوسری) اس کے رسول کی سنت ہے۔“ (168)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

«ترکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها لا یزیغ عنها بعدی الا هالك»

”میں تمہیں روشن راہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کے مانند ہے۔ میرے بعد اس (روشن منہج) سے وہی کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔“ (169)

---

(168) مالک ، مالک بن انس ، موطا الامام مالک ، روایه : یحیی بن یحیی اللیثی ، اعداد : احمد راتب عرموش ، ناشر : دار النفائس ، بیروت، لبنان ، 1404ھ / 1983م ، الکتاب الجامع باب النھی عن القول بالقدر۔ البانی ، علامه محمد ناصر الدین الالبانی ، صحیح الجامع الصغیر، ناشر : المکتب الاسلامی ، بیروت لبنان ، 1399ھ / 1979 م ، رقم الحدیث : 2934

(169) احمد ، المسند ، 126/4۔ ابن ماجه ، ابو عبد الله محمد بن یزید قزوینی امام ، سنن ابن ماجه ، ناشر : دار الکتب العلمیة ، بیروت لبنان ،

ان ہر دو احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو کتاب وسنت کا روشن منہج عطا کیا اور جو اس روشن منہج پر گامزن رہا وہ گمراہی وکج روی سے بچا رہا اور جو اس روشن راہ سے دور ہٹ گیا وہ گمراہی کی دلدل میں پھنس گیا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین عظام رحمہم اللہ اسی کتاب وسنت کے مسلک پر گامزن رہے۔ عقائد وفروع میں ان کا مرجع کتاب وسنت کی نصوص ہی رہا۔ ائمہ ومحدثین کرام اسی روشن منہاج کے سالک تھے۔

ہمارے ممدوح امام بخاری رحمہ اللہ کتاب وسنت کے علمبردار اور داعی تھے۔ امام موصوف کی کتاب "الجامع الصحیح" کے عمیق مطالعہ سے آپ کے منہج کا خوب علم ہو جاتا ہے۔ امام موصوف کسی کے مقلد نہ تھے۔ وہ کتاب وسنت پر عامل تھے اور اجتہاد کے مقام علیا پر فائز تھے۔

مولانا فضل الرحمن اعظمی رقمطراز ہیں: "علامہ نفیس الدین علوی نے سبکی کی تردید کرتے ہوئے امام بخاری کو امام مجتہد مستقل تسلیم کیا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی امام بخاری کو بلاریب مجتہد تسلیم کیا ہے۔ (170) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی مدظلہ نے "ماتمس الیہ الحاجۃ "میں یہ فرمایا ہے کہ امام بخاری اور امام ابو داؤد بھی بقیہ ائمہ حدیث مصنفین صحاح ستہ کی طرح نہ کسی امام کے مقلد

(ح: 35)۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیساپوری، امام، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اول 1411ھ/ 1990م، 1 / 175 ـ 176، وقال: صحیح علی شرطھما

(170) فیض الباری ص58 ومعارف السنن ص21

تھے نہ ہی علی الاطلاق مجتہد۔۔۔۔ آگے رقمطراز ہیں: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی تحقیق یہ ہے کہ امام بخاری مستقل مجتہد ہیں۔" (171)

صفحات تاریخ کے دریچوں میں جھانکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ میں بعض ایسے لوگوں پیدا ہو چکے تھے جو عقائد میں الگ نظریات رکھتے تھے۔ مسئلہ امامت اور خلافت کے اختلاف سے روافض اور خوارج کا ظھور ہوا۔ تابعین کے زمانہ میں یہ چند چنگاریاں اور زیادہ مشتعل ہو گئیں۔ بصرہ میں معبد جہنی نامی ایک شخص اٹھا جس نے تقدیر کا انکار کر دیا۔ (172)

امام حسن بصری (110ھ) بصرہ کے بہت عظیم عالم تھے۔ (173)

بصرہ میں ان کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا۔ ان کے حلقہ درس سے واصل بن عطاء نامی شخص مسئلہ تفسیق اھل کبائر پر ان سے الگ ہوا۔ اور یہ معتزلہ کی تاریخ کا

---

(171) اعظمی، فضل اللہ، مولانا، ھدیۃ الدراری، ناشر: درخواستی، کتب خانہ کراچی، 1419ھ / 1999م، ص48

(172) معبد بن عبد اللہ بن عویم جہنی بصری، بصرہ کا رہنے والا تھا، بصرہ میں سب سے پہلے مسئلہ تقدیر میں اسی نے کلام کیا اور بصرہ سے مدینہ جا کر وہاں اپنے عقائد کی تشہیر کی، غیلان دمشقی اور یونس اسواری اس کے ہم خیال تھے۔ عبد الملک بن مروان نے اسے مسئلہ تقدیر کی وجہ سے دمشق میں 80ھ میں سولی چڑھایا تھا۔

ابن حجر ، تهذيب التهذيب ، 10 / 225۔ ذهبي شمس الدين ذهبي حافظ ، ميزان الاعتدال في نقد الرجال ، ناشر : دار احياء الكتب العربيه، مصر 1382 ھ ، 3/ 183

(173) حسن بن ابی الحسن یسار ابو سعید بصری، اپنے دور کے عظیم عالم دین تھے، کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، 110ھ میں فوت ہوئے۔

ذهبي ، تذكرة الحفاظ ، 1 / 71

پہلا دن تھا۔(174)

بنو امیہ کے اخیر زمانہ میں خراسان سے جہم بن صفوان نامی شخص نکلا جو معتزلہ کی طرح اللہ کی صفات ازلی کا منکر تھا۔(175)

مامون کے عہد میں مسئلہ خلق قرآن پر وہ قیامت برپا ہوئی کہ سینکڑوں علمائے اہل سنت کو سخت سزائیں دی گئیں۔ مامون کے بعد خلیفہ معتصم کی تیغ ستم سے علمائے حق نہ بچ سکے۔

اس میدان میں امام اہل سنت جبل استقامت امام احمد بن حنبل کی خدمات بے مثال ہیں۔ انہوں نے جسمانی تکلیف تو برداشت کر لیں لیکن اپنے عقیدہ پر آنچ نہیں آنے دی۔

امام بخاری کا دور بھی نہایت پُر آشوب دور تھا۔ اس زمانہ میں عقائد باطلہ کی چنگاریوں نے مشتعل ہو کر اس جہاں رنگ و بو میں ایک آفت مچا رکھی تھی ہر جگہ

---

(174) ابو حذیفہ واصل بن عطاء غزال، بنو ضبہ یا بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے، امام حسن بصری کے ابتداء میں شاگرد تھے۔ پھر مسئلہ تفسیق اہل کبائر پر ان کے حلقہ درس سے الگ ہوگئے، اس لیے ان کے گروہ کا نام ہی معتزلہ پڑ گیا۔ واصل بن عطا معتزلہ کا سربراہ تھا، وہ 80ھ میں پیدا ہوئے اور 131ھ میں فوت ہوئے۔

ابن خلکان ، وفیات الاعیان ، 7/6۔ ابن حجر ، حافظ شهاب الدين عسقلانی ، لسان الميزان ، ناشر : مؤسسة الاعلى للمطبوعات ، بيروت لبنان ، 1390ھ ، 6/ 214

(175) ابو محرز جہم بن صفوان سمرقندی، بنو راسب کے موالی میں سے تھا۔ فرقہ جہمیہ کا سربراہ تھا، عقائد کے باب میں منحرف تھا، 128ھ میں قتل کیا گیا۔

ذهبي، ميزان الاعتدال، 1 / 197 ۔ ابن حجر ، لسان الميزان ، 2/ 142

بحث و مباحثہ کے بازار گرم تھے۔ بیسیوں باطل گروہ اپنے اپنے نظریات وافکار پھیلانے میں سرگرم تھے۔ ایسے نازک وقت میں جس سادگی اور بے باکی سے امام بخاری نے ان فرق باطلہ کارد کیا وہ قابل صد تحسین ہے۔ اس عالی ہمت امام نے کتاب الایمان میں ارجائی افکار پر کاری ضرب لگائی، کتاب القدر میں قدریہ وجبریہ کے نظریات وخیالات فاسدہ کی تردید کی۔

کتاب الفتن وکتاب الاحکام میں روافض اور خوارج کے عقائد باطلہ کے تارپور بکھیر کے رکھ دیئے۔ کتاب الاعتصام بالسنۃ میں منکرین سنت کی خبر لی۔ کتاب الاحاد میں منکرین خبر احاد کارد کیا۔ اور کتاب التوحید میں منکرین صفات الٰہی، منکرین رویت باری اور دیگر افکار باطلہ رکھنے والے فرق کا خوب رد کیا۔

لُطف یہ ہے کہ امام بخاری نے ان افکار و نظریات کی تردید میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ بہت شائستگی اور عمدگی پر مبنی ہے امام صاحب نے بغیر کسی گروہ یا کسی شخصیت کو نشانہ ھدف بنائے ان کے غلط خیالات اور فاسد نظریات کی تردید کی ہے۔ یہ عالی ہمتی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

یہ مقالہ تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔ وگرنہ ہم یہاں تفصیل سے امام بخاری کی "الجامع الصحیح" سے وہ تمام مقامات ذکر کرتے جن میں امام بخاری کا اعتقادی منہج واضح ہوتا ہے۔

مبحث سوم: مسئلہ خلق قرآن اور سفر آخرت

تمام عقائدی مباحث سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف مسئلہ خلق قرآن کا اختصار سے ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مسئلہ کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ آزمائش میں ڈالے گئے۔

مسئلہ خلق قرآن (176) یہ وہ مسئلہ ہے جس کی وجہ سے بہت سارے اہل علم وکمال کی جانیں ضائع ہوئیں۔ جہمیہ اور معتزلہ اس بات کے قائل تھے کہ کلام اللہ حادث اور مخلوق ہے۔ خلافت بنو عباس میں جن دنوں اعتزال اور فلسفہ یونان کا زور تھا۔ اس مسئلہ کو بڑا اچھالا گیا۔ خلیفہ مامون نے اس مسئلہ میں بڑا تشدد کیا۔ اس نے اتنی سختی کی کہ جو قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے اسے سولی پر چڑھانے یا قتل کرانے کا حکم صادر کیا۔ یہ فتنہ 218ھ سے شروع ہو کر 228ھ تک نہایت زوروں پر رہا۔ بہت سارے لوگ تلوار کے ڈر سے مامون کے ہم نوا بن گئے مگر کچھ ایسے اصحاب علم تھے جو عزم واستقلال کا پہاڑ ثابت ہوئے۔ ان میں امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کا نام نمایاں ہے۔ (177)

اس گروہ کے مدِ مقابل ایک دوسرا گروہ ایسا بھی تھا جو اس بات کا قائل تھا کہ قرآن غیر مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری زبان سے جو قرات کے الفاظ قرآنی نکلتے ہیں، وہ بھی قدیم ہیں۔

امام بخاری نے افراط و تفریط سے الگ ہو کر نہایت صحیح اور مدلل طریق اختیار کیا اور مخالفت کی بالکل پروانہ کی۔

---

(176) اس مسئلہ پر تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ہماری مطبوعہ کتب "مجموعہ مقالات اہل السنہ از امام احمد بن حنبل"، "الابانہ عن اصول الدیانہ از ابو الحسن اشعری"، "عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث از صابونی" اور "الرد علی الزنادقہ والجہمیہ از امام احمد بن حنبل" (الحسینوی)

(177) محمد بن نوح بن میمون ابو الرجال عجلی، اہل سنت کے عظیم عالم دین تھے، امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے فرمایا اس سے حدیث لکھو کیوں کہ وہ ثقہ، باعتماد عالم ہیں، 218ھ میں فوت ہوئے۔

خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 322/3 ـ 323

نیشاپور میں امام صاحب کو درس حدیث دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ چناچہ 260ھ میں امام بخاری نیشاپور تشریف لائے۔ مجلس درس بپا ہوئی تو تمام اصحابِ ذوق کا امام بخاری کی طرف ہجوم ہو گیا۔

امام محمد بن یحیٰی ذہلی نیشاپور میں امام بخاری کے ہم عصر اور ہم سبق محدث تھے۔(178)

مولانا عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

"ایک روز امام ذہلی نے اسی درس گاہ میں پکار کر کہا کہ ہم کل امام بخاری کی ملاقات کو جائیں گے جن کا جی چاہیے، ہمارے ساتھ چلے۔ ساتھ بھی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری درس گاہ میں جو بے رونقی چھا گئی ہے۔ اس کا اثر میرے طلبہ پر بھی پڑا ہے۔ اس لیے میرے ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم کہیں ایسی بات نہ پوچھ بیٹھے جس کی بدولت مجھ میں اور محمد بن اسماعیل میں رنجش ہو جائے۔ اور غیر اقوام کو اہل سنت کے اختلاف پر ہنسی اڑانے کا موقع ہاتھ آجائے اس لیے اپنے ہم راہوں کو تاکید کر دی کہ امام بخاری سے اختلافی مسائل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔

دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں پہنچے۔ اتفاق سے وہی صورت پیش آگئی جس کا انہیں خوف تھا۔ ایک شخص نے اٹھ کر امام بخاری سے سوال کیا کہ اے ابو عبد اللہ! قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں، کیا وہ مخلوق ہیں؟ سوال کے اصل الفاظ یہ تھے:

" یا أبا عبد الله! ماتقول فی اللفظ بالقرآن ، مخلوق هو أو غير

---

(178) ابن حجر ، هدی الساری ، ص 489

مخلوق؟"

امام صاحب ساکت رہے، پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا۔ امام صاحب نے پھر سکوت کیا۔ تیسری بار مجبور ہو کر جواب دیا کہ:

" القرآن كلام الله غير مخلوق وأفعال العباد مخلوقة والإمتحان بدعة "

" قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے (لیکن جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہیں۔ اس لیے ہمارا ایک فعل ہے) اور ہمارے افعال مخلوق ہیں۔ اور اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے۔" (179)

امام بخاری نے ان مختصر لفظوں میں در حقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے تو کلام خدا کی ایک صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کیوں کر مخلوق ہو سکتی ہے؟ اور اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں تو وہ چونکہ مخلوق کا ایک فعل ہے۔ لہٰذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔

لیکن اس دقیق جواب کو عوام نہ سمجھ سکے۔ اس لیے اس واقعہ کو اس قدر بڑھایا اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہر دل عزیزی میں فرق آگیا اور امام ذہلی کا کد اور بھی آگ میں روغن کا کام دے گیا۔

امام ذہلی کو اس مسئلہ میں انتہا درجہ کا افراط تھا۔ وہ قائل تھے کہ جو شخص "لفظی بالقرآن غیر مخلوق" کا قائل نہیں، وہ اور اس کے ملنے والے قابل

(179) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 2/30-31۔ ذهبی، سیر اعلام النبلاء، 12/452-456

ملاقات نہیں ہیں۔(180)

جو لوگ دقیقہ سنج تھے، وہ اس جواب کی تہہ کو پہنچ گئے اور پیشتر سے زیادہ امام المحدثین کی وقعت و قدر کرنے لگے۔ چناچہ امام مسلم کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہوگئے ہیں اور انہوں نے اپنی مجلس میں منادی کرادی ہے کہ جو شخص "لفظی بالقرآن مخلوق "کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو تو امام مسلم سخت غصہ ہوئے اور وہ تمام لکھی ہوئی احادیث اونٹوں پر لدوا کر واپس کر دیں۔ جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلم بند کی تھی۔(181)

امام حاکم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ احمد بن سلمہ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ میں امام بخاری کے پاس گیا تو میں نے عرض کیا اے ابو عبد اللہ ! یہ آدمی خراسان اور خاص کر اس شہر میں بہت مقبول ہے۔ اس نے معاملہ کو بہت بڑھا دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اس سے اس معاملہ میں گفتگو کرے، اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

امام بخاری نے اپنی ڈاڑھی پکڑتے ہوئے فرمایا:

" وأفوض أمری إلی اللہ إن اللہ بصیر بالعباد۔ اللھم إنك تعلم أنی لم ارد المقام بنیسا بور أشراً ولا بطراً ولا طلباً للریاسة وإنما أبت علي نفسی أمر الرجوع إلی الوطن لغلبة المخالفین"

"کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے

---

(180) ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 490

(181) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 2/31-32۔ ابن حجر، ھدی الساری، ص 491

والا ہے۔ اے اللہ! یقیناً تو جانتا ہے کہ میں نے اس شہر نیشاپور کا ارادہ شرارت، تکبر اور علاقے کی ریاست حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ صرف میرے دل نے وطن میں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اپنے وطن واپس لوٹنے سے انکار کیا تھا ۔"

بعد ازاں فرمایا:

"احمد میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا تاکہ میری وجہ سے جو باتیں تم سنتے ہو ان سے تم بچ جاؤ۔" (182)

وفات حسرتِ آیات:

امام المحدثین نے آخری سانس تک درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے اپنی حیات مستعار کے قیمتی لمحات درس وافتاء کے لیے وقف کر رکھے تھے، بغداد، بصرہ، بخارا، حجاز، طرسوس اور بلخ وغیرہ بلدان اسلامیہ امام بخاری کے درس کے ممنون رہے۔ آپ جہاں مسند تدریس آراستہ کرتے تو وہاں اس قدر ہجوم ہوتا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی۔

نیشاپور میں امام بخاری کے حلقہ درس میں اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ گھر اور اس کی چھت سبھی بھر گئے تھے۔ (183)

گزشتہ صفحہ میں گزرا ہے کہ آخری بار آپ 260ھ میں نیشاپور درس کے لیے تشریف لائے تو اب کی بار وہ یہاں مسلسل پانچ سال مقیم رہ کر احادیث

---

(182) ذہبی، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 460- ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 491 - مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص345-346

(183) ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 491

رسول ﷺ بیان کرتے رہے۔(184)

نیشاپور سے امام موصوف اپنے وطن بخارا واپس آئے تو لوگوں نے بڑے جوش و خروش اور خوشی سے امام بخاری کا استقبال کیا۔ امام بخاری بہت کم مدت بخارا میں ٹھہرے ہوں گے کہ حاکم بخارا خالد بن احمد ذہلی اور امام بخاری کے درمیان رقابت پیدا ہو گئی۔(185)

اس رقابت و مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ حاکم بخارا خالد بن احمد ذہلی نے امام بخاری کی طرف یہ پیغام بھیجا۔

" أن أحمل إلي كتاب الجامع والتاريخ لأسمع منك "

"کہ جامع بخاری اور تاریخ لے کر میرے پاس آؤ تاکہ میں آپ سے سماعت کر سکوں۔"

اس پر امام موصوف نے جواب دیا کہ:

---

(184) ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 458

(185) ابو الہیثم خالد بن احمد ذہلی، جو ماوراء النہر کے علاقہ میں امیر کی حیثیت سے رہے، بخارا کے حاکم تھے ۔ بخارا میں اس نے کئی ایک اچھے کام انجام دیئے، علمائے کرام اور محدثین عظام کا بہت اکرام کرتا اور انہیں تحائف دیتا تھا، امام اسحاق بن راہویہ سے حدیث بھی اخذ کی۔ 269ھ یا 270ھ کو فوت ہوئے۔ امام بخاری سے تقاضا کیا کہ ان کے شاہی محل میں آکر اسے اور اس کے شہزادوں کو صحیح بخاری کا درس دیں لیکن امام عالی شان نے انکار کر دیا جس پر وہ بہت سیخ پا ہوا اور امام صاحب کو بخارا سے نکال دینے کا حکم دیا۔

خطيب بغدادی ، تاريخ بغداد ،314/8۔ ابن ابی حاتم ، الجرح والتعديل، 3 / 322۔ ابن الجوزي، المنتظم ، 12 / 225۔ 226۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 466 ، 137/13

" إني لا أذل العلم ولا أحمله إلى أبواب السلاطين "

"کہ میں علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی حاکموں کے دروازوں پر اس کو اٹھا کر جاؤں گا۔"(186)

امام بخاری نے جب حاکم وقت کی درخواست رد کر دی تو حاکم بخارا کو یہ بات آداب شاہی اور حکومت کی شان و شوکت کے خلاف معلوم ہوئی۔ اس سے وہ سخت برہم ہوا۔ حکومت کے زُور پر تو وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکا لیکن در پردہ وہ امام بخاری کے خلاف سازش میں مصروف ہو گیا۔ حریث بن ابی الورقاء ایسے درباری علماء کو اس نے اس کام پر مامور کیا کہ آپ پر کوئی الزام قائم کریں تاکہ امام بخاری کی لوگوں کے دلوں سے محبت نکل جائے۔(187)

ان درباری علماء نے امام المحدثین پر یہ تہمت لگائی کہ آپ قرآن کی الفاظ کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔ اس غلط الزام کی پورے شہر میں تشہیر کر دی گئی۔ جب پورے شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوا تو حاکم بخارا نے امام صاحب کو شہر چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ امام صاحب نے شہر سے نکلتے وقت ان کے خلاف بد دعا کی:

" اللهم أرهم ما قصدوني به في أنفسهم وأولادهم وأهاليهم "

"اے اللہ! ان کو ان کے نفسوں، اولادوں اور ان کے اہل و عیال میں وہ

---

(186) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 33/2- ابن حجر، هدی الساری، ص 493

(187) حریث بن ابی الورقاء کا بخارا شہر کے مشہور فقہائے حنفیہ میں شمار ہوتا ہے۔
قرشی محی الدین عبد القادر بن محمد (696ھ / 775ھ) علامه، الجواهر المضیئه فی طبقات الحنفیه ، تحقیق : دکتور عبد الفتاح محمد الحلو ، ناشر : دائرة المعارف النظامیه ، حیدرآباد ،دکن الهند ، 1332ھ ، 2 / 350 ، رقم الترجمة: 423

چیز دکھادے جن کا انہوں نے میرے بارے ارادہ کیا۔"

چند روز بعد امام بخاری کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ حاکم بخارا خالد بن احمد ذہلی کو حکومت طاہریہ (جو اس وقت خراسان پر حکمران تھے) نے گدھے پر بٹھا کر شہر بخارا میں رسوا کرنے کے بعد پابند سلاسل کر دیا آخر انجام یہ ہوا کہ پس زندان ہی میں وہ چند دن بعد مر گیا۔(188)

خالد بن احمد کے علاوہ باقی مفسدین بھی اس بد دعا کی زد میں آئے۔ ان میں ہر ایک دنیاوی مصیبت و آفت میں مبتلا ہوا۔ حریث بن ابی الورقاء کو اپنے گھر والوں میں وہ ذلت ورسوائی اٹھانی پڑی جو قابل بیان نہیں۔(189)

امام بخاری اپنے شہر بخارا سے نکل کر بیکند نامی بستی پہنچے۔(190) چونکہ امام عالی شان کے بیکند پہنچنے سے پہلے ہی جھوٹے الزام کی شہرت ہو چکی تھی۔ لہٰذا بیکند کے لوگ دو فریق میں بٹ چکے تھے۔ ایک فریق کا خیال تھا کہ امام المحدثین اس الزام سے بری ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ اہل فساد واصحاب شورش کے ساتھ تھا۔(191) امام بخاری کو جب اہل بیکند کے اس رویے کا علم ہوا تو انہوں نے وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اسی اثناء میں اہل سمرقند کو امام بخاری کے بیکند میں

---

(188) ابن حجر ، هدى السارى ، ص 493

(189) ابن حجر ، هدى السارى ، ص 493

(190) خطيب بغدادى ، تاريخ بغداد ،33/2 ـ 37

(191) خطيب بغدادى ، تاريخ بغداد ،33/2 ـ 37۔ مزى ، تهذيب الكمال ،24/ 465۔ ذهبى ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 465۔ ابن ناصر الدين ، تحفة الاخبارى ، ص 493۔ ابن حجر ، تهذيب التهذيب ، 9 / 52۔ ابن حجر، هدى السارى ، ص 493

تشریف لانے کی خبر موصول ہوئی۔ (192)

سمرقند کے اہل ذوق اور قدر دان حضرات نے امام بخاری کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ آپ سمرقند تشریف لا کر مسند درس کو رونق بخشیں۔ امام موصوف نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا اور سمرقند کی طرف رخت سفر باندھا۔ راستے میں سمرقند کے قریب خرتنگ نامی بستی میں اپنے قریبی رشتہ دار کے مکان پر فروکش ہوئے۔ (193)

ابن عدی لکھتے ہیں:

" میں نے عبد القدوس بن عبد الجبار سمرقندی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ خرتنگ پہنچ کر ایک روز میں نے ان کو نماز تہجد کے بعد دعا کرتے ہوئے سنا:

" اللهم قد ضاقت على الأرض بما رحبت فاقبضني إليك "

" اے اللہ ! زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اب مجھے اپنی طرف اٹھا لے۔ "

اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی اور ایک مہینہ ہی نہ گزرا تھا کہ آپ فوت ہو گئے۔ (194)

---

(192) **بیکند:** بخارا سے ایک مرحلہ کے فاصلے پر واقع ایک بستی کا نام ہے اس بستی سے امام بخاری کے شیخ محمد بن سلام بیکندی کا تعلق تھا۔ علامہ حموی نے لکھا ہے کہ با کے نیچے زیر اور نون ساکن پڑھی جائے جب کہ علامہ سمعانی نے لکھا ہے کہ با پر زبر ہے۔
حموی ، معجم البلدان ، 1/ 533۔ سمعانی ، الانساب ، 404/2

(193) ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 463

(194) سمرقند: بخارا کے مشرق میں تقریباً ایک سو پچاس میل پر ایک شہر واقع ہے۔

مولانا عبد السلام مبارکپوری امام بخاری کے سفر آخرت کو یوں بیان کرتے ہیں:

محمد بن ابو حاتم وراق کی روایت کے مطابق غالب بن جبریل (جن کے مکان پر امام بخاری مقیم تھے) کہتے ہیں:

"چند روز تک امام بخاری میرے مکان پر صحیح و تندرست تھے آخر بیمار ہوگئے اسی حالت میں سمرقندیوں کی طرف سے درخواستیں آنا شروع ہو گئیں اور بہت زور دیا گیا کہ آپ سمرقند تشریف لے آئیں۔ انہوں نے حالت مرض میں ہی جانا منظور فرمالیا۔ لیکن جب انہیں یہ خبر معلوم ہوئی کہ بخارا کا فتنہ سمرقند میں بھی پہنچ گیا اور بیکند کی طرح سمرقند میں بھی دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ ایک مخالف اور دوسری موافق تو انہوں نے اپنے لیے دعا فرمائی:

"اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلالے مجھ پر تیری زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی ہے۔" اختلاف کے بعد سمرقند والوں نے بے بنیاد تہمت کے غلط ہونے پر اتفاق کیا اور آپ کے سمرقند لے جانے پر بہت زور دیا۔ آپ نے سواری طلب کی اور چلنے کے لیے تیار ہو گئے، موزے پہنے، عمامہ باندھا، میں اور ایک دوسرے آدمی نے مل کر ان کے دونوں بازو تھامے۔ سواری کی طرف پندرہ بیس قدم بڑھے ہوں گے کہ فرمایا:

"مجھے چھوڑ دو، مجھ میں ضعف بڑھا جاتا ہے۔ ہم نے آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے دست مبارک اٹھا کر کچھ دعائیں کیں اور لیٹ گئے۔ آپ کے جسم سے بے اندازہ پسینہ جاری ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے شب عید الفطر 256ھ کو تیرہ دن

لسترنج ، کی ،بلدان الخلافه الشرقيه ، ترجمه : بشير فرنسيس و كوركيس عواد ، طبع دوم ، مؤسسة الرساله بيروت لبنان ، 1405 ھ ، ص 509

کم 62 برس کی عمر میں وفات پائی۔(195) إنا لله و إنا إليه راجعون۔

روح پرواز کر جانے کے بعد بھی برابر جسم سے پسینہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ غسل دے کر کفن میں لپیٹ دیئے گئے۔(196) کچھ لوگ سمرقند لے جانے کے خواہاں ہوئے اور تدفین کی جگہ میں اختلاف ہوا لیکن بعد اختلاف اسی پر اتفاق ہو گیا کہ اسی موضع خرتنگ میں دفن کیے جائیں۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر دفن کر دیئے گئے اور اس طرح وہ آفتاب عالم مہتاب، احادیث رسول اللہ ﷺ کا خادم تمام دنیا کے مسلمانوں کا محسن، حامل علوم نبویہ خاک میں چھپ گیا اور دنیا میں تاریکی چھا گئی۔

ایک شاعر نے دلچسپ اختصار کے ساتھ امام صاحب کا سال ولادت وسال

---

(195) خرتنگ اور سمرقند کے درمیاں تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔ علامہ صغانی نے خرتنگ کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "بعض لوگوں نے سمرقند سے یہاں آنے اور امام بخاری کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے گدھے کرایہ پر حاصل کیے، اس پر گدھے کم پڑ گئے "خر" فارسی میں گدھے کو کہتے ہیں اور "تنگ" بمعنی پریشان، اس لیے اس بستی کا نام "خرتنگ" پڑ گیا، جبکہ پہلے اس کا نام "خرماباذ" تھا۔"

خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ،34/4۔ حموی ، معجم البلدان ، 2/ 356۔ سمعانی ، الانساب ، 79/5۔ صغانی ، رضی الدین حسن بن محمد صغانی (577ھ / 650ھ) علامه ، اسامی شیوخ البخاری ، ناشر : دار عالم الفوائد ، مكة المكرمة ، طبع اول ، 1419ھ ، ص 2 ۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 464

(196) ابن عدی ، اسامی من روی عنهم محمد بن اسماعيل البخاری ، ص 67 ۔ خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ،34/4 ۔ مزی ، تهذيب الكمال ،24/ 466 ۔ ابن ناصر الدين ، تحفة الاخباری ، ص 213 ۔ ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 12 / 443 ۔ ابن حجر ، هدى السارى ، ص 493

وفات اور تعداد سن ذیل کے دو شعروں میں یوں نظم کیا ہے:

کان البخاری حافظاً ومحدثاً
جمع الصحیح مکمل التحریر
میلادہ "صدق "ومدۃ عمرہ
فیہا "حمید "وانقضی فی" نور "
194ھ 62 256ھ

دفن کے بعد قبر سے ایک نہایت تیز خوشبو پھیلی جس کو مؤرخین عنبر اور مشک سے بھی بڑھی ہوئی لکھتے ہیں۔ اور اس خوشبو کا اس قدر شہرہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ دور دراز سے لوگ اس خبر کی تصدیق کے لیے آتے اور مٹی لے جاتے تھے۔ بستی والوں کو خوف ہوا کہ قبر کی مٹی بچ نہیں سکتی۔ اس لیے کوئی حفاظت چاہیے۔ مجبور ہو کر قبر گھیر دی گئی اور اس طرح سے مٹی کی حفاظت کی گئی۔(197)

---

(197) ابن عدی ، اسامی من روی عنہم محمد بن اسماعیل، ص: 2، 68 ۔ ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 12 / 466 - 467۔ ابن ناصر الدین، تحفۃ الاخباری، ص 212 ۔ ابن حجر، ھدی الساری، ص 493۔ ابن حبان، کتاب الثقات، 113/9۔ مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص 142۔143

باب دوم:
تعارف صحیح بخاری

فصل اول: ابتدائی معلومات صحیح بخاری

مبحث اول: صحیح بخاری کا نام و موضوع

مبحث دوم: سبب تالیف و مدت تالیف

مبحث سوم: انداز تالیف و مقصد تالیف

فصل دوم: تعداد احادیث و ترتیب صحیح بخاری

مبحث اول: تعداد احادیث صحیح بخاری

مبحث دوم: نسخ ہائے صحیح بخاری

مبحث سوم: ترتیب صحیح بخاری

فصل سوم: متعلقات صحیح بخاری

مبحث اول: شروط صحیح بخاری

مبحث دوم: اصحیت صحیح بخاری

مبحث سوم: شروحات صحیح بخاری

باب دوم: تعارف صحیح بخاری

فصل اول: ابتدائی معلومات صحیح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ کی تمام تصنیفات میں جو شرف ، فضیلت ، مقام ومرتبہ ، رفعتِ شان اور تداول "الجامع الصحیح "کو نصیب ہوا وہ باقی کتابوں کے حصہ میں نہ آسکا۔ بلکہ روئے زمین میں کتاب اللہ کے بعد اگر کوئی صحت پر مبنی کوئی کتاب ہے تو وہ امام بخاری کی "الجامع الصحیح " ہے۔

امام بخاری نے جس دقت نظری اور عرق ریزی سے اس کتاب کو مرتب کیاہے وہ قابل صد تحسین اور لائق اعتناء ہے اس عظیم القدر کتاب میں جہاں امام عالی مقام نے صحت کا التزام کیا ہے وہاں تراجم ابواب قائم کر کے اس میں علمی خزائن ، فقہی نکات اور فنون حدیثیہ وتاریخیہ کے دقائق ودیعت فرمادیئے ہیں کہ جن سے اس کتاب کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا ہے امت مسلمہ کے اصحاب علم وفضل اور ارباب تحقیق وتدقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح البخاری سے بہتر اور مستند کوئی اور مجموعہ حدیث نہیں ہے۔ اس کی اہمیت ، تعریف وتوصیف میں سبھی رطب اللسان ہیں۔

تاریخ اسلام میں اگر کسی کتاب کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ "کا بلند اعزاز حاصل ہوا ہے وہ امام بخاری کی "الجامع الصحیح " ہے۔

علامہ عینی حنفی (762ھ / 855ھ) لکھتے ہیں:

" اتفق علماء الشرق والغرب على أنه ليس بعد كتاب الله أصح

من صحیح البخاری ومسلم " (198)

"مشرق و مغرب کے تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب اللہ (قرآن) کے بعد صحیح بخاری و مسلم سے بڑھ کر کوئی صحیح کتاب نہیں ہے۔"

ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

" قد أطبق على قوله بلا خوف علماء الأسلاف والأخلاف"(199)

"یعنی علمائے متقدمین و متاخرین صحیح بخاری کی مقبولیت پر متفق ہیں"

یہ مقبولیت، رفعت منزلت اور عظمت اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کے اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے عطا فرمائی ہے۔

امام موصوف نے جس اخلاص، جانفشانی، محنت اور جان نثاری سے اس جامع کتاب کو تصنیف کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

علامہ ابن خلدون (732ھ / 808ھ) " صحیح بخاری " کے رفعت شان کے بارے لکھتے ہیں:

" صحیح بخاری فن حدیث کی تمام کتابوں سے درجے میں بلند ہے اس کا پایہ نہایت بلند ہے، اسی وجہ سے علماء نے اس کی شرح کو نہایت مشکل خیال کیا ہے اور اس کے مطالب تک راہ یابی کو نہایت دشوار سمجھا ہے۔ کیونکہ اس کے مقاصد پر راہ

---

(198) عینی، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی (762ھ / 855ھ)، عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری، ناشر: دار الطباعہ العامرہ: مصر 1308ھ، 1 /8

(199) عینی، عمدۃ القاری، 1 /5

یابی کے لیے ضرورت ہے کہ ایک ایک حدیث کی متعدد سندوں کے سلسلہ سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے رجال سے جن میں کوئی شامی ہے، کوئی عراقی، کوئی حجازی، کوئی بصری ہر ایک سے پوری پوری واقفیت پیدا کی جائے۔" (200)

ابو سہل مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو زید مروزی سے سنا، (201) وہ فرمارہے تھے:

" میں رکن بیت اللہ (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان سو رہا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے فرمارہے ہیں: اے ابو زید! شافعی کی کتاب کا درس میری کتاب کے ہوتے ہوئے کب تک دیتے رہو گے؟ میں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ کی کونسی کتاب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

" جامع محمد بن إسماعيل "

"یعنی محمد بن اسماعیل کی جامع۔" (202)

---

(200) ابن خلدون ،علامه عبد الرحمن بن محمد بن خلدون (733ھ / 808ھ) مقدمة ابن خلدون ، ناشر : دار الكتب العلمية ، بيروت لبنان ، 1413ھ ، 1 / 474۔ مبارک پوری، مولانا عبد السلام، سیرۃ البخاری، ص224

(201) ابو زید مروزی: محمد بن احمد بن عبد اللہ مروزی، امام فربری سے صحیح بخاری کے راوی ہیں، 371ھ میں وفات پائی، اپنے دور میں کبار شافعیہ میں شمار ہوتے تھے، امام ذہبی نے انہیں شیخ، امام مفتی، قدوہ اور زاہد قرار دیا ہے۔
ذهبی ، سير اعلام النبلاء ، 16 / 313۔ نووی ، تهذيب الاسماء واللغات، 1/ 75۔ ابن حجر ، تغليق التعليق، 5 /422 ۔ 423

(202) ذهبی، سير اعلام النبلاء، 314/16۔ ابن حجر، هدی الساری، ص 489

تھامس ولیم بیل (Thomas William Bell) (1954م / 1875م) لکھتے ہیں:

"امام بخاری کی تصنیف صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی ہے اور روحانی و دنیاوی معاملات غرض دونوں حیثیت سے قرآن کے بعد معتبر سمجھی جاتی ہے۔"

آگے مزید لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی والہامات اور افعال واقوال ہی مندرج نہیں ہیں بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفسیر بھی ہے۔"(203)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1114ھ / 1176ھ) لکھتے ہیں:

" ولعمری أنه نال من الشهرة والقبول درجة لا ترام فوقها "

"یعنی میری عمر کی قسم اس (صحیح بخاری) نے اس قدر شہرت اور شرف قبولیت حاصل کیا ہے کہ اس سے زائد کا قصد نہیں ہو سکتا۔"(204)

اللہ تعالیٰ نے جو امام موصوف کی "الجامع الصحیح" کو مقام و مرتبہ عطا کر دیا ہے اسے کوئی کم نہیں کر سکتا ہے۔ عصر حاضر میں فتنہ پرداز منکرین حدیث امام بخاری کی "الجامع الصحیح" پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے نظر آتے ہیں اور اس کتاب

---

(203) تھامس ولیم بیل، اورینٹیل جیوگریفیکل ڈکشنری، مطبوعہ لندن، 1890م، بحوالہ مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص227

(204) شاہ ولی للہ ، محدث ، احمد بن عبد الرحیم دہلوی (1114ھ / 1176ھ) ، حجه الله البالغه ، تحقيق محمود طه حلبي ، ناشر : دار المعرفة بيروت ، طبع اول ،1418ھ ، 1/317 ـ 318

کی اہمیت کو اپنے محدود حلقوں میں کم کرنے کی ناکام جسارت کرتے دیکھائی دیتے ہیں۔ لیکن سچ پوچھیے تو ان بد طینت وبد باطن لوگوں کو ذلت ورسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ناقدین صحیح بخاری کا نقد اس کتاب کی عظمت ورفعت شان میں رتی بھر بھی کمی نہیں کر سکتا ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1114ھ / 1176ھ) فرماتے ہیں:

"وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين"

"جو (بخاری و مسلم) کی شان گھٹائے گا وہ بدعتی ہے اور مسلمانوں کے طریقہ سے الگ ہے۔"(205)

مبحث اول: صحیح بخاری کا نام وموضوع:

حافظ ابن حجر (852ھ) نے امام بخاری کی اس مایہ ناز تصنیف کا مکمل نام یوں بیان کیا ہے:

" الجامع الصحيح المسند من أحاديث رسول الله وسننه وأيامه" (206)

جب کہ حافظ ابن صلاح (557ھ / 643ھ) اور امام نووی (631ھ / 676ھ) نے اس کا نام: "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله وسننه وأيا مه" ذکر کیا ہے۔(207)

---

(205) شاہ ولی اللہ ، حجة الله البالغه ، 1/ 306

(206) ابن حجر ، هدى السارى ، ص 8

(207) ابن الصلاح ، حافظ (علوم الحديث) تحقيق : نور الدين عتر ، مكتبة سلفية، مدينة منورة، 1386ھ ، ص 22۔ نووی ، امام ، محی الدين

اس نام کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے:

الجامع:

الجامع کتب احادیث کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اس سے مراد وہ کتاب ہے جو آٹھ قسم کی احادیث پر مشتمل ہو۔ وہ یہ ہیں: احکام، رقاق، سیر، آداب، فتن، اشراط، عقائد، مناقب۔ امام بخاری کی کتاب ان تمام ابواب پر مشتمل ہونے کی وجہ سے الجامع کہلاتی ہے۔ اس کی جامعیت سے انکار نا ممکن ہے۔

الصحیح:

اصول حدیث کے اعتبار سے صحیح حدیث وہ ہے جس میں پانچ شرائط پائی جائیں:

1۔ سند متصل ہو۔ 2۔ راوی عادل وبا اعتماد ہو۔

3۔ حافظہ مضبوط ہو۔ 4۔ حدیث شاذ۔ 5۔ اور معلول نہ ہو

امام بخاری نے اپنی کتاب میں اصول کی احادیث کے لیے صحیح ہونے کا پورا پورا التزام کیا ہے وہ خود فرماتے ہیں:

" لم أخرج في هذا الكتاب إلا صحيحاً " (208)

"یعنی میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو درج کیا ہے۔"

ابو زکریا ، یحیی ابن شرف نووی (631ھ / 676ھ) ، ماتمس الیه⇦
⇦حاجة القاری لصحیح الامام البخاری (مقدمة شرح البخاری)
تحقیق : علی حسن علی ، ط : دار الفکر عمان ، ص 39

نوٹ: یہی نام درست ہے۔ اس کی تحقیق پر ناچیز نے ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔ (الحسینوی)

(208) ابن حجر ، هدی الساری ، ص 7

وہ مزید فرماتے ہیں:

" خرجت الصحيح من ستمائة الف حديث " (209)

"میں نے صحیح بخاری چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی ہے۔"

تو صحیح بخاری میں تعلیقات وغیرہ کے علاوہ جو اصول وبنیادی احادیث ہیں، وہ یقینی طور پر صحیح ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(1114ھ / 1176ھ) رقمطراز ہیں:

" أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع ، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما " (210)

"رہی بات صحیح بخاری ومسلم کی تو تمام محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ جو احادیث ان دونوں میں متصل مرفوع ہیں، وہ یقینی طور پر صحیح ہیں اور ان کے مصنفین تک متواتر ہیں۔"

المسند:

مسند سے مراد وہ مرفوع حدیث ہے جس کی سند متصل ہو خواہ وہ حدیث قولی ہو، فعلی ہو یا تقریری۔

تو اس سے کتاب کا اصل موضوع ظاہر ہو گیا کہ اس میں صحیح اور مسند احادیث جمع کرنا ہے۔ باقی اگر کسی مقام پر معلق روایات یا آثار موقوفہ بیان ہوئے ہیں تو وہ اصل مقصود نہیں بلکہ انہیں صرف متابعت اور تائید واستشہاد کے طور پر

(209) مصدر سابق ، ص7، 489

(210) شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ ، 1/ 306

امام بخاری نے پیش کیا ہے۔ بعض لوگ معلق وغیرہ حدیث کو اپنے حلقوں میں بیان کر دیتے ہیں اور مقصود امام بخاری کی صحیح پر نقد ہوتا ہے کہ دیکھو اس بخاری میں یہ کمزور روایات ہیں۔ حالانکہ یہ معلقات موضوع کتاب میں شامل نہیں۔ موضوع کتاب میں صرف صحیح اور مسند احادیث شامل ہیں اور الحمد للہ ان میں کوئی حدیث کمزور نہیں ہے۔(211)

المختصر:

مختصر سے مراد یہ مجموعہ حدیث ذخیرہ احادیث سے منتخب کیا گیا ہے جہاں امام بخاری خود بھی اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

" خرجت الصحیح من ستمائة الف حدیث "

"یعنی میں نے "جامع صحیح" کو چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی ہے۔"

معلوم ہوا یہ کتاب چھ لاکھ احادیث سے منتخب کردہ ہے۔ اس سے مکررات ومعلقات کی مجموعی تعداد نو ہزار اناسی ہے۔ ان میں ایک ہزار تین سو اکتالیس معلقات، تین سو اکتالیس متابعات اور باقی سات ہزار تین سو ستانوے احادیث موصول ہیں۔

من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

امر کی جمع امور ہے۔ (مِنْ) الفاظ سے مسند کی وضاحت مقصود ہے۔ یعنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریرات کا بیان ہوگا۔

---

(211) ابن حجر، ھدی الساری ، ص 7، 489

وسننه:

سنت کی جمع سنن ہے یعنی اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جاری ہونے والے فقہی احکام و مسائل ہیں۔ یعنی ضابطہ زندگی اور اس کی تفصیل جو آپ سے منقول ہے، اسے بیان کیا جائے گا۔

وایامه :

یوم کی جمع ایام ہے۔ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کو پیش آنے والے شب روز کے حوادثات وواقعات ہیں، یعنی اس کتاب میں ابواب جہاد اور غزوات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ (212)

مبحث دوم: سبب تالیف و مدت تالیف:

ویسے تو کتابتِ حدیث کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے ہی ہو چکا تھا لیکن جمع و تدوین کا عمل خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں ہوا، چنانچہ عمر بن عبد العزیزؒ کے حکم سے ذخیرہ احادیث کتابی شکل میں منظر عام پر آیا۔ اس کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں ہے۔ (213)

امام بخاری کی "الجامع الصحیح" سے قبل مؤطا امام مالک، مسند امام احمد، مصنف

---

(212) الحماد، مولانا ابو محمد عبد الستار، تعارف صحیح بخاری مقدمہ صحیح بخاری، (اردو)، ناشر: دار السلام الریاض، 1433ھ 1/ 63-64

(213) کتابت و تدوین حدیث کی تفصیل کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید رہے گا، " مقدمۃ تحفۃ الاحوذی "از علامہ عبد الرحمن مبارک پوری، "السیر الحثیث فی تاریخ تدوین الحدیث" از ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی اور "دراسات فی الحدیث النبوی" از ڈاکٹر مصطفی اعظمی، ناشر: جامعۃ الریاض، 1396ھ

عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ احادیث کے مجموعے تیار ہو چکے تھے۔ لیکن ان کتابوں میں ہر قسم کی صحیح اور ضعیف احادیث جمع تھیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جب متقدمین کے مجموعوں کو جانچا تو ان میں ہر قسم کی احادیث کو مخلوط پایا۔ چناں چہ انہوں نے صحیح روایات جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ علاوہ ازیں امام صاحب کے شیخ امام اسحاق بن راہویہ کی ترغیب بھی تصنیف کتاب کا باعث بنی۔

ابراہیم بن معقل نسفی کہتے ہیں کہ:(214)

" امام بخاری نے بیان کیا کہ ہم لوگ ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا:

" لو جمعتم کتاباً مختصراً لصحیح سنۃ رسول اللہ ﷺ "۔

"کاش! تم رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ایک مختصر کتاب جمع کرو۔"

امام بخاری فرماتے ہیں کہ استاذ محترم کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں نے "جامع صحیح" لکھنے کا آغاز کر دیا۔ (215)

ایک تیسری وجہ تالیف یہ تھی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ

---

(214) قاضی ابو اسحاق ابراہیم بن معقل نسفی، اپنے دور کے نسف شہر کے قاضی، عظیم امام، حافظ اور مجتہد تھے، انہوں نے امام بخاری سے صحیح بخاری کو روایت کیا ہے گویا کہ وہ صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ 296ھ میں فوت ہوئے۔

ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 13 / 493

(215) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 /8۔ نووی ، تهذیب الاسماء واللغات ، 1/ 74۔ مزی ، تهذیب الکمال ، 24 / 442۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 401۔ ابن حجر ، ھدی الساری ، ص 7

ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ میں آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے۔ جس سے میں آپؐ کے اوپر سے مکھیوں کو اڑا رہا ہوں، بیدار ہو کر معبّرین خواب سے تعبیر دریافت کی، تو تعبیر والوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جن جھوٹی احادیث کی نسبت کی جاتی ہے تم ان کو دور کرو گے۔ فرمایا:

" فهو الذى حملنى على اخراج الجامع الصحيح " (216)

"پس یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے الجامع الصحیح لکھنے پر ابھارا۔"

اس سچی خواب نے امام المحدثین کے شوق کو مزید بڑھایا چناں چہ وہ "الجامع الصحیح" کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

مدت تالیف:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس مایہ ناز کتاب کو سولہ سال کے طویل عرصہ میں جمع کیا ہے۔ اس بارے امام بخاری کے وراق کا بیان ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے:

"میں نے "جامع صحیح" کو سولہ برسوں میں لکھا ہے۔"(217)

---

(216) نووی، تهذیب الاسماء واللغات، 74/1۔ ابن حجر، هدی الساری، ص 7

(217) نووی، تهذیب الاسماء واللغات ، 1/ 74۔ مزی ، تهذیب الکمال ، 24 / 242 ۔448 ۔ ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 402 ۔ 405۔ ابن حجر ، هدی الساری، ص 489

مبحث سوم: انداز تالیف و مقصد تالیف

ابو الھیثم کُشمیھنی (389ھ) لکھتے ہیں: (218) میں نے امام فربری (320ھ) سے سُنا ہے (219) وہ امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

" ماکتبت فی کتاب الصحیح حدیثاً إلا اغتسلت قبل ذلك وصلیت رکعتین "

" میں نے کوئی حدیث "الجامع الصحیح" میں اس وقت تک نہیں لکھی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہیں کر لی۔" (220)

---

(218) کُشمیہنی: کاف پر ضم ہے، شین ساکن ہے اور میم پر کسرہ ہے، یا ساکن ہے پھر ھاء مفتوح ہے پھر نون نسبت کی ہے، یہ کشمیہن کی طرف منسوب ہے یہ مرو کی ایک بستی کا نام ہے۔

ابو الہیثم محمد بن مکی بن محمد کشمیہنی، معروف عالم دین اور محدث تھے، صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام فربری کے شاگرد ہیں، انہوں نے کئی بار امام فربری سے صحیح بخاری کی تحدیث کی، 389ھ میں فوت ہوئے۔

ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 16 / 491

(219) فربر کے فاء اور راء پر زبر ہے یہ بخارا کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے۔

سمعانی، الانساب، 10 / 170

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری، 231ھ میں پیدا ہوئے، صاحب فضل و کمال عالم دین اور محدث تھے۔ امام بخاری کے شاگرد اور صحیح بخاری کے معروف راوی ہیں، 230ھ میں وفات پائی۔

ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 15 / 10 ـ 11

(220) خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر بغدادی، تاریخ بغداد، 2 / 9۔ ابن حجر، ھدی الساری، ص489

عمر بن محمد البجیری (311ھ) بیان کرتے ہیں (221) کہ امام بخاری نے فرمایا:

"صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما ادخلت فیه حدیثاً حتی استخرت الله تعالیٰ وصلیت رکعتین وتیقنت صحته " (222)

"میں نے اپنی کتاب جامع کو مسجد حرام میں تصنیف کیا اور ایسی کوئی حدیث اس میں داخل نہیں کی جس سے پہلے دو رکعتیں پڑھ کر اللہ سے استخارہ نہ کیا ہو اور مجھے یقین نہ ہو گیا ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے۔"

امام ابن عدی اپنے شیوخ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری نے "الجامع الصحیح" کے تراجم ابواب حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور منبر رسول کے درمیان بیٹھ کر لکھے اور پھر ترجمۃ الباب لکھنے سے قبل دو رکعتین نماز پڑھتے تھے۔" (223)

یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا کتاب کے تالیف کرنے میں اخلاص و حسن نیت ہے ، اسی حسن نیت اور اخلاص کی بدولت آج اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازا ہے۔

---

(221) ابو حفص عمر بن محمد بن بجیر ھمدانی سمرقندی ، ماوراء النہر کے متبحر عالم اور محدث تھے، 311ھ میں فوت ہوئے۔

ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 14 / 403

(222) ابن حجر ، ھدی الساری، ص489۔ وتغلیق التعلیق، 5 / 421۔ خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، 2 /9۔ مزی ، تھذیب الکمال ، 24 / 443۔ ذھبی ، سیر اعلام النبلاء ، 12 / 404۔

(223) مصدر سابق

کتاب بخاری پر محدثین کی تصدیقی مہر:

اس عظیم الشان کتاب کو تالیف کرنے کے بعد امام بخاری نے اپنے شیوخ کرام کے سامنے پیش کیا تو ان تمام شیوخ نے کتاب کی توصیف بیان کی۔

امام ابو جعفر عقیلی کا بیان تھے کہ امام بخاری نے کتاب جمع کرنے کے بعد اس وقت کے باکمال اور بلند پایہ محدثین امام احمد بن حنبل، امام یحیی بن معین اور امام علی بن مدینی ایسے اساطین علم پر پیش کیا تو سب نے اس کتاب کو سراہا اور اس کی صحت کی گواہی دی مگر صرف چار احادیث میں کلام کیا۔ اس کے متعلق بھی امام عقیلی کہتے ہیں کہ امام بخاری کی بات صحیح ہے اور وہ چار احادیث بھی صحیح ہیں۔(224)

مقصد تالیف:

مولانا عبد السلام مبارکپوری رحمہ اللہ تالیف صحیح بخاری کی بنیادی غرض وغایت یوں لکھتے ہیں:

"صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کو دو باتیں مد نظر تھیں:

اولاً:

ان حدیثوں کا انتخاب اور جمع کرنا جن کی صحت اور مقبولیت پر امام صاحب کے قبل کے محدثین کا یا امام صاحب کے وقت میں جو محدثین تھے، ان کا اتفاق ہو چکا تھا، اسی وجہ سے اس تالیف کا نام انہوں نے "الجامع الصحیح المسند من أحادیث رسول اللہ وسننه وأیامه" رکھا۔

---

(224) ابن حجر ، هدی الساری، ص 7۔ 489۔ وتغلیق التعلیق، 5 / 423

ثانیاً:

استنباط مسائل فقہیہ اور استخراج نکات حکمیہ جن کو امام بخاری کی دقت پسند طبیعت کے نتائج کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جن کو موقع بموقع ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں اور اس مقصود (استخراج مسائل فقہیہ) کی وجہ سے متن میں اگر تکرار بھی ہو تو اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔(225)

صحیح بخاری کا دقیق نظری سے مطالعہ کرنے سے اور مقاصد بھی سامنے آسکتے ہیں، مثلاً فرق باطلہ کی تردید بھی آپ کے پیش نظر تھی۔ چناچہ مختلف مقامات پر آپ نے فرق باطلہ کا نام لیے بغیر رد کیا ہے۔ اس بارے کتاب (الایمان)، کتاب القدر، کتاب الاحکام وکتاب الفتن اور کتاب التوحید کا مطالعہ مفید رہے گا۔ لیکن اصل بنیادی مقاصد دو ہی ہیں جن کا مبارک پوری صاحب نے اوپر تذکرہ کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

(225) مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص236

فصل دوم: تعداد احادیث وترتیب صحیح بخاری

مبحث اول: تعداد احادیث صحیح بخاری

صحیح بخاری میں مرویات کی تعداد کے بارے علمائے کرام اور شارحین کے اقوال مختلف ہیں۔ تعداد مرویات کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کی تحقیق پیش خدمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

" مسندات مکررات سمیت کل احادیث کی تعداد سات ہزار تین سو ستانوے ہے۔ معلقات کی تعداد تکرار سمیت ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے۔ اگر معلقات سے مکررات کو نکال دیا جائے تو معلقات بلا تکرار کی تعداد ایک سو انسٹھ رہ جاتی ہے۔ اگر متابعات اور تنبیہات علی اختلاف الروایات کو شمار کیا جائے تو مکررات سمیت ان کی تعداد تین سو چوالیس ہے۔ اور موقوفات کی تعداد ایک ہزار چھ سو آٹھ ہے تو اس طرح مکررات سمیت مسندات، معلقات اور متابعات کی تعداد نو ہزار بیاسی ہے۔ اور اگر موقوفات کو بھی ان میں جمع کر لیا جائے تو تعداد دس ہزار چھ سو نوے ہو جائے گی۔ (226)

تعداد احادیث بخاری کی مزید تفصیل کے ہمارے شیخ حافظ عبد المنان نورپوری کی کتاب کی طرف مراجعت کریں۔ (227)

---

(226) ابن حجر، ھدی الساری، ص 468۔ 469

(227) نورپوری، حافظ، عبد المنان، مرآۃ البخاری، ناشر: دار الحسنیٰ گوجرانوالہ، 1999ء جمع وترتیب یونس عتیق، ص144۔ 147

مبحث دوم: نسخ ہائے صحیح بخاری:

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام بخاری سے " الجامع الصحیح " نوے ہزار لوگوں سے سماعت کی ہے۔

مگر جو " الجامع الصحیح " کے نسخے ہم تک بسند متصل امام صاحب کے شاگردوں کی وساطت سے موصول ہوئے ہیں، وہ چار ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ نسخہ حافظ فربری (320ھ):

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح فربری صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ 320ھ میں فوت ہوئے انہوں نے "الجامع الصحیح" امام بخاری سے دو مرتبہ سماعت کی۔ ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فربر میں سماعت کی۔ فربر میں امام بخاری سے 248ھ میں "الجامع الصحیح" کا سماعت کیا اور 252ھ میں بخارا میں سُنا، امام فربری والا نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ مشہور اور متداول ہے۔ فربری سے آگے اس نسخہ کو نقل کرنے والے نو افراد ہیں۔ (228)

ہمارے پاک وہند میں امام فربری کا نسخہ ہی متداول ہے۔

2۔ نسخہ حافظ نسفی (294ھ):

امام حافظ ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی، امام بخاری کے شاگرد ہیں۔ 294ھ میں فوت ہوئے۔ (229)

---

(228) ابن حجر ، ھدی الساری، ص 491

(229) ابن حجر ، فتح الباری، 1 / 5

حافظ نسفی نے " جامع صحیح " امام بخاری سے براہ راست سماعت کی ہے۔ ابو علی جیانی کے بقول حافظ نسفی نے مکمل کتاب امام بخاری سے نہیں سُنی چند اوراق رہ گئے تھے وہ اوراق امام بخاری سے اجازۃ نقل کرتے ہیں۔ امام نسفی سے آگے یہ نسخہ صرف ایک شاگرد نے بیان کیا ہے۔ (230)

3۔ نسخہ حافظ نسوی (290ھ):

حافظ حماد بن شاکر نسوی ان کا نام ہے۔ 290ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے کتاب " الجامع الصحیح " امام بخاری سے براہ راست سماعت کی ہے لیکن بعض مقامات سماعت سے رہ گئے ہیں۔ ان سے آگے صرف ایک شخص بیان کرتا ہے۔ (231)

4۔ نسخہ حافظ بزدوی (329ھ):

ان کا نام ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزدوی۔ 329ھ کو فوت ہوئے۔ یہ امام بخاری کے شاگردوں میں آخر میں فوت ہونے والے ہیں۔ ان سے آگے صرف ایک شخص نے نسخہ نقل کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اس نسخہ کو وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو امام فربری کے نسخہ کو حاصل ہوئی۔ (232)

مبحث سوم: ترتیب صحیح بخاری

" الجامع الصحیح " ایک جامع کتاب ہے۔ اس کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ یہ

---

(230) ابن حجر ، ہدی الساری، ص 491

(231) ابن حجر ، فتح الباری، 1 / 5

(232) مصدر سابق

کتاب شریعت کے تمام فنون یعنی عقائد و عبادات، جہاد و غزوات، آداب و معاملات ، سیر و اخلاقیات، حدود و تعزیرات، تفسیر و فضائل، طب و علاج، رقاق و سیاسیات اور توحید ایسے فنون اسلامیہ پر مشتمل ہے۔

محمد فؤاد عبد الباقی کی ترقیم کے مطابق اس کتاب میں کل ستانوے (97) کتب ہیں اور ابواب کی تعداد تین ہزار آٹھ سو ستاون ہے۔ اس طرح امام بخاری نے ان تین ہزار آٹھ سو ستاون ابواب میں احادیث سے مسائل کا استنباط کیا ہے یہ ان کی فقاہت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

امام بخاری نے "کیف بدء الوحی؟" سے کتاب کا آغاز فرمایا: کتاب بدء الوحی نہیں فرمایا اس لیے کہ بدء الوحی بھی بعض وحی میں سے ہے۔ اس کی بعد ایمان و علوم کا تذکرہ کیا ہے۔ علم کے بعد عمل کا درجہ ہے اور بدنی عمل میں سب سے افضل نماز ہے اور نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی لہذا "کتاب الطہارہ" قائم کیا ۔ پھر کتاب الصلاۃ قائم فرما کر اس کی مختلف انواع ذکر کیں۔ پھر کتاب الزکاۃ ذکر کی۔ جیسا کہ حدیث((بنی الاسلام علی خمس))کی ترتیب ہے۔ کتاب الحج کے بجائے کتاب المناسک کا عنوان اختیار کیا تا کہ عمرہ اور ان دونوں کے متعلقات کو بھی شامل ہو جائے۔ بعد ازاں کتاب الصوم قائم کیا۔

یہ تمام تراجم وہ ہیں جن میں حقوق اللہ کا ذکر ہے اس کے بعد حقوق العباد کا ذکر ہے۔ کتاب البیوع میں پہلے اعیان کی بیع کا ذکر ہے، بعد ازاں کتاب الحرث والمزارعہ قائم کر کے زمین سے متعلق چیزیں موات، غرس اور شرب وغیرہ کو ذکر کیا۔ معاملات کے بعد مصالح سے متعلق چیزوں کا ذکر کیا۔ جب خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ معاملات ختم ہو گئے تو پھر ایسا معاملہ ذکر فرمایا جس کا تعلق تو خالق کے ساتھ ہے لیکن اس میں ایک طرح کا اکتساب بھی ہے یعنی جہاد تو جہاد کے

مسائل کا تذکرہ فرمایا کتاب الجھاد کے بعد بدء الخلق کا ذکر کیا تاکہ مؤمن مجاہد شہید ہو کر جنت میں جاتا ہے اور کافر مقتول جہنم میں اسی بدء الخلق کی مناسبت سے جنت اور جہنم کا تذکرہ فرمایا۔ بعد ازاں حضرات انبیاء کا ذکر فرمایا پھر امت کے متعلق فضائل و مناقب ذکر کئے۔ بعد ازاں مغازی و سرایا اور رسول اکرم ﷺ کی حیات کے درخشاں پہلوؤں کا نہایت عمدگی سے تذکرہ فرمایا۔ بعد ازاں کتاب التفسیر، فضائل قرآن اور اس کے متعلقات کا تذکرہ کیا۔

بعد ازاں عائلی زندگی کے مسائل کا نہایت دلآویز ترتیب سے ذکر فرمایا اس میں نکاح، طلاق، ظہار، خلع اور ایلاء وغیرہ کے مسائل شامل ہیں۔ نکاح وغیرہ سے متعلق احکام مکمل ہونے پر نفقہ کا ذکر کیا۔ نفقہ چونکہ ماکولات کے قبیل سے ہے لہٰذا اس کے بعد کتاب الاطعمہ، کتاب الذبائح، کتاب الاشربہ کے مسائل بیان فرمائے۔ کھانے پینے سے بعض دفعہ بیماریاں جنم لے لیتی ہیں اور طبیب وڈاکٹر کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے اس کے بعد کتاب الطب قائم کی۔

ماکولات و مشروبات اور علاج معالجہ کے امور سے فارغ ہو کر لباس و زینت اور خوشبو کے مسائل ہیں جو آداب نفس سے تعلق رکھتے ہیں اس کے بعد کتاب الادب والبر والصلہ اور کتاب الاستئذان کے ابواب لائے ہیں۔ بعد ازاں کتاب الدعوات، کتاب القدر کتاب النذور، کتاب الحدود اور کتاب احکام المرتدین کے مسائل بیان فرمائے۔

کبھی مرتد کو کافر نہیں مانا جاتا جب کہ وہ مکرہ ہو اس لیے کتاب الاکراہ کا ذکر کیا۔ کتاب الاکراہ کے بعد الحیل قائم کر کے باطل حیل کا رد کیا۔ اس کے بعد کتاب تعبیر الرؤیا اور کتاب الفتن قائم کی۔

بعد ازاں حکومت و امامت کے مسائل اور خبر واحد کی حجیت بیان فرمائی۔

چونکہ تمام احکام میں کتاب وسنت کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا کتاب وسنت کو لازم پکڑنے کا بیان فرمایا ہے۔ اصل نجات کا دار ومدار توحید الٰہی پر ہے اور جن کا خاتمہ توحید پر ہو وہ کامیاب ہے لہٰذا کتاب التوحید پر کتاب کا خاتمہ کیا ہے۔ آخری بات جس سے کامیاب وناکام کا علم ہونا ہے۔ وہ روز قیامت میزان کا ثقیل وخفیف ہونا ہے اس لیے آخری باب اسی سے متعلق قائم کیا ہے۔

باب قوله تعالیٰ: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [الانبیاء 21 : 47] "وأن أعمال بنی آدم وقوله یوزن"

توامام بخاری نے حدیث «انما الاعمال بالنیات » سے کتاب کا آغاز کیا(233) اور "اعمال بنی آدم توزن "پر خاتمہ کیا۔ جس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہی اعمال مقبول ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے گئے ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال واقوال میں خلوص نیت کی نعمت سے مالامال فرمائے اور ریاکاری سے بچائے۔ آمین

---

(233) بخاری ، امام محمد بن اسماعیل بخاری ، الجامع الصحیح ، ناشر : دار السلام ، الریاض ، 1433ھ ، رقم الحدیث : 1

فصل سوم: متعلقات صحیح بخاری

مبحث اول: شروط صحیح بخاری

امام بخاری اور دیگر کتب ستہ کے مؤلفین محدثین کرام نے اپنی کتابوں کے بارے بذات خود تو شروط بیان نہیں کیں ۔ انہوں نے اپنی اپنی شروط کے مطابق اپنی کتابوں میں احادیث کو درج کر دیا ہے بعد میں آنے والے علمائے کرام نے استقراء اور تتبع کے ذریعہ ان کی کتابوں سے شروط کا استنباط کیا اور ان کی شروط کا تعین کیا۔ اس سلسلہ میں علامہ حازمی (584ھ) اور علامہ ابو الفضل محمد بن طاہر (507ھ) کے نہایت عمدہ اور مفید رسائل مطبوع ہیں۔ (234)

علامہ حازمی (584ھ) نے شرائط پر مفصل گفتگو کی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) نے "ھدی الساری" میں اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ (235)

وہ شروط اصل سے کچھ اضافہ کے ساتھ مولانا عبد السلام مبارکپوری نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(234) کتب ستہ کی شروط کے بارے کئی کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ ان میں علامہ حازمی ہمدانی (584ھ) کی "شروط الائمہ الخمسۃ" اور علامہ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی (507ھ) کی "شروط الائمہ الستہ" مفید اور قابل قدر تصانیف ہیں۔

(235) حازمی ، حافظ ابو بکر محمد بن موسی (548ھ / 584ھ) شروط الائمہ الخمسه، ناشر : مکتبه عاطف، قاهرة مصر ، ص 51- 56- المقدسی ، حافظ ابو الفضل محمد بن طاهر (448ھ /507ھ) ، شروط الائمة الستہ، ناشر : مکتبة عاطف ، قاهرة مصر ، ص 15- ابن حجر ، هدی الساری، ص 9

1۔ سب ناقلین ورُواتِ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کی ثقاہت پر اتفاق ہو یعنی رواۃ مسلم، صادق، غیر مدلس، غیر مختلط، متصف عدالت، ضابط، متحفظ، سلیم الذہن، قلیل الوہم، سلیم الاعتقاد ہوں اور یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہوں۔

2۔ سلسلہ روایت منقطع نہ ہو۔

3۔ اگر معنعن روایت ہو تو راوی کا اپنے شیخ سے لقاء ضرور ثابت ہونا چاہیے۔

4۔ اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو یا امام بخاری کے معاصرین کا اتفاق ہو۔

5۔ علت اور شذوذ سے خالی ہو۔

باوجود ان صفات کے جو راویوں کے لیے مذکور ہوئی۔ رُواۃ اعلیٰ طبقے کے ہوں۔ ادنیٰ یا وسط غیر کافی ہیں۔ طبقات رواۃ کے امتیاز اور وضاحت کے لیے علامہ حافظ ابن حجر کی یہ مثال کافی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"کہ زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں اور ہر طبقہ اپنے سے نیچے پر فضیلت رکھتا ہے۔ طبقہ اولی اعلی درجہ کی صحت کا موجب ہے اور یہی امام بخاری صاحب کا مقصد ہے۔"(236)

طبقات رُواۃ دو طرح کے ہیں:

ا۔ مکثرین ب۔ مقلین

---

(236) حازمی، شروط الائمہ الخمسة، ص 51-56۔ ابن حجر، هدى السارى، ص 9

ا۔ مکثرین رواۃ کے طبقے:

1۔ طبقہ اولیٰ:

کثیر الاتقان وکثیر الملازمة

"جو راوی ضبط واتقان بہت زیادہ رکھتے ہیں اور اپنے استاد کے پاس بھی بہت زیادہ دیر ٹھہرے رہے ہیں، سفر وحضر میں ساتھ رہے ہیں۔"

اس کی مثال امام زہری کے شاگردوں میں یونس بن یزید آیلی، عقیل بن خالد ایلی، امام مالک بن انس اصبحی، سفیان بن عینیہ، شعیب بن ابی حمزہ ہیں۔ یہ اصحاب زہری کثیر الضبط اور کثیر الملازمہ ہیں۔

2۔ طبقہ ثانیہ:

کثیر الضبط وقليل الملازمة

"وہ راوی جو ضبط واتفاق بہت زیادہ رکھتے ہیں لیکن اپنے شیخ کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے۔"

امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال: ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی شامی، لیث بن سعد مصری، عبد الرحمن بن خالد بن مسافر اور ابن ابی ذئب، یہ چار شاگردانِ زہری کثیر الضبط والاتقان تو ہیں لیکن امام زہری کے پاس زیادہ دیر نہیں رہے۔

3۔ طبقہ ثالثہ:

قليل الضبط و الاتقان وكثير الملازمة

" جن میں ضبط اور اتقان کم ہے لیکن اپنے استاد کے پاس زیادہ دیر ٹھہرے۔"

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال: جعفر بن برقان، سفیان بن حسین اور اسحاق بن یحیی کلبی ہیں۔ یہ سب شاگرد امام زہری کے پاس کافی دیر ٹھہرے رہے لیکن ضبط واتقان ان میں کم ہے۔

4۔ طبقہ رابعہ:

قليل الضبط والاتقان وقليل الملازمة

" جن میں ضبط اور اتقان کم ہے اور اپنے شیخ کے پاس بھی تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔"

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال: زمعہ بن صالح، معاویہ بن یحیی صدفی اور مثنیٰ بن صباح ہیں۔

5۔ طبقہ خامسہ:

قليل الضبط والاتقان وقليل الملازمة مع غوائل الجرح

" ضبط بھی کم ہے، ملازمت بھی کم اور اس کے ساتھ ساتھ جرح بھی ہے۔"

امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال:

عبد القدوس بن حبیب، محمد بن سعید مطلوب، یہ اصحاب قلیل الضبط ہیں، قلیل الملازمہ ہیں اور ان پر جرح بھی ہوئی ہے۔

جس طرح امام زہری کے شاگردوں کے پانچ طبقے ہیں۔ اس طرح تمام مکثرین راویوں کے شاگردوں کے پانچ طبقے بن سکتے ہیں۔

امام بخاری پہلے طبقہ کی روایت کتاب میں لاتے ہیں۔ اس طبقہ میں جو راوی موجود ہوتا ہے اس کی روایت اصول میں ہی درج کر دیتے ہیں اور دوسرے مقام

پر لاتے ہیں۔ دوسرے طبقہ سے امام بخاری انتخاب کرتے ہیں۔ پورے طبقہ کی حدیث نہیں لاتے ان میں سے جن کی حدیث اولیٰ سمجھیں گے وہی لائیں گے اور کوشش کریں گے کہ اصول میں درج نہ ہو بلکہ شواہد اور متابعات میں آجائے، امام مسلم رحمہ اللہ طبقہ اولی اور ثانیہ کے تمام راویوں کی احادیث درج کرتے ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ صحت میں بخاری، مسلم سے اعلیٰ ہے۔ امام ابو داؤد طبقہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ اور رابعہ کی احادیث لاتے ہیں۔ امام ترمذی طبقہ خامسہ کی احادیث بھی لے آتے ہیں۔

غیر مکثرین:

غیر مکثرین کے متعلق شیخین کا طریقہ یہ ہے کہ راوی کی ثقاہت، عدالت اور قلت خطاء کو دیکھا جائے گا۔ پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر قوی اعتماد ہو گیا تو ان کی متفرد احادیث کو نقل کر دیا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر قوی اعتماد نہیں ہوا تو ایسے راویوں کی وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں دوسرے راوی بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ (237)

مولانا عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

"طبقہ اولیٰ ہی کے رُواۃ امام بخاریؒ کی شرط ہیں۔ کبھی کبھی طبقہ ثانیہ کے رُواۃ کی حدیثوں کو بھی (جن پر ان کو اعتماد ہے) صحیح بخاری میں لاتے ہیں۔ لیکن بالاستیعاب نہیں۔ بخلاف امام مسلم کے کہ وہ دونوں طبقوں کی حدیثوں کو بالاستیعاب لاتے ہیں اور طبقہ ثالثہ (جن کو امام بخاری نے ہاتھ بھی نہیں لگایا) کی حدیثوں کو بھی لاتے ہیں مگر بالاستیعاب نہیں۔ ہاں طبقہ ثانیہ اور ثالثہ کے رُواۃ کی

---

(237) ابن حجر، ھدی الساری، ص 9-10۔ نور پوری، مرآۃ البخاری، ص94-97

حدیثوں کو امام بخاری تعلیقاً ذکر کرتے ہیں۔۔۔ یہ ان رواۃ کی حالت ہے کہ جو کثیر الحدیث ہیں۔ وہ رُواۃ جو قلیل الحدیث ہیں ان میں امام صاحب کبھی متفرد راوی کی حدیث نہیں لیتے جب تک سلسلہ رُواۃ میں اس کا کوئی دوسرا راوی شریک نہ ہو ہاں کبھی کسی راوی پر باوجود تفرد کے جب قوی اعتماد ہو جاتا ہے تو اس کی حدیث لیتے ہیں ۔ جیسے یحییٰ بن سعید انصاری لیکن ایسا بہت کم بلکہ شاذ ونادر ہی کرتے ہیں۔(238)

مبحث دوم: اصحیت صحیح بخاری

امام بخاری کی بلند پایہ کتاب " الجامع الصحیح " کے متعلق یہ مقولہ " أصح الکتب بعد کتاب اللہ "پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن ابو علی نیسابوری، امام ابن حزم اور بعض مغاربہ سے کتاب مسلم کی فضیلت بھی منقول ہے۔

حافظ ابو علی نیسابوری فرماتے ہیں:

" ماتحت أدیم السماء کتاب أصح من کتاب مسلم بن الحجاج "

"کہ روئے زمین پر مسلم سے اصح کوئی کتاب نہیں۔"(239)

اور امام شافعی (204ھ) سے مؤطا امام مالک کے بارے قول منقول ہے کہ:

" ماأعلم فی الارض کتاباً فی العلم أکثر صواباً من کتاب مالك "

"کہ میں زمین میں مؤطا امام مالک سے علم میں زیادہ صحیح کسی کتاب کو نہیں جانتا۔" (240)

---

(238) مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص 245

(239) ابن حجر ، ھدی الساری، ص 10

(240) مصدر سابق

جمہور علمائے کرام نے ان اقوال کی توجیہات کی ہیں اور ان کے جوابات دیے ہیں وہ فرماتے ہیں:

امام شافعیؒ (204ھ) کا قول اپنی جگہ پر بجا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں صحیحین کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا اس دور میں موجود کتابوں میں سے امام مالک کی کتاب "مؤطا" اپنی صحت کے اعتبار سے افضل ہی تھی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے بخاری پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ نیز امام مالک اپنی کتاب میں منقطع سند کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے اور اسی طرح مرسل روایات اور بلاغات کو ذکر کر دیتے ہیں تو پھر اس مذکورہ صورت حال کے ہوتے ہوتے کتاب مؤطا کو بخاری پر فضیلت کیسے ہو گی؟

باقی حافظ ابو علی نیساپوری کے قول کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سیاق، حسن ترتیب اور صرف مرفوع احادیث کو بیان کرنے میں امام مسلم کا مقام بخاری سے اعلیٰ ہے کیونکہ امام مسلم ایک حدیث بیان کرکے اس کی کئی اسانید بیان کر دیتے ہیں، نیز امام مسلم نے اپنی طرف سے کوئی بات درج نہیں کی۔ حتیٰ کہ ابواب بھی قائم نہیں کیے حالانکہ بخاری میں ابواب اور مسائل موجود ہیں۔ حافظ ابو علی نیساپوری کے شیخ امام نسائی کا قول ہے:

" مافي هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل "

"محمد بن اسماعیل کی کتاب سے عمدہ کوئی کتاب نہیں۔" (241)

اجود کا تعلق اسناد کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اس لیے بخاری اصح ٹھہری، اس کے علاوہ امام نسائی کا رتبہ نقد رجال اور علل اسانید میں امام مسلم سے کم نہیں چونکہ

(241) مصدر سابق

امام نسائی حافظ ابو علی کے استاد ہیں اس لیے امام نسائی کا قول معتبر ہو گا۔(242)

مولانا عبد السلام مبارک پوری یوں لکھتے ہیں:

ان شرائط اور نیز وجوہات مذکورہ بالا کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو کر یہ ایک اصولی مسئلہ بن گیا ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم نیز تمام کتب حدیثہ پر ترجیح ہے۔ خواہ باعتبار صحت کے ہو یا جودت فقاہت کے غرض ہر اعتبار سے اس کو فضیلت ہے۔ تدریب الراوی میں ہے:

" والبخاری اصحهما وأكثرهما فوائد وقيل مسلم أصح والصواب الأول " (243)

اور کیوں نہ ہو امام مسلم نے اسی تصنیف کو دیکھ کر اسی پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھی اور کچھ اضافہ کیا لیکن پھر بھی اس کے رتبہ کو ان کی کتاب نہ پہنچ سکی۔ امام بخاری کے وہ تلمیذ تھے اور شہادت دیتے تھے کہ امام بخاری اس فن میں ہر طرح

---

(242) نورپوری، مرآۃ البخاری، ص99-100

(243) اور بخاری ان دونوں میں زیادہ صحیح ہے اور بکثرت فوائد رکھتی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مسلم اصح ہے لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے۔"

سيوطى ، حافظ جلال الدين سيوطى (849ھ /911ھ) تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى ، تحقيق عبد الوهاب ، ناشر : مكتبه علميه ، مدينه منوره ، 1392ھ ، 1 / 91- ابن الصلاح ، مقدمة ابن الصلاح ، ص 14 - 15- عراقى ، حافظ زين الدين عبد الرحيم بن حسين (725ھ / 806ھ) التبصرة والتذكره : (شرح الفية العراقى) ناشر : دار الكتب العلمية بيروت ، 1/ 39- سخاوى ، حافظ شمس الدين محمد بن عبد الرحمن سخاوى (831ھ / 902ھ) تحقيق على حسن على ، ناشر :الجامعه السلفيه بنارس ، هند ، 1417ھ ، 1 / 28

متفرد ہیں اور ان کو سید المحدثین کے لقب سے پکارا کرتے تھے ۔ حاکم ابو احمد نیشاپوری لکھتے ہیں:

" رحم الله محمد بن إسماعيل فإنه ألف الأصول يعني أصول الأحكام من الأحاديث وبين للناس وكل من عمل بعده إنما أخذه من كتابه كمسلم ابن الحجاج " (244)

" اللہ رحمت نازل کرے امام بخاری پر کہ انہوں نے اصول قائم کیے یعنی احادیث سے احکام کے اصول اور لوگوں کو تعلیم کر گئے اور جن لوگوں نے لیا، انہیں کی کتاب سے لیا جیسے امام مسلم بن حجاج۔"

اور امام دار قطنی نے فرمایا:

" لولا البخاري ماذهب مسلم ولاجاء " وقال مرة اخرى : وأي شئ صنع مسلم إنما أخذ كتاب البخاري فعمل عليه مستخرجاً وزاد فيه زيادات " (245)

" امام دار قطنی کے سامنے جب صحیحین کا تذکرہ ہو تو امام دار قطنی نے کہا کہ امام بخاری کا فیض صحبت نہ ہوتا تو مسلم کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔ ایک مرتبہ امام دار قطنی نے یہ فرمایا کہ امام مسلم نے کیا کیا، صحیح بخاری کو لے کر اس کی حدیثوں کا استخراج کیا اور کچھ اضافہ کر دیا۔" (246)

---

(244) ابن حجر ، هدى السارى، ص 11۔ والنكت على ابن الصلاح ، تحقيق دكتور ربيع بن هادى مدخلى ، ناشر :احياء التراث الاسلامى ، جامعه اسلاميه مدينه منوره ، 1404ھ ، 1 /285

(245) ابن حجر ، هدى السارى، ص 11

(246) مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص245۔246

امام نووی لکھتے ہیں:

"علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن عزیز کے بعد تمام کتابوں سے زیادہ صحیح کتابیں بخاری اور مسلم کی صحیحین ہیں، اور امت نے ان دونوں کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا ہے۔ اور صحیح بخاری، صحیح مسلم سے زیادہ صحیح ہے اور اس میں فوائد بھی زیادہ ہیں اور یہی قول مختار ہے جو کہ اکثریت نے اختیار کیا ہے اور اسی پر اہل اتقان اور حُذاق (بڑے ماہر سمجھ دار) اور احادیث کے اسرار ورموز کی غوطہ زنی کرنے والوں کا اتفاق ہے۔"(247)

احادیث بخاری میں تکرار، اختصار اور تقطیع:

1۔ تکرار حدیث:

تکرار سے مراد ایک ہی حدیث کو کئی ابواب میں مکرر ذکر کرنا ہے تو ایسا امام بخاری کیوں کرتے ہیں؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟

جب ہم صحیح بخاری کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک حدیث کو متعدد مقامات پر مختلف اسناد سے نقل کرتے ہیں اور ہر باب کے مطابق ہر جگہ اپنے حسن استنباط سے بہترین معنی نکالتے ہیں۔ بہت کم جگہ ایک سند اور ایک لفظ سے کوئی حدیث مکرر لاتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے خود وضاحت فرمائی ہے:

"قال أبو عبد الله يزاد فی الباب حديث مالك عن ابن شهاب

---

(247) نووی ، امام محی الدين ابو زكريا ، يحيی ابن شرف نودی (631ھ / 676ھ) ، مقدمه النووی لشرح صحيح مسلم ، مطبعه حجازی ، قاهره، مصر ، 1/ 14

لکنی لاأرید أن أدخل فیه معاداً " (248)

"یعنی اس باب میں مالک بن انس والی حدیث درج کی جاسکتی ہے لیکن میں دوبارہ نہیں لانا چاہتا۔"

امام بخاری رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ تکرار سے اجتناب کرتے ہیں وہ حدیث کو مکرر نہیں لانا چاہتے تو جس تکرار سے وہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ حقیقی تکرار من کل الوجوہ ہے۔ باقی جہاں سند اور متن کے ساتھ تکرار موجود ہے وہ ظاہری تکرار من وجہ تکرار ہے اور وہ حقیقت میں تکرار نہیں ہے۔ اس تکرار ظاہری من وجہ کے کئی مقاصد اور اسباب ہیں۔

مولانا عبد السلام مبارک پوری رقمطراز ہیں:

امام بخاری کا طرز عمل صحیح بخاری کی تالیف میں یہ ہے کہ ایک ہی حدیث کو کئی کئی باب میں ذکر کرتے ہیں لیکن ہر باب میں سلسلہ سند بدلا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ایک حدیث سے متعدد مسائل استخراج کرتے ہیں اور تبدیل سند سے حدیث کی قوت کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ایک حدیث کو بر تبدیل سند اور بلا تغایر الفاظ امام بخاری نے دہرایا ہو۔ تکرار کے چند فائدے حسب ذیل مقصود ہیں۔

1۔ کسی حدیث کو پہلے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں۔ پھر دوسری جگہ دوسرے صحابی سے، تیسری جگہ تیسری صحابی سے۔ جس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غربت کے درجے سے نکل کر شہرت یا تواتر معنوی کے درجے کو پہنچ جائے۔ اسی طرح وہ دوسرے طبقے اور تیسرے طبقے کے راویوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہاں

---

(248) ابن حجر ، هدی الساری ، ص 16

تک کہ اپنے شیوخ تک اس سلسلہ کو لے جاتے ہیں۔ جو لوگ اس فن سے نابلد ہیں ،وہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کو مکرر کر دیا ہے حالانکہ اس تکرار میں علاوہ استنباط مسائل فقہیہ کے اہل فن کی نگاہ میں بہت سے فائدے ہیں۔

2۔ امام بخاری نے اس قاعدہ کی بناء پر بہتیری حدیثوں کی تصحیح اپنی شدید شرطوں کے مطابق کر ڈالی جو معانی متغائر اور مفاہیم متفرقہ عدیدہ رکھتی تھیں اور ان سے ہر باب میں جداگانہ مسائل مستنبط کیے۔

3۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو راوی مکمل روایت کرتا ہے اور دوسرا مختصر۔ امام بخاری اس حدیث کو جس طرح جس سلسلہ سے وارد ہوئی ہو مکرر لاتے ہیں۔ جس سے شبہ ناقلین کی جانب سے رفع ہو جاتا ہے کہ یہی ایک راوی کبھی تو مختصر روایت کرتا ہے کبھی مکمل۔ حالانکہ اس اختصار اور تکمیل میں اس کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث کو صحابی یا تابع تابعی نے بعض سے مکمل اور بعض سے مختصر بیان کیا ہوتا ہے۔

4۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناقلین صحابہ ایک ہی واقعہ یا حدیث کو روایت بالمعنی کے قاعدہ پر مختلف الفاظ میں روایت کرتے ہیں جن سے مختلف معنی پیدا ہوتے ہیں۔ امام بخاری ان سب الفاظ کو جداگانہ بابوں میں ذکر کرتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ تمام الفاظ امام بخاری کی شروط کے مطابق ہو اور پھر ایک کی سند بھی مختلف ہو۔

5۔ بعض احادیث ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے ارسال اور اتصال میں اختلاف ہوتا ہے اور اتصال امام بخاری کے نزدیک راجح ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں سلسلہ اسانید کو ذکر کرکے اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں ارسال کچھ مضر نہیں۔

6۔ بعض حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جن کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہوتا ہے اور امام بخاری کے نزدیک مرفوع ہونا راجح ہوتا ہے یہاں بھی دونوں

سلسلہ اسانید کو لا کر متنبہ کر دیتے ہیں کہ موقوف روایت کرنے سے رفع میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔

7۔ بعض اوقات کسی حدیث کے سلسلہ سند میں کسی نیچے کے راوی نے کسی شیخ کو بڑھا دیا۔ دوسرے راوی نے اس کو حذف کر کے روایت کیا۔ امام بخاری نے ان دونوں سلسلہ اسانید کو ذکر کر کے یہ بتایا کہ فلاں راوی نے اپنے شیخ سے حدیث سنی اور اس کے بعد شیخ الشیخ سے بھی سنی۔ لہٰذا ان دونوں راویوں کا قول صحیح ہے جس نے شیخ کو بڑھایا ہے وہ پہلے سماع کے اعتبار سے ہے جس نے حذف کر دیا، وہ دوبارہ شیخ الشیخ کے سماع کے اعتبار سے ہے۔

8۔ کبھی معنعن کے اتصال ثابت کرنے کے لیے حدیث کو مکرر لاتے ہیں۔ (249)

2۔ اختصارِ حدیث:

اختصار سے مراد حدیث کو مختصر ذکر کرنا یعنی امام بخاری اپنی صحیح میں کسی جگہ پر ایک حدیث کا کچھ حصہ ذکر کر دیتے ہیں تو عام طور پر وہ دوسرے مقام پر مکمل حدیث بیان کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کر دیا اور پوری بخاری میں مکمل حدیث نہیں ہوتی یہ طریقہ امام بخاری وہاں اختیار کرتے ہیں۔ جہاں اصل حدیث موقوف ہو اور مذکورہ ٹکڑا حکماً مرفوع ہو۔ ایسی جگہ صرف وہی جملہ ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے:" إن أهل الإسلام لا يسيببون "

---

(249) مبارک پوری، سیرۃ البخاری، ص 247-248
مولانا گرامی نے "ہدی الساری" سے ان فوائد کو نقل کیا ہے اور بعض الفاظ کا اپنی طرف سے وضاحت کی خاطر اضافہ کیا ہے۔ ابن حجر، هدی الساری، ص 15-16

"کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے۔" (250)

اب یہ ٹکڑا حکماً مرفوع ہے اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے، اور بقیہ الفاظ اس حدیث کے موقوف ہیں ان کو حذف کر دیا ہے۔ اس موقوف کو کتاب بھر میں کہیں ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کی کتاب کا موضوع نہیں ہے۔ (251)

3۔ تقطیع حدیث:

سے مراد حدیث کے متون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ذکر کرنا۔ اس بارے ہمارے شیخ مکرم حافظ عبد المنان نورپوری فرماتے ہیں:

"تقطیع حدیث سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری ایک حدیث کو کئی ابواب میں متفرق طور پر بیان کرتے ہیں۔ حدیث کا کچھ حصہ ایک باب میں بیان کیا۔ کچھ حصہ دوسرے باب میں بیان کیا ایسا بخاری کے اندر موجود ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے حدیث کی تین صورتیں ذہن نشین ہونی چاہییں۔

1۔ حدیث قصیر ہو یعنی متن بہت چھوٹا ہو۔

2۔ حدیث کا متن لمبا ہو جو کئی جملوں پر مشتمل ہے۔ وہ جملے آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں جن کو جدا کرنے سے معنی اور مفہوم میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

3۔ حدیث کا متن لمبا ہے جو متعدد جملوں پر مشتمل ہے۔ مگر وہ جملے ایک دوسرے کے ساتھ اتنا گہرا ربط نہیں رکھتے جن کو الگ الگ کرنے سے مفہوم اور معنی میں

---

(250) بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث السائبہ مع فتح الباری، 12 / 40، ح : 6753

(251) ابن حجر، هدی الساری، ص 16۔ نورپوری، مرآۃ البخاری، ص118

خرابی پیدا ہوتی ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں اگر حدیث سے زیادہ مسائل استنباط ہوتے ہیں تو امام بخاری اس حدیث کو متعدد ابواب میں درج کریں گے۔ اور متعدد مسائل اخذ کریں گے اور بعض اوقات لمبی حدیث کو مختصر بھی کر لیں گے جہاں اختصار سے خرابی کا خدشہ نہ ہو کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک مقام پر حدیث کو معلق ذکر کیا دوسرے مقام پر متصل بیان کر دیا۔ یہ عمل اس جگہ کرتے ہیں۔ جہاں سند ایک ہو تو اس سے تکرار ختم ہو گیا۔ (252)

تیسری صورت میں امام بخاری ایک حدیث کے جملوں کو الگ الگ کر لیتے ہیں۔ ہر ایک جملے پر باب قائم کریں گے۔ اس طرح باب قائم کرتے اور مسائل استنباط کرتے جائیں گے۔ اس عمل کو تقطیع حدیث کہتے ہیں۔" (253)

مبحث سوم: شروحات صحیح بخاری

اللہ رب العزت نے بلند پایہ کتاب صحیح بخاری کو یہ شرف و اعزاز بخشا کہ اس کتاب کی بیسیوں شروحات و حواشی ضبط تحریر کئے گئے اور اب تک اس کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر دور میں علمائے امت نے اس عظیم الشان کتاب کی بڑھ چڑھ کر خدمت کی۔ کسی نے اس کی مطول شرح لکھی، کسی نے متوسط اور کسی نے مختصر لکھی۔ کوئی اس کے رجال کو زیر بحث لایا اور کسی نے اس کے غریب الفاظ کی وضاحت کی۔ کسی نے اس کے ابواب و تراجم پر مستقل تصانیف تالیف کیں اور کسی نے اس کے استدراک کا اہتمام کیا۔

---

(252) ابن حجر ، ھدی الساری، ص 15

(253) نورپوری، مرآۃ البخاری، ص117-118

کسی صاحب علم نے اس کی تجرید و اختصار پر کام کیا اور کسی نے اس کی تعلیقات کا اعتناء کیا۔ غرض ہر دور میں مختلف زبانوں میں اس جلیل القدر کتاب پر کام ہوا ہے۔ یہ عمل اس کتاب کی مقبولیت ،رفعت اور تداول کی روشن دلیل ہے۔ یہ تمام شرف و عزت امام بخاریؒ کے اخلاص اور حسن نیت کا ثمر ہے۔ جو بندہ اخلاص وللّٰہیت سے دین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔

منکرین حدیث جتنے مرضی امام بخاری اور صحیح بخاری پر طنز و تعریض کے نشتر چلائیں، صحیح بخاری کو ہدف تنقید بنائیں اور رجال صحیح بخاری پر بے دریغ حملے کریں یہ ساری ہفوات ان کے خلاف جائیں گی۔ اس سے صحیح بخاری کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس عظیم کتاب کو اور زیادہ شرفِ قبولیت سے نوازے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

صحیح بخاری کی شروحات کا استقصا تو دشوار ہے تاہم جو شروحات و حواشی اصحاب علم و فضل کے علم میں آئے انہوں نے حیطہ تحریر کر دیئے۔ ہم مولانا عبد السلام مبارکپوری کی "سیرۃ البخاریؒ" سے صحیح بخاری کی اہم شروحات یہاں نقل کر رہے ہیں۔ شروحات نقل سے پہلے مولانا مبارک پوری کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں وہ خامہ فرسائی کرتے ہیں:

" صحیح بخاری کے جلیل القدر اور بلند پایہ ہونے کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک علمائے اسلام بلا امتیاز کسی فرقہ کے برابر اس کی خدمت میں مصروف رہے ہیں۔ کسی نے شرح لکھی، کسی نے نہ صرف اس کے رجال پر توجہ کی، بعض نے اس کے ابواب فقہیہ اور تراجم ابواب کے دقائق کی چھان بین کی، کسی نے اس کی تجرید کی، کسی نے اختصار، بعض اہل علم نے اس کے

تعلیقات کو موصول کیا۔ اکثر اہل علم نے الفاظ غریبہ مشکلہ کے لغات لکھے۔ کسی نے نحوی مسائل کے شواہد اور جمع کیے۔ بعض شیوخ نے اس کے شروط پر بحث لکھی۔ بعض محدثین نے اس کی حدیثوں کی تنقید پر کتابیں لکھیں۔ اکثر اساتذہ فن نے حواشی و تعلیقات لکھے۔ کسی نے مستدرک لکھی، شروح میں بھی کسی نے مبسوط لکھی، کسی نے متوسط، اور ہر ایک کے مقاصد اور عنوان الگ الگ۔"

عربی زبان میں لکھی گئی اہم شروحات پیش خدمت ہیں:

1۔ اعلام السنن: (254)

یہ امام ابو سلیمان حمد بن محمد بستی المعروف امام خطابی (388ھ) کی نہایت عمدہ شرح ہے۔ (255) جو انہوں نے سنن ابی داؤد کی شرح "معالم السنن" مکمل کرنے کے بعد اہل بلخ کے اصرار پر لکھی تھی۔ اس کتاب کے قلمی نسخے عالمی لائبریریوں کی زینت ہیں جس کا اشارہ ڈاکٹر فواد سیزگین نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (256) اب یہ کتاب ڈاکٹر محمد بن سعد آل سعود کی تحقیق سے "اعلام

---

(254) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، 365/1۔ سیزگین، تاریخ التراث العربی، 77/1۔ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 168/3

(255) امام ابو سلیمان حمد بن محمد المعروف الخطابی، اپنے دور کے قابل اعتماد عالم، تبحر محدث اور معروف شارح تھے۔ 388ھ کو فوت ہوئے۔
ذھبی ، سیر اعلام النبلاء، 23/17۔ علوی،شیخ، حسن بن عبدالرحمن، الامام الخطابی ومنھجه فی العقیدة، ریاض سعودی عرب، دار الوطن، 1418ھ /1997ء

(256) سیزگین، تاریخ التراث العربی، 177/1

الحدیث" کے نام سے چھپ چکی ہے۔(257)

2۔ شرح ابن بطال: (258)

یہ شرح امام ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال (449ھ) کی ہے۔(259) یہ صحیح بخاری کی بنیادی شروحات میں سے ہے اگرچہ اس میں فقہ مالکی کا معتدبہ حصہ موجود ہے۔ تاہم اس کے فوائد کا انکار ناممکن ہے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔(260)

---

(257) ڈاکٹر محمد بن سعد آل سعود نے اس کتاب پر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی طرف سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اور یہ کتاب مرکز احیاء التراث الاسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے 1409ھ/1988ء کو چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

(258) حاجی خلیفه، کشف الظنون، 365/1۔ سیزگین، تاریخ التراث العربی، 178/1

(259) امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال، مذہب مالکیہ کے معروف عالم فقیہ اور محدث تھے۔444ھ یا449ھ میں فوت ہوئے۔

ذهبی ، سیر اعلام النبلاء، 47/18۔ ابن بشکوال، علامه ابوالقاسم خلف بن عبدالملک ابن بشکوال(578ھ) ، کتاب الصلة، قاہرة مصر، الدار المصریة، 1977ء، 414/2

(260) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 365/1

3۔ شرح ابن التین:(261)

یہ امام ابو محمد عبدالواحد بن تین صفاقسی (611ھ) کی شرح ہے۔ (262) اس کانام "المخبرالفصیح فی شرح البخاری الصحیح" ہے لیکن شرح ابن التین کے نام سے معروف ہے۔ اس کتاب میں بھی فقہی مسائل کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ شارحین کا یہ ایک ماخذ ہے۔

4۔ شرح ابن المنیرؒ:(263)

یہ شرح امام زین الدین بن علی بن محمد بن منیرؒ اسکندرانی (790ء) کی ہے۔ (264) یہ کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم شرح ہے۔ موصوف ترجمۃ الباب کی فصاحت

---

(261) راقم نے یہ مطبوعہ شرح مکتبہ امام الدعوۃ المکۃ المکرمۃ میں دیکھی ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے مکتبہ الرشد الریاض کی طرف سے 1420ھ /2000ء کو کئی جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ فتح الباری کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔

(262) ابو محمد عبدالواحد بن تین صفاقسی براعظم افریقہ کے شہر سفاقس کے معروف مالکی عالم فقیہ اور محدث تھے۔ 611ھ میں فوت ہوئے۔ سفاقس افریقہ کے نواح میں سمندر کے کنارے پر ایک شہر ہے۔ ⇦

⇦مخلوف، شیخ محمد بن محمد ، شجرة النورالزكية فى طبقات المالكية، بیروت لبنان، دارالفکر، 168/1۔ حموی، معجم البدان، 223/3

(263) ابن حجر ، ھدی الساری، ص14۔ حاجی خلیفه، کشف الظنون، 365/1۔ کحاله ، عمر رضا، معجم المؤلفین، بیروت لبنان، مکتبه المثنیٰ داراحیاءالتراث الاسلامیه، 234/7

(264) امام زین الدین ابوالحسن علی بن محمد بن منیّر یہ ناصرالدین ابن المنیر کے بھائی ہیں۔ مالکیہ کے معروف عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ 695ھ کو فوت ہوئے۔ منیر کی یا مشدد پڑھی جائے گی۔

کے ساتھ ساتھ فقہ الحدیث، مذاہب فقہاءاور ترجیح مسئلہ بڑی عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔ ابن فرحون مالکی (799ء) نے اس شرح کی بڑی تعریف ہے۔(265)

5۔ التلویح شرح الجامع الصحیح:(266)

یہ حافظ علاءالدین مغلطائی بن قلیج ترکی مصری (762ھ) کی شرح ہے۔(267) یہ نہایت طویل شرح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ)

مخلوف، شیخ محمد بن محمد ، شجرۃ النورالزکیۃ ، 188/1۔ الصفدی، شیخ صلاح الدین خلیل ابن ابیک الصفدی،الوافی بالوفیات، دار النشر فرانز شتایز ، 1401ھ، 142/22۔ کحالہ ، معجم المؤلفین، 234/7

(265) ابن فرحون، علامہ مالکی، الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان علماء المذھب، تحقیق دکتور محمد احمدی، قاہرۃ مصر، دارالتراث ، 123/2

(266) ابن حجر ،حافظ شہاب الدین عسقلانی(852ھ)۔ الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، 1350ھ، 353/4۔ حاجی خلیفہ ، کشف الظنون، 366/1۔ زرکلی، علامہ، خیرالدین، الاعلام، بیروت، دارلعلم، 1984ء، 196/8

(267) حافظ علاءالدن مغلطائی بن قلیج، دیار مصر میں فقہ حنفی کے عظیم عالم وفقیہ تھے۔762ء میں فوت ہوئے۔

ابن حجر ، الدرر الکامنۃ ، 352/4۔ شوکانی، علامہ محمد بن علی شوکانی(1250ھ) ، البدرالطالع لمحاسن من بعد القرن السابع، بیروت لبنان، دارالمعرفۃ، 212/2۔ ابن عماد، علامہ ابوالفلاح عبدالحئی بن عماد الحنبلی(1032ھ/1089ھ) ، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، بیروت لبنان ، دارالآفاق الجدیدۃ ، 197/6۔ سیوطی، حافظ جلال احمد بن عبدالرحمن سیوطی(911ھ) ، طبقات الحفاظ ،تحقیق علی محمد عمر مکتبۃ وھبہ طبع اول 1393ھ، ص 534

کے مطابق تقریباً یہ 20 جلدوں پر مشتمل ہے۔(268)

6۔ الکواکب الدراری شرح بخاری:

یہ شرح علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی(786ھ) کی ہے۔(269)

شرح کرمانی ایک مشہور اور متوسط شرح ہے۔ یہ شرح جامع فوائد اور نافع زوائد پر مشتمل ہے۔ لائق مصنف نے عبارت کتاب حل کرنے کی طرف کامل توجہ دی ہے۔ اعراب نحوی، شرح الغریب کا خوب حل کیاہے۔ روایات، اسماء الرجال، اور القاب کو بھی خوب ضبط کیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں باہمی تعارض کو رفع کیاہے۔ یہ نہایت عمدہ اور مفید شرح ہے۔

7۔ التوضیح شرح الجامع الصحیح: (270)

یہ شرح امام سراج الدین عمر بن علی بن احمد بن الملقن شافعی(804ھ) کی

---

(268) ابن حجر ، لسان المیزان ،72/6

(269) علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی، اپنے دور کے جید عالم دین اور متبحر فی العلم محدث تھے۔786ھ میں فوت ہوئے۔ ⇦

⇦ابن حجر ، الدرر الکامنۃ ، 310/4۔ شوکانی، البدرالطالع ، 292/2۔ کحالہ ، معجم المؤلفین، 129/12

(270) حاجی خلیفه، کشف الظنون، 366/1۔ سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 179/1۔ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 168/3۔ کحالہ ، معجم المؤلفین، 129/12

ہے۔ (271) یہ ایک ضخیم عمدہ شرح ہے۔ علامہ سخاوی کے بقول یہ شرح حافظ مغلطائی کی شرح "التلویح" کا ملخص ہے۔ (272) یہ ضخیم شرح اب منصہ شہود پر آچکی ہے۔ (273)

8۔ اللامع الصبیح شرح الجامع الصحیح: (274)

یہ شرح علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالدائم میں موسیٰ برماوِی (831ھ) کی ہے۔ (275) علامہ موصوف نے خود لکھا ہے کہ یہ میری

---

(271) سراج الدین عمر بن علی بن احمد بن الملقن، شوافع کے معروف عالم اور فقیہ تھے 804ھ میں فوت ہوئے۔

ابن حجر ،حافظ شهاب الدين عسقلانی(852ھ)، انباءالغمر بابناءالعمر، حیدارآباد دکن هند، دائرة المعارف العثمانية، 1387ھ، 41/5۔ شوکانی، البدرالطالع ، 1/ 508

(272) سخاوی، حافظ شمس الدين محمد بن عبدالرحمن(831ھ/902ء)، الضوءاللامع لاہل القرن التاسع، بیروت لبنان، دارمکتبة الحياة، 102/6

(273) راقم نے یہ شرح پہلے اپنے شیخ حافظ ثناء اللہ محدث مدنی کے ذاتی مکتبہ لاہور میں پہلی بار دیکھی تھی۔ بعد ازاں امام حرم مکی شیخ عبدالرحمن السدیس کے ادارہ امام الدعوۃ مکۃ المکرمۃ میں دوران تعلیم ادارہ کے عظیم مکتبہ میں دیکھی اور اس کا مطالعہ بھی کیا وللہ الحمد یہ کتاب دارالنوادر سوریا دمشق کی طرف سے 1429ھ /2008ء کو کئی جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ الحمدللہ راقم کے مکتبہ میں موجود ہے۔

(274) حاجی خلیفه، کشف الظنون، 366/1۔ سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 182/1۔ بروکلمان ، تاريخ الادب العربی، 169/3۔ کحاله ، معجم المؤلفين، 132/10

(275) شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم برماوی دیار مصر کے معروف عالم اور محدث تھے۔ 831 میں فوت ہوئے

شرح زرکشی کی شرح تنقیح اور کرمانی کی شرح سے ماخوذ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں عمدہ فوائد اور توضیحات شامل ہیں۔ یہ عمدہ شرح چاروں جلدوں میں ہے۔(276)

9۔ التلقیح لفہم قاریٔ الصحیح: (277)

یہ شرح برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل الحلبی المعروف بسیط ابن العجمی(841ھ) کی ہے۔(278) مؤلف کے خط سے دو جلدوں میں کارآمد شرح ہے حافظ ابن حجر بھی اس شرح سے مستفید ہوئے ہیں۔ علامہ سخاوی نے اس شرح کے کئی فوائد لکھے ہیں۔(279)

سخاوی ، الضوء اللامع، 280/7۔ شوکانی، البدرالطالع ، 1/ 181

برماوی ب کے نیچے کسرہ ہے اور را ساکن ہے یہ برمہ کی طرف منسوب ہے اور یہ ارض مصر فسطاط سے سکندریہ کے راستے مغربی علاقہ بازار والا چھوٹا سا شہر ہے۔

بغدادی، علامه صفی الدین عبدالمؤمن البغدادی(739ھ) ، مراصد الاطلاع علی الاسماء الامکنة والبقاع، تحقیق: علی محمد بخوی ،بیروت لبنان، دارالجیل ، 1412ھ، 199/1

(276) مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص258-259

(277) حاجی خلیفه، کشف الظنون، 366/1۔ کحاله ، معجم المؤلفین، 132/10۔ سیزگین، تاریخ التراث العربی، 182/1

(278) برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی، دیار حلب کے مایہ ناز عالم تھے۔ 861 میں فوت ہوئے۔ابن العماد الحنبلی، شذرات الذهب، 237/7۔ سخاوی، الضوء اللامع، 138/1۔ شوکانی، البدرالطالع ، 1/ 28

(279) سخاوی، الضوء اللامع، 138/1

10۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری: (280)

یہ نہایت عمدہ اور مفید شرح حافظ المشرق علامہ ابوالفضل شہاب الدین احمد علی بن حجر عسقلانی (852ھ) کی ہے۔(281)

علامہ ابن خلدون (808ھ) نے اپنی مشہور تاریخ کے مقدمہ میں فرمایا تھا کہ "بخاری کی شرح کا قرض اس امت پر باقی ہے۔"(282)

اور یہ قرض فتح الباری کے لکھنے کے بعد اتر چکا ہے۔(283) یہ شرح علمی فوائد کا خزینہ اور تحقیقات و تدقیقات کا گنجینہ ہے۔ اسی شرح کے بارے امام شوکانی

---

(280) حاجی خلیفہ ، کشف الظنون، 366/1۔ سیزگین، تاریخ التراث العربی، 183/1۔ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 169/3

(281) حافظ ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی شافعی، 773ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے عظیم محدث، فقیہ، قاضی اور خاتمۃ المحدثین تھے۔ 852ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے آپ کے احوال دیکھیں: ⇦

⇦شاکر محمود، دکتور عبدالمنعم ، ابن حجر العسقلانی، دراسة مصنفاته ومنهجه ، عراق، وزارة الاوقاف، 1987ء۔ سخاوی، الضوء اللامع، 2/36-40۔ شوکانی، البدرالطالع ، 1/ 96-97۔ ابن العماد ، شذرات الذهب، 7/270-273

(282) ابن خلدون ، مقدمه ابن خلدون، 142/3

(283) سخاوی، حافظ شمس الدین سخاوی، التبرالمسبوک فی الذیل علی تاریخ المقریزی السلوک، ص231۔ شاکر محمود، ابن حجر و دراسته مصنفاته، ص221

(1250ھ) نے فرمایا تھا کہ "لا هجرة بعد الفتح"۔(284) مطلب یہ کہ اب بخاری کی شرح کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ حافظ ابن حجر (852ھ) کے بعد جس نے بھی بخاری کی شرح لکھی ہے وہ فتح الباری کا خوشہ چیں رہا ہے۔ یہ کتاب کئی بار چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اللہ نے اسے بڑا مقبول عام بنایا ہے۔(285)

11۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری:(286)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی (855ھ) کی لطیف اور متداول شرح ہے۔(287)

عمدۃ القاری میں اعرابی، معانی اور لغوی مباحث ابتدائی اجزاء میں ہیں۔ علامہ عینی نے ہر راوی کا مکمل تعارف، رواۃ کے انساب کی بحث اور معانی بیان

---

(284) کتانی، علامه عبدالحی بن عبدالکبیر، فهرس الفهارس و الاثبات، تحقیق دکتور احسان عباس، دارالغرب الاسلامی 1402ھ، 238/1۔ شاکر محمود، ابن حجر و دراسته مصنفاته، ص323

(285) فتح الباری کا سب سے متداول طبع استاذ محب الدین الخطیب والا ہے اور اس کے بعض اجزاء پر علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی عمدہ تعلیقات ہیں۔ یہ قاہرہ میں مطبع سلفیہ نے 13 جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اب اسے مکتبہ دارالسلام الریاض کے بانی مولانا عبدالمالک مجاہد نے بڑی آب و تاب سے شائع کرایا ہے۔

(286) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 367/1

(287) علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی، اپنے دور کے معروف عالم، فقیہ اور نکتہ شناس مصنف تھے۔ 855ھ کو وفات پائی۔
سخاوی، الضوء اللامع، 131/1۔ ابن العماد ، شذرات الذهب، 286/7۔
شوکانی، البدرالطالع ، 294/2

کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ علاوہ ازیں علامہ عینی نے فتح الباری سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔(288) یہ کتاب متعدد بار طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔

علامہ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

"و بالجملة فإن شرحه حافل كامل فى معناه لكن لم ينتشر كا

---

(288) حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

"واستمد فيه من فتح البارى بحيث ينقل منه الورقة بكمالها وكان يستعيره من البرهان بن خضر باذن مصنفه له و تعقبه فى مواضع"۔

یعنی علامہ عینی نے اپنی شرح میں فتح الباری سے بہت کچھ مدد لی یہاں تک کہ مکمل ورق کا ورق نقل کر جاتے ہیں۔ برہان بن خضر (852ھ) سے مصنف کی اجازت سے عاریتاً لیتے تھے۔ انہوں نے چند مقامات پر حافظ ابن حجر پر تعقبات بھی کیے ہیں۔

حاجى خليفه، كشف الظنون، 367/1

راقم نے بذات خود دوران مطالعہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ کیا ہے اور علامہ عینی کو ایسا ہی پایا ہے کہ فتح الباری کی عبارت نقل کر جاتے ہیں۔ باقی جو انہوں نے فتح الباری پر تعقبات اور اعتراضات کیے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ⇦

⇦ اکثر دقیق اعتراضات کا جواب دے دیا ہے اور جن اعتراضات کا جواب بالکل واضح تھا ان کا جواب نہیں دیا بلکہ وہاں بیاض چھوڑ دیا۔ اور اس کا نام انہوں نے "انتقاض الاعتراض" رکھا ہے یہ کتاب شیخ حمدی عبد الحمید سلفی اور شیخ صبحی جاسم سامرائی کی تحقیق سے مکتبہ الرشد ریاض کی طرف سے 1413ھ / 1993ء کو طبع ہو چکی ہے۔ باقی حافظ ابن حجر کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اعتراض سن کر متحیر ہو گئے تھے اور جواب نہ دے سکے غلط ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے خود وضاحت کر دی ہے "وتركت البياض لظهورالجواب" کہ میں نے جواب بالکل واضح ہونے کی وجہ سے جگہ خالی چھوڑ دی ہے"

انتشار فتح الباری فی حیاہ مؤلفه و هلم جراً" (289)

"خلاصہ یہ ہے کہ شرح عینی اپنے مطالب میں کامل ہے لیکن اسے مؤلف کی زندگی میں فتح الباری کی سی شہرت نصیب نہیں ہو سکی۔"

12۔ التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح:(290)

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ زرکشی شافعی(794ھ) کی مختصر شرح ہے۔(291)

فاضل مؤلف نے نہایت اختصار سے مشکل الفاظ کی شرح، حالت اعرابی، اسمائے رجال وانساب کا ضبط اور راجح قول کا اہتمام کیا ہے۔ یہ بڑی بڑی شروح سے انسان کو مستغنی کرتی ہے۔ یہ مختصر و عمدہ شرح متعدد بار طبع ہو کر معرض وجود میں آچکی ہے۔

---

(289) نورپوری، مرآۃ البخاری، ص:162

(290) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 368/1۔ سیزگین، تاریخ التراث العربی، 180/1۔ بروکلمان ، تاریخ الادب العربی، 168/3

(291) علامہ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی اپنے دور کے علمائے شافعیہ کے جید عالم اور معروف مؤلف تھے۔794ھ میں وفات پائی۔

⇦ ابن حجر ،الدرر الکامنة ، 397/3

⇦ ابن العماد ، شذرات الذهب، 335/6۔ کحاله ، معجم المؤلفین، 121/9

13۔ مصابیح الجامع:(292)

علامہ بدرالدین محمد بن ابی بکر دمامینی (828ھ)کی شرح ہے۔ (293) علامہ سخاوی کے مطابق مؤلف کتاب نے مختصر شرح لکھی اور اس میں زیادہ تر اعراب اور نحو پر زور دیا ہے۔(294)

14۔ التوشیح علی الجامع الصحیح:(295)

حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (911ھ) کی نہایت

---

(292) سخاوی ، الضوء اللامع، 185/7۔ ابن العماد ، شذرات الذهب، 181/7۔ حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 368/1۔ سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 182/1۔ بروکلمان ، تاریخ الادب العربی، 166/3

(293) علامہ بدرالدین محمد بن ابی بکر اور دمامینی اپنے دور کے ممتاز عالم دین اور محدث تھے۔ 828ھ میں وفات پائی۔ دمامینی دمامین کی طرف نسبت ہے۔دال پر زیر، بعد میں میم اور الف اس کے بعد دوسری میم مکسورہ، یائے ساکنہ اور آخر میں نون ہے۔یہ دریائے نیل کے شرقی کنارے پر ایک بڑی بستی ہے۔
سخاوی، الضوء اللامع، 184/7۔ شوکانی، البدرالطالع ، 150/2۔ ابن العماد ، شذرات الذهب، 181/7۔ مفدی، ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن، الدمامینی حیاته و آثاره، سعودی عرب، الجمعية العربية للثقافة والفنون، 1402ھ، ص 55

(294) سخاوی، الضوء اللامع، 185/7

(295) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 368/1۔ سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 186/1۔ بروکلمان ، تاریخ الادب العربی، 170/3

مختصر، جامع اور لطیف شرح ہے۔(296) یہ شرح بھی طبع ہو چکی ہے۔

15۔ فتح الباری شرح البخاری:(297)

حافظ زین الدین بن عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی(795ھ) کی

---

(296) حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی اپنے دور کے نامور عالم دین زود نویس قلمکار، معروف مؤلف اور حافظ تھے۔

ابن العماد ، شذرات الذهب، 51/8۔ شوکانی، البدرالطالع ، 338/1۔ سیوطی ،حافظ جلال الدین، حسن المحاضرة فی تاریخ مصر والقاهرة، تحقیق محمد ابوالفضل ، القاهره مصر، عیسیٰ البابی الحلبی، 1387ھ، 335/1۔ شکعه، ڈاکٹر مصطفیٰ، جلال الدین ، سیرته العلمیة ومباحثه اللغویة ، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، 1401ھ۔ الغزی، شیخ نجم الدین (1061ھ)، الکوکب السائدة باعیان العاشرة ، تحقیق : دکتور جبرائیل سلیمان، دارالآفاق الجدیدة، 1979ء، 226/1

(297) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 368/1۔ ابن العماد ، شذرات الذهب، 339/6۔ شوکانی ، البدرالطالع ، 328/1

نامکمل شرح ہے۔(298)

یہ شرح کتاب الجنائز تک ہے اور جتنی شرح ابن رجب نے کی ہے، وہ باکمال ہے۔ اگر یہ مکمل ہو جاتی تو واقعی ایک منفرد اور مثالی شرح ہوتی۔ یہ شرح دس جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔(299)

16۔ شرح صحیح البخاری:(300)

بلند پایہ عالم امام محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی (676ھ) نے بھی بخاری کی شرح لکھی۔(301) اس شرح کا تذکرہ انہوں نے مقدمہ شرح مسلم با یں

---

(298) حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی، اپنے دور کے حنابلہ کے بلند مقام عالم، ممتاز مفتی، زرف نگاہ فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ ان کے قلم سے کئی علمی کتب نکلیں ہیں۔ ان میں جامع العلوم والحکم قابل ذکر ہیں۔

ابن حجر ،الدرر الكامنة ، 321/2 ⇦

⇦ابن حجر ، انباء الضمر، 175/3

العليمى، علامه ابواليمن عبدالرحمن بن محمد(928ھ) ، المنهج الأحمد لتراجم أصحاب الايام احمد، تحقيق محمد محى الدين ، بيروت، عالم الكتب، 1403ھ، 132/2

(299) محمود شعبان اور دیگر محققین کی تحقیق سے دار الغرباء الاثریۃ مدینۃ المنورۃ کی طرف سے 1416ھ /1996ء میں چھپی ہے۔

(300) حاجى خليفه ، كشف الظنون، 368/1- بروكلمان ، تاريخ الادب العربى، 168/3

(301) امام محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی (676ھ) اپنے عہد کے جلیل القدر عالم، محدث اور عظیم فقیہ تھے۔ امام نووی کا شمار ان ممتاز مؤلفین میں ہوتا ہے جنہوں نے شہرت دوام پائی۔ وہ 676 کو فوت ہوئے۔

الفاظ کیا ہے:

"انه جمع فيه جملامشتملا على نفائس من انواع العلوم"

"کہ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح میں بہت ایسے جملے جمع کر دیے ہیں کہ جو علوم کی بڑی بڑی نفیس انواع پر مشتمل ہے۔" (302)

لیکن افسوس امام نووی(676ھ) یہ شرح مکمل نہ کر پائے اگر یہ مکمل ہو جاتی تو علوم حدیث میں گراں قدر اضافہ ہوتا۔(303)

17۔ الفیض الجاری: (304)

یہ شرح علامہ سراج الدین عمر بن رسلان بلقینی(805ھ) کی ہے۔(305)

ذهبی، تذكرة الحفاظ، 354/3۔ ابن العماد ، شذرات الذهب، 354/5۔ سبکی ، الطبقات ، 395/8

(302) نووی، امام يحيى بن شرف نووی، (631ھ/676ھ) ، مقدمة النووى شرح صحيح مسلم ، مصر، مطبعة حجازی، 1/4

(303) یہ شرح کتاب الایمان تک پہنچی، اس کے دو قلمی نسخوں کا ذکر ڈاکٹر فواد سیزگین نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 178/1

اس شرح کا مقدمہ ،ماتمس اليه حاجة القارى لصحيح الامام البخاری، کے نام سے شیخ علی حسن کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ دارالفکر عمان اردن کی طرف سے چھپ چکا ہے۔

(304) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 368/1

ابن العماد ، شذرات الذهب، 321/6

لیکن افسوس یہ شرح بھی نامکمل رہی۔

18۔ ہدایۃ الباری شرح البخاری:(306)

یہ شرح حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) کے تلمیذ رشید علامہ زکریا انصاری(926ھ) نے لکھی ہے۔(307)

علامہ زکریا انصاری (926ھ) کی یہ مفید شرح قاہرہ میں 1326ھ میں

---

(305) سراج الدین عمر بن رسلان (راپر زبر اور سین ساکن ہے) بُلقینی (ب پر ضمہ اور لام ساکن ہے اس کے بعد قاف کے نیچے کسرہ اور یا ساکن ہے)۔ شافعی ابن رسلان کے نام سے معروف ہیں۔ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم، حافظ محدث اور فقیہ تھے۔ 805ھ کو وفات پائی۔

ابن حجر ، انباء الضمر، 107/5⇦

⇦شوکانی، البدرالطالع ، 506/1۔ سیوطی ، طبقات الحفاظ ، ص 538

(306) بروکلمان اور سیز گین نے اس کا نام "تحفۃ الباری شرح صحیح البخاری" لکھا ہے۔ نجم الدین غزی نے لکھا ہے کہ انہوں نے بخاری کی ایک ایسی جامع شرح لکھی ہے کہ جس میں دس شروحات بخاری کو ملخص کیا ہے۔

بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 172/3۔ سیزگین، تاریخ التراث العربی، 188/1۔ غزی، الکواکب السائرۃ، 199/1

(307) علامہ زکریا محمد بن انصاری اپنے دور کے حافظ، محدث اور جلیل القدر عالم تھے۔ انہوں نے ابن حجر عسقلانی (852ھ) سے فیضان پایا۔ 926ھ کو فوت ہوئے۔

غزی ، الکواکب السائرۃ، 306/1۔ شوکانی ، البدرالطالع ، 252/1۔ کحالہ ، معجم المؤلفین، 182/4

بارہ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔(308)

19۔ ارشاد الساری: (309)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی مصری(923ھ) کی شرح ہے۔(310) علامہ قسطلانی(923ھ) کی یہ لطیف وعمدہ شرح مطبوع ہے۔ اس میں شرح اور متن کا آپس میں امتزاج ہے۔ اس طرح کہا گیاہے کہ اگر حدیث کے الفاظ خطوط کے نیچے نہ ہوں تو اکثر مقام میں متن اور شرح کاامتیاز مشکل ہو جائے۔ اس میں عبارت کے حل پر خصوصی توجہ دی گئی ہے ۔فتح الباری وغیرہ شروحات اس کا ماخذ ہیں۔ شرح سے پہلے ایک عمدہ مقدمہ ہے۔ (311)

---

(308) سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 188/1۔ حاجی خلیفہ ، کشف الظنون، 370/1

(309) سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 187/1

(310) شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری، مصر کے علاقے قسطلان کے معروف عالم، خطیب اور ممتاز مصنف تھے 923ھ میں وفات پائی۔
غزی ، الکواکب السائرۃ، 126/1۔ ابن العماد ، شذرات الذھب، 121/8۔ شوکانی، البدرالطالع ، 102/1

(311) اس مقدمہ کی شرح شیخ عبد الہادی بیاوی(1305ھ) نے "نیل الامانی فی توضیح مقدمۃ القسطلانی" کے نام سے لکھی ہے۔

20۔ الکوثر الجاری علی ریاض البخاری: (312)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان کورانی حنفی(893ھ) کی شرح ہے۔(313) اس شرح میں فاضل مؤلف نے مشکل الفاظ کی توضیح اور اسماء الرجال کے ضبط کو بڑی خوبی سے حل کیا ہے۔ یہ متوسط شرح ہے۔ اس کے قلمی نسخوں کا فواد سیز گین نے ذکر کیا ہے۔(314)

21۔ شواھد التوضیح والتصحیح لمشکلات الجامع الصحیح:(315)

علامہ جمال الدین محمد بن عبد اللہ بن مالک النحوی(682ھ) نے صحیح بخاری کے مشکل اعراب کی شرح کی ہے۔(316)

---

(312) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 371/1۔ بروکلمان ، تاریخ الادب العربی، 170/3۔ سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 186/1

(313) علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی، اپنے عہد میں حنفیہ کے بہت بڑے عالم، مفتی اور محدث تھے۔ 893ھ میں فوت ہوئے۔

سخاوی، الضوء اللامع، 241/1۔ کحاله ، معجم المؤلفین، 166/1

(314) سیزگین ، تاریخ التراث العربی، 186/1

(315) حاجی خلیفه ، کشف الظنون، 371/1۔ بروکلمان، تاریخ الادب العربی، 168/3

(316) علامہ جمال الدین محمد بن عبد اللہ بن مالک نحوی، اپنے دور کے جید عالم اور علم نحو کے امام تھے۔ 672ھ میں فوت ہوئے۔

ابن العماد ، شذرات الذهب، 399/5۔ سبکی ، الطبقات، 67/8

22۔ حاشیہ علی البخاری:

مولانا احمد علی سہارنپوری (1297ھ) نے بخاری پر حواشی لکھے۔(317) یہ بخاری کا مشہور حاشیہ ہے اور پاک وہند میں صحیح بخاری کے متن کے ساتھ مطبوع ہے۔(318)

23۔ عون الباری لحل ادلۃ البخاری:(319)

علامہ احمد بن احمد زبیدی (893ھ)(320) کی "التجرید الصریح" کی یہ عمدہ

---

(317) مولانا احمد علی سہارنپوری برصغیر پاک وہند کے جید حنفی عالم تھے۔ مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی کے تلمیذ تھے۔1297ء کو وفات پائی۔

الحسنی، علامہ عبدالحی بن فخرالدین (1286ھ/1341ھ) ، نزھۃ الخواطر بھجۃ المسامع والنواظر، رائے بریلی ھند، مکتبہ دار عرفات ، 1412ھ، 50/7

(318) اس حاشیہ میں مولانا احمد علی سہارنپوری نے فتح الباری، عمدۃ القاری کے علاوہ مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (1320ھ) کے حواشی پر اعتماد کیا ہے۔ جو انہوں نے محدث دہلوی سے عاریتاً لیا تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص284-286 ⇦

نوٹ: فقہ حنفی سے لبریز اس حاشیہ پر میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے رد بھی لکھا ہے۔(الحسینوی)

(319) قنوجی ، علامہ ابوالطیب سید صدیق حسن (1248ھ/ 1307ھ) ابجد العلوم، دمشق، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، 1978ء، 288/3

الحسنی ، نزھۃ الخواطر، 210/8

شرح علامہ نواب صدیق حسن خان حسینی قنوجی(1307ھ)نے لکھی۔(321)

ان چند عربی شروحات و حواشی کے نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر مقالے کے طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو تمام شروحات و حواشی کا تذکرہ کردیتے۔ فاضل مصنف مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے اپنی تصنیف لطیف میں عربی، فارسی اور اردو کی تقریباً 143 شروحات وحواشی کا تذکرہ کیاہے۔(322) انہوں نے اپنے علم کے مطابق محنت و کاوش سے یہ فہرست مرتب کی ہے اور یہ آج سے ایک صدی قبل کی کاوش ہے اب تو اس فہرست میں اضافہ ہوچکاہے۔ عربی زبان میں "اتحاف القاری" کے نام سے شیخ محمد عصام عرار حسینی نے ایک کتاب لکھی ہے جو 512

---

(320) زین الدین احمد بن احمد شرجی زبیدی، 893ھ کوانہوں نے وفات پائی۔زبیدی نے " التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح "کتاب لکھی جو معروف اور متداول ہے۔

سخاوی، الضوء اللامع ، 1/ 214

(321) علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی(1307ھ)اپنے دور کی نابغہ روز گار منفرد اور باکمال شخصیت تھے۔برصغیر پاک وہند میں حدیث وعلم حدیث کی نشرواشاعت میں آپ کا بڑا کام ہے۔آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں انہوں نے خود بھی اپنی سوانح حیات لکھی ہے۔1148ء میں پیدا ہوئے بہت ساری کتب یادگار چھوڑیں 1308ھ میں فوت ہوئے۔

قنوجی، ابجد العلوم، 271/3۔ وتاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والاول، تحقیق :عبدالکریم ، شرف الدین الکتبی و اولادہ، 1383ھ ، ص: 541۔ قنوجی، صدیق حسن خان، ابقاء المنن بالقاء المحن (خود نوشت اردو)، لاہور پاکستان، دارالدعوۃ السلفیۃ

(322) مبارکپوری، سیرۃ البخاری، ص:308

صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے 375 کتب کا ذکر کیا ہے جو صحیح بخاری کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ (323)

ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی لکھتے ہیں:

"مصنفؒ نے اس وقت اپنے علم کی پہنچ کی حد تک امام بخاری اور ان کی جامع صحیح کے متعلق لکھی گئیں شروحات و تعلیقات، مختصرات و تراجم وغیرہ کی تتبع و تلاش میں ایک عظیم اور قابل قدر محنت و کوشش کی ہے۔ اور یہ محنت 1329ھ سے قبل یعنی آج سے نوے سال پہلے کی ہے تو مصنفؒ نے 143 کتابیں جمع کی ہیں اور تین کا اضافہ ان کے لائق بیٹے عبید اللہ رحمانیؒ نے حاشیہ میں کیا ہے تو یہ کل تعداد 146 تک ہوئی ہے۔

رہا آج کا دور تو اس میں دنیا کے مختلف اطراف میں پائی جانے والی لائبریریوں کی فہارس اور کتب رجال و تراجم سے بہت سا حصہ چھپ چکا ہے۔ جب کہ مصنفؒ کے دور میں ان پر اطلاع آسان نہ تھی۔ اب اس دور حاضر میں اس طرح کی دیگر کتب مصنف کی ذکر کردہ کتب کے مثل یا ان سے بھی زیادہ اس

---

(323) عرار، محمد عصام حسینی، "اتحاف القاری بمعرفة جهود و اعمال العلماء على صحيح البخاری، داراليمامة، 1900ء

اردو زبان میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب کی دختر غزالہ حامد نے "شروح صحیح بخاری" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جس میں لائق مؤلفہ نے 206 کتابوں کی فہرست دی ہے جو صحیح بخاری کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ اس کے آغاز میں "حرفے چند" کے نام سے مؤرخ العصر مولانا محمد اسحاق بھٹی کا مفید مقدمہ ہے۔ اس کتاب کو ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے 1991ء کو شائع کیا ہے۔

قارئین کرام ان دونوں عربی و اردو کتابوں کی طرف مزید معلومات کے لیے مراجعت کر سکتے ہیں۔

فہرست کے ساتھ اضافہ کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ استاذ محمد عصام عرار حسینی نے اس بارے میں "اتحاف القاری بمعرفة جهود لأعمال العلماء على صحيح البخاری" نامی کتاب لکھی ہے تو انہوں نے اس کتاب میں 375 کتب کا ذکر کیا ہے جو صحیح بخاری کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ مزید تتبع اور جستجو کے بعد مصنف کی ذکر کردہ فہرست کے ساتھ بہت سی کتابوں کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ امام بخاری اور جامع صحیح کے متعلق تحقیقات وابحاث کا سلسلہ ابھی تک جاری وساری ہے اور کچھ لکھا گیا یا لکھا جارہا ہے اور دنیا میں پائی جانے والی مختلف لغات میں جو شروحات، تعلیقات اور مختصرات وتراجم وغیرہ لکھے جاچکے ہیں یا لکھے جارہے ہیں وہ ضبط وحصر اور شمار سے باہر ہیں۔ اور یہ اس بات پر ایک بڑی دلیل ہے کہ امت اسلامیہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف اور اس کے مصنف امیر المحدثین امام بخاری کی طرف جس قدر توجہ دی اور اسے مہتمم بالشان بنایا، امت اسلامیہ کی تاریخ میں اتنا اہتمام کسی اور کتاب کے لیے حاصل نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے صحیح بخاری کے متعلق کیا ہی خوب کہا ہے:

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ کتاب بخاری شہرت وقبولیت کے ایسے بلند درجہ پر فائز ہے جس سے اوپر بڑھنے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔" (324)

---

(324) شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة، 341/1۔ بستوی، ڈاکٹر عبدالعلیم بن عبدالعظیم، تحقیق سیرۃ البخاری، لاہور، نشریات لاہور، ص: 308-309۔

نوٹ: بندہ ناچیز صحیح بخاری کی کئی ایک شروحات شائع کررہا ہے۔ مثلاً منحۃ الباری شرح صحیح البخاری از حافظ محمد گوندلوی، ضیاء الباری شرح صحیح البخاری از شیخ عبد الرحمن ضیاء، فوائد علی صحیح البخاری از شیخ عبد اللہ امجد چھتوی اور انوار القلوب از راقم الحروف۔ (الحسینوی)

باب سوم:
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت

فصل اول: تراجم صحیح بخاری

مبحث اول: تراجم کا معنیٰ و مفہوم

مبحث دوم: ارکان ترجمۃ الباب

مبحث سوم: اقسام ترجمۃ الباب

فصل دوم: مقاصد واغراض تراجم صحیح بخاری

مبحث اول: ترجمہ کی صحت کی شرط

مبحث دوم: تراجم کی مطابقت کی اقسام

مبحث سوم: مقاصد تراجم صحیح بخاری

فصل سوم: امام بخاری کا فقہی منہج واجتہادی اختیارات

مبحث اول: امام بخاری کا فقہی مقام و مرتبہ

مبحث دوم: امام بخاری کا فقہی منہج

مبحث سوم: امام بخاری کے فقہی واجتہادی اختیارات کی مثالیں

باب سوم: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت

فصل اول: تراجم صحیح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب "الجامع الصحیح" کی اہم خوبی اس کے تراجم الابواب ہیں۔ ان جیسے تراجم نہ اس سے پہلے کسی نے قائم کئے اور نہ اس کے بعد کوئی شخص یہ کام کر سکا ہے۔ یہ تراجم آج تک علمی و تحقیقی حلقوں میں معرکۃ الآراء بنے ہوئے ہیں۔ ارباب علم و فضل اور اصحاب عقل و دانش کے ہاں یہ مقولہ بڑا معروف و زبان زد عام ہے کہ

" فقه البخاری فی تراجمه"

"یعنی بخاری کی فقاہت ان کے قائم کردہ تراجم میں ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ امام بخاری کی باریک بینی اور تفقہ فی الدین کا اندازہ ان کے تراجم سے کیا جا سکتا ہے۔ امام موصوف نے اپنا فقہی نقطہ نظر اپنے تراجم میں بیان کر دیا ہے۔ گویا یہ تراجم امام صاحب کا دعویٰ اور حدیث ان کی دلیل ہے۔ اور امام بخاری نے ان تراجم ابواب میں بہت سارے علمی، اصولی، فقہی اور لغوی حقائق اور دقائق سمو دیئے ہیں۔ جن کو سمجھنے سے بڑے بڑے علماء و فضلاء قاصر ہیں۔

علامہ ابن خلدون صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

«فأمّا البخاريّ وهو أعلاها رتبة فاستصعب النّاس شرحه واستغلقوا منحاه من أجل ما يحتاج إليه من معرفة الطّرق المتعدّدة ورجالها من أهل الحجاز والشّام والعراق ومعرفة أحوالهم واختلاف النّاس فيهم، ولذلك يحتاج إلى إمعان النّظر في التّفقه في تراجمه لأنّه

يترجم التّرجمة ويورد فيها الحديث بسند أو طريق ثمّ يترجم أخرى ويورد فيها ذلك الحديث بعينه لما تضمّنه من المعنى الّذي ترجم به الباب. وكذلك في ترجمة وترجمة إلى أن يتكرّر الحديث في أبواب كثيرة بحسب معانيه واختلافها» (325)

صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ اس لیے اہل علم اس کی شرح کو سخت مشکل خیال کرتے ہیں اور اس کے مقاصد تک پہنچنا بہت مشکل جانتے ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری کے مقاصد تک پہنچنے کے لیے چند باتوں کا ہونا ضروری ہے:

1. ایک ہی حدیث کے اسانید متعددہ سے آگاہ ہونا۔
2. ان اسانید کے رجال کا علم ہونا اس طرح کہ کون ان میں شامی ہے، کون حجازی، کون عراقی؟
3. ان کے حالات سے آگاہ ہونے کے علاوہ یہ جاننا کہ لوگ ان میں کیا اختلاف رکھتے ہیں اور امام صاحب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ اس وجہ سے تراجم ابواب کے سمجھنے میں بڑی دقیق نگاہ اور دقت نظر کی ضرورت پڑتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں ایک سند سے حدیث لاتے ہیں۔ پھر دوسرا ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں وہی حدیث دوسری سند سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے ترجمۃ الباب کی بھی دلیل ہے۔ اسی طرح متعدد تراجم ابواب میں بکثرت معانی واختلاف سند حدیث مکرر ہو جاتی ہے۔" (326)

صحیح بخاری کے بے مثال تراجم پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

---

(325) ابن خلدون، مقدمة ابن خلدون، 474/1

(326) مبارک پوری، عبد السلام، مولانا، سیرۃ البخاری، ص:240

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تراجم کے قائم کرنے میں سب سے مقدم اور سب پر فائق ہیں۔ ان سے پہلے کسی نے ایسے تراجم قائم نہیں کیے۔ اور ان کے بعد بھی کوئی ان کی نقل نہیں کر سکا۔

«فكان هو الفاتح لذلك الباب وصار هو الخاتم» "گویا وہی اس دروازے کو کھولنے والے ہیں اور وہی بند کرنے والے بھی ہیں۔"

ترجمہ کے مناسب قرآنی آیات بھی ذکر کیں اور بسا اوقات متعلقہ آیات کا استقصاء کر لیا۔ فروعی مسائل کو بھی بیان کیا اور حدیث سے اس کے استنباط کا طریقہ بھی بتا دیا۔ قرآن مجید میں فقہ کی جو جگہیں تھیں، ان پر بھی تنبیہ فرمائی۔ بلکہ قرآن سے فقہ کو قائم کر کے بتایا۔ اس طرح قرآن وحدیث اور فقہ کے ربط کو ظاہر فرما دیا۔

امام بخاری نے اونچے اجتہاد اور دقیق استنباط کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور تراجم میں اپنی دقت پسندی کا کمال منتشر کر دیا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

«فقه البخاري في تراجمه»

اس طرح مصنف کے تراجم میں فقہ، اصول فقہ اور علم کلام اور دیگر متفرق علوم ہیں۔ جن کی طرف انتہائی ایجاز واختصار کے ساتھ وہ اشارہ فرماتے ہیں۔ اس لیے ان کو سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔" (327)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم ابواب کے اغراض ومقاصد اور ان کے تراجم ابواب کا فقہی اسلوب ومنہج بیان کرنے سے قبل تراجم کا معنیٰ ومفہوم واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

---

(327) كشميري، فيض الباري على صحيح البخاري، 40/1

مبحث اول: تراجم کا معنیٰ و مفہوم

1۔ لغوی وضاحت:

ا۔ تراجم کی اصل:

تراجم ترجمہ کی جمع ہے جیسے تجربہ کی جمع تجارب آتی ہے۔ اس لفظ کے اصل کے بارے اہل لغت کا اختلاف ہے۔

1. بعض کہتے ہیں کہ یہ کلمہ اصل میں عربی ہی ہے۔
2. اور دوسرے اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ عربی نہیں ہے۔ یہ معرب ہے۔ اصل میں یہ "درغمان" تھا۔ اور اس میں تصرف کر کے "ترجمان" بنالیا گیا ہے۔ جب یہ کلمہ معرب بنا تو اس میں اشتقاق داخل ہو گیا۔ (328)

جو اہل لغت اس کے عربی ہونے کے قائل ہیں، وہ اس کلمہ کے فعل میں مختلف ہیں۔

1. بعض کے نزدیک اس کے فعل "ترجم" میں ت اصل ہے اور اس کا فعل رباعی فعلل کے وزن پر ہے۔
2. اس کے فعل "ترجم" میں ت زائد ہے۔ ان کے مطابق فعل ثلاثی "رجم" سے ہے اور مزید فیہ تفعل ہو گا۔ (329)

پہلے قول کے قائلین میں علامہ فیروز آبادی (817ھ) نے فرمایا ہے:

---

(328) زبيدي، أبو الفيض، محمد بن محمد المرتضى، علامه (1205 ھ)، تاج العروس من جواهر القاموس، طبعة الكويت، طبع ثاني، 211/8

(329) مصدر سابق

«والفعل يدل على أصالة التاء» (330)

"یعنی فعل ت کی اصل پر دلالت کرتا ہے۔"

ان کے قول کا یہ مطلب ہے کہ "ترجم" کے لفظ میں ت اس کے اصل پر دلالت کرتی ہے اور فعل رباعی کا فَعْلَلَ کے وزن پر ہو گا۔

اسی قول کی تائید کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

«والتاء في هذه اللفظة أصلية ليست بزائدة، والكلمة رباعية، وغلط الجوهري في جعله التاء زائدة، ذكره الكلمة في فصل "رجم"» (331)

"یعنی اس لفظ میں ت اصل ہے۔ زائد نہیں ہے۔ اور کلمہ رباعی ہے۔ اور اہل لغات نے جوہری کے ت کو زائد بنانے اور اسے فصل "رجم" میں ذکر کرنے کو غلط قرار دیا ہے۔"

دوسرے قول کے قائلین میں امام جوہری (393ھ) ہیں اور ان کی طرف اس کی بکثرت نسبت کی گئی ہے۔ (332)

ب۔ لفظ ترجمہ میں محفوظ لغات:

لفظ ترجمہ میں راء کے ساکن ہونے میں تو کسی اہل لغت کا اختلاف نہیں

---

(330) فيروز آبادي، مجد الدين، أبو طاهر محمد بن يعقوب، علامه، (817 هـ)، القاموس المحيط، ناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، 1426 هـ، 84/4

(331) نووي، تهذيب الأسماء واللغات، ق 2/ ج 1/ 41

(332) جوهرى، أبو نصر إسماعيل بن حماد الفارابي، إمام (393 هـ)، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، دار العلم للملايين، 1407 هـ / 1987 م، 1928/5

ہے۔ البتہ آغاز کی ت اور جیم میں اختلاف ہے۔ ان دونوں میں چار لغات ہیں:

1. ت اور جیم دونوں مضموم ہیں۔ جیسے تُرجُمہ۔
2. دونوں مفتوح ہیں۔ جیسے تَرجَمہ۔
3. ت مفتوح ہے اور جیم مضموم ہے۔ جیسے تَرجُمہ۔(333)
4. ت مضموم اور جیم مفتوح ہے۔ جیسے تُرجَمہ۔(334)

امام نووی، علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی اور علامہ احمد بن محمد المقری الفیومی نے تیسری لغت کو ترجیح دی ہے۔(335)

ج۔ ترجمہ کا اشتقاق اور اس کا معنیٰ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (631ھ) لکھتے ہیں:

«يقال منه: ترجم يترجم ترجمة فهو مترجم، وهو الترجمان بضم التاء وفتحها لغتان والجيم مضمومة فيها» (336)

"اس سے کہا جائے گا: ترجم یترجم ترجمۃ۔ اور اسم فاعل مترجم ہے جس کا معنیٰ ترجمان ہے۔ ترجمان میں ت مضموم اور مفتوح دونوں لغات ہیں اور جیم ان دونوں میں مضموم ہے۔"

---

(333) زبيدي، تاج العروس، 211/8۔ الفيومي، أبو العباس احمد بن محمد الحموي (770 هـ)، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، المكتبة العلمية، بيروت - لبنان، 81/1

(334) ابن حجر، فتح الباري، 34/1

(335) نووي، شرح مسلم، 104/12۔ زبيدي، تاج العروس، 211/8۔ الفيومي، المصباح المنير، 81/1

(336) نووي، تهذيب الأسماء واللغات، ق 2/ ج 1 / 41

علامہ جوہری (393ھ) رقمطراز ہیں:

«ومنه التَرجَمان والجمع التراجم مثل زعفران وزعافر، وصحصحان وصحاصح» (337)

"اس سے تَرجَمان ہے اور جمع تراجم ہے جیسے زعفران اور زعافر، صحصحان اور صحاصح۔"

د۔ لغوی معنیٰ:

جوہری (393ھ) لکھتے ہیں:

«ويقال: قد ترجم كلامه إذا فسره بلسان آخر» (338)

"کہا جاتا ہے: "قد ترجم كلامه" جب کوئی دوسری زبان سے اپنے کلام کی وضاحت و تفسیر کرے۔"

علامہ ابن منظور افریقی (630ھ/711ھ) یوں فرماتے ہیں:

«ويقال: قد ترجم كلامه إذا فسره بلسان آخر، ومنه الترجمان، والجمع التراجم مثل زعفران وزعافر وصحصحان وصحاصح» (339)

"اور کہا جاتا ہے: "قد ترجم كلامه" جب وہ دوسری زبان سے کلام کی تفسیر کرے اور اسی سے ترجمان ہے اور جمع تراجم ہے۔ جیسے زعفران اور زعافر، صحصحان اور صحاصح۔

---

(337) جوهري، الصحاح، 1928/5

(338) مصدر سابق

(339) ابن منظور افريقي، جمال الدين محمد بن مكرم افريقي مصرى (630 هـ / 711 هـ)، لسان العرب، دار الفكر، بيروت - لبنان، 1417 هـ / 1996 م، 229/12

علامہ زبیدی (1205ھ) لکھتے ہیں:

«المفسر للسان وقد ترجمه وترجم عنه إذا فسر كلامه بلسان آخر» (340)

''زبان کی تفسیر ووضاحت کرنے والا۔''وقد ترجمه وترجم عنه'' یعنی وہ اپنے کلام کی دوسری زبان سے تفسیر کرے۔''

امام نووی (631ھ) یوں خامہ فرسا ہیں:

«التَرجَمة، بفتح التاء والجيم، وهي التعبير عن لغة بلغة أخرى» (341)

''ترجمہ ت اور جیم کے فتح کے ساتھ۔ اس کا معنیٰ کسی لغت کی دوسری لغت میں تعبیر و تشریح کرنا۔

اہل لغت کے کلام سے ترجمہ کے تین معانی معلوم ہوئے ہیں:

۱۔ تفسیر کرنا ۲۔ تعبیر و تشریح کرنا

۳۔ نقل کرنا

2۔ اصطلاحی معنیٰ و مفہوم:

محدثین کرام ترجمہ کو کئی معانی پر بولتے ہیں:

1۔ «سلسلة إسناد معين يروى به عدد من المتون»

''وہ معین اسناد کا سلسلہ جس کے ذریعہ بہت سارے متون بیان کیے جائیں۔''

---

(340) زبيدي، تاج العروس، 211/8

(341) نووي، تهذيب الأسماء واللغات، ق 2 / ج 1 / 41

علماء نے اسے دو قسموں پر اطلاق کیا ہے:

ا۔ اصح الاسانید کے تراجم

۲۔ کمزور ترین اسانید کے تراجم۔(342)

2۔ «عنوان الباب الذي تساق فيه الأحاديث» (343)

"باب کا عنوان جس میں احادیث لائی جاتی ہیں۔"

یہ دوسری تعریف زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنیٰ میں باہمی ربط:

لغوی اور اصطلاحی معنیٰ میں گہرا تعلق اور مضبوط ربط ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ عنوان اور سرنامہ جو امام لکھتا ہے اور اس کے تحت احادیث لاتا ہے، وہ تین حالات سے خارج نہیں ہے:

1۔ مؤلف صاحب ترجمہ کی زبان جو حدیث کے بولنے والے ﷺ کی زبان کی تفسیر بیان کرتی ہے۔

2۔ مؤلف مترجم کی زبان سے زبان نبوت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے نکلی ہوئی حدیث کی تعبیر و تشریح کرنا۔

---

(342) فتح المعين، ص: 1 - 16 - 21 نكت الحافظ على ابن الصلاح والوافي 247/1، حوالہ از الزين، علي بن عبد الله، دكتور، تراجم أحاديث الأبواب، مجلة جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، العدد: 5، ص: 146 - 171، 1428 ھ

(343) صنعاني، عز الدين أبو إبراهيم محمد بن إسماعيل الحسيني، علامة (1182 ھ)، توضيح الأفكار، دار الكتب العلمية، بيروت، 1417 ھ، 40/1

3۔ حدیث بیان کرنے والی زبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤلف مترجم کی طرف نقل کرنا۔

مبحث دوم: ارکان ترجمۃ الباب

اہل اصطلاح کے نزدیک ترجمہ تین لازمی ارکان پر قائم ہوتا ہے:

1۔ مترجِم: (جیم کے کسرہ کے ساتھ، اسم فاعل)

اسے ترجمان بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ محدث، امام، فقیہ ہے جو صحیح اصول کی روشنی میں نصوص کے معانی کا ادراک رکھتا ہے۔ جیسے مشہور ائمہ کرام بخاری، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ہیں۔

2۔ مُتَرجَم لہ: (جیم کے فتح کے ساتھ، اسم مفعول)

اس سے مراد وہ نصوص ہیں جو باب کے تحت لائے جاتے ہیں۔ ان میں ترجمۃ الباب کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ نص یا نصوص کو مترجم لہ اس لیے کہتے ہیں کہ اوپر جو ترجمۃ الباب قائم کیا گیا ہے، وہ اسی حدیث کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

3۔ مترجم بہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لفظ باب سے لے کر مرفوع حدیث شروع کرنے سے پہلے جو عبارت بھی نقل کرتے ہیں، یہ سب مترجم بہ ہوگی۔ مترجم بہ کا مطلب ترجمہ میں ذکر کی ہوئی چیز ہے۔ لہٰذا یہ تمام مترجم بہ میں شامل ہوگا۔

جو نصوص تراجم کے تحت مندرج ہوتے ہیں، وہ تین انواع سے خالی نہیں:

۱۔ قرآنی آیات

۲۔ احادیث نبویہ

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے آثار

کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں انواع کو ایک ترجمہ کے تحت لاتے ہیں کہ یہ مترجم لہ ہیں یا مترجم بہ؟

اس میں تو اختلاف نہیں ہے کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کا تعلق مترجم لہ سے ہے۔ باقی رہیں وہ آیات، معلق روایات اور اسی طرح آثار تو ان میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ واسلوب محل نظر ہے۔

1۔ علامہ ابن المنیر (683ھ) نے ان کو مترجم لہ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر" كتاب العلم، باب في الاغتباط في العلم والحكمة" وہ فرماتے ہیں:

«وجه مطابقة قول عمر للترجمة» (344)

"ترجمۃ الباب سے عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی مطابقت ہے۔"

2۔ امام ابن جماعہ (733ھ) نے بھی ان کو مترجم لہ بنایا ہے۔ وہ «باب رفع العلم» کے تحت لکھتے ہیں:

«مناسبة قول ربيعة للترجمة» (345)

"ربیعہ کے قول کے ساتھ ترجمۃ الباب کی مناسبت ہے۔"

3۔ علامہ عینی (855ھ) کے طرز نگارش سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ (346)

---

(344) ابن المنير، ابو العباس ناصر الدين احمد بن محمد الاسكندرانى، علامه (620 هـ / 683 هـ)، المتواري على تراجم أبواب البخاري، تحقيق: صلاح الدين مقبول، ناشر: مكتبة المعلا، الكويت، 1407 هـ / 1987 م، ص: 58

(345) ابن جماعة، بدر الدين أبو عبد الله محمد بن إبراهيم كناني حموي (733 هـ)، مناسبات تراجم البخاري لأحاديث الأبواب، تحقيق: محمد إسحاق السلفي، ناشر: الدار السلفية بمبي، الهند، 1404 هـ، ص: 35

تو ان حضرات کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آثار بھی مترجم لہ ہیں۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تفصیل بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہیں:

"یہ بات کیا مناسب ہے کہ تمام نصوص جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لاتے ہیں، وہ مترجم بہ ہوں گے یا مترجم لہ؟ اس تصنیف لطیف کا بذات خود مقصود مرفوع احادیث ہیں۔ اور یہی مترجم لہ ہیں۔

باقی جو بالتبع اور شواہد و تائید کے طور پر معلق احادیث اور موقوف آثار اور آیات کریمات مذکور ہیں، یہ تمام مترجم بہ ہوں گے۔ الا یہ کہ جب بعض کا بعض کے ساتھ تعلق واعتبار ہو اور حدیث کے ساتھ مناسبت ان کی معتبر ہو۔ تو بعض کا تعلق بعض کے ساتھ ہو گا۔ تو یہ اس اعتبار سے بعض مترجم لہ ہوں گے۔ لیکن مقصود بالذات وہ اصل ہی ہے۔ اسے سمجھ لیں یہ خوبصورت تلخیص ہے جس سے اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔" (347)

حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) کی کلام سے مترشح ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع صحیح کا اصل مقصد صحیح اور مرفوع احادیث ذکر کرنا ہے، اسی لیے یہ بلا خلاف مترجم لہ ہیں۔ اور جامع صحیح میں آیات کریمات، معلق روایات اور موقوف آثار کا ذکر بطور شواہد و تائید اور بالتبع ہے۔ اسی لیے یہ اصل میں مترجم بہ ہیں۔

---

(346) عيني، بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني، علامه (855 هـ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار الكتب العلمية، بيروت، 1421 هـ، 81/2

(347) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، حافظ، هدى الساري، ص: 19

(348)

ہاں اگر بعض نصوص کا بعض سے تعلق و ربط ہو اور ان کی حدیث صحیح مرفوع کے ساتھ مناسبت معتبر ہو تو اس اعتبار سے ان میں بعض ایک اعتبار سے مترجم بہ ہوں گے اور ایک اعتبار سے مترجم لہ ہوں گے۔ اس کی مثال سے وضاحت کیے دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الإِيمَانَ هُوَ العَمَلُ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [الزخرف: 72] وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الحجر: 93] عَنْ قَوْلِ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَقَالَ: ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ العَامِلُونَ﴾ [الصافات: 61]

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: «إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ». قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ» (349)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آیات اور مترجم لہ حدیث کی مطابقت مجموع کی مجموع پر استدلال کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر بعض دعویٰ پر دلالت کناں

---

(348) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، فتح الباري، 137/1، باب: 42، رقم الحديث: 57

(349) بخاري، محمد بن إسماعيل، امام (194 هـ / 256 هـ)، الجامع الصحيح، ناشر: دار السلام، الرياض - السعودية، طبع أول، 1417 هـ، حديث: 26

ہے۔" (350)

یہ اس ترجمۃ الباب کی مثال ہے جس کے تحت مرفوع حدیث وارد ہے۔ باقی جس ترجمہ کے تحت مرفوع حدیث وارد نہیں ہے، اس کی مثال حسب ذیل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بَابٌ: العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [محمد: 19] فَبَدَأَ بِالعِلْمِ «وَأَنَّ العُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا العِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الجَنَّةِ» وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ العُلَمَاءُ﴾ [فاطر: 28] وَقَالَ: ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا العَالِمُونَ﴾ [العنكبوت: 43] ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الملك: 10] وَقَالَ: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر: 9] وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ» [ص:25] وَإِنَّمَا العِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ " وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: «لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ - وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ - ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا» وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كُونُوا رَبَّانِيِّينَ﴾ [آل عمران: 79] " حُلَمَاءَ فُقَهَاءَ، وَيُقَالُ: الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ العِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ." (351)

باب میں مذکورہ تمام آیات، معلق احادیث اور آثار مترجم لہ ہیں۔ یہ نفس امر میں تو مترجم بہ ہیں۔ اسی طرح یہ ایک وجہ سے بعض بعض کے ساتھ مترجم لہ

(350) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، فتح الباري، 77/1، كتاب الإيمان، باب: 8

(351) بخاري، امام، الجامع الصحيح، كتاب العلم، باب: 10

ہیں اور ایک وجہ سے مترجم بہ ہیں۔ بہر حال جامع صحیح میں دقت نظری سے غور و فکر کرنے والا یہ بات پہچان لیتا ہے کہ یہ ایک نسبتی مسئلہ ہے۔ تمام تراجم پر عام اور مطلق حکم لگانا ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر ترجمہ کی خاص حالت ہوتی ہے لیکن جو تفصیل یہاں ذکر ہوئی ہے، اس سے ان تراجم کو خارج کرنا ناممکن ہے۔ واللہ اعلم

مبحث سوم: اقسام ترجمۃ الباب

ترجمۃ الباب سے مراد وہ عنوان ہے جسے مؤلف مترجم اس لیے قائم کرتا ہے تاکہ وہ اس معنیٰ کی وضاحت کر دے جس کے تحت ایک یا کئی نصوص ہوتی ہیں۔ ترجمہ کی دو قسمیں ہیں:

1۔ جو منصوص ہو:

یا تو آیت ہو گی یا امام موصوف کی شرط پر حدیث، یا آپ کی شرط پر حدیث نہ ہو گی یا صحابی کا اثر ہو گا۔

2۔ جو مستنبط ہو:

مطلب پہلی قسم سے نہ ہو، بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہو۔

پہلی قسم کی مثالیں:

ا۔ آیت کی مثال:

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ [الطلاق: 1] (352)

---

(352) مصدر سابق، کتاب الطلاق، باب: 1

۲۔ امام صاحب کی شرط پر حدیث کی مثال:

عن ابنِ عمر رضی اللہ عنہ عنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قال: «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» (353)

۳۔ آپ کی شرط پر حدیث نہ ہو، اس کی مثال:

بَابُ فَضْلِ القُرْآنِ عَلَى سَائِرِ الكَلاَمِ، عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً: فضل القرآن على سائر الكلام كفضل الله على خلقه۔ (354)

۴۔ اثر صحابی کی مثال:

باب دُعَاؤُكُمْ إِيمَانُكُمْ فسر ابن عباس رضی اللہ عنہ قَوْلَهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ﴾ [الفرقان: 77] قال: دُعَاؤُكُمْ إِيمَانُكُمْ. (355)

فصل دوم: مقاصد و اغراض تراجم صحیح بخاری

مبحث اول: ترجمہ کی صحت کی شرط

اس میں شک نہیں کہ ترجمہ کے تینوں ارکان کبھی حقیقی طور پر قائم ہوتے ہیں، لیکن یہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوتے جب تک ان میں ایک شرط مکمل طور پر نہ پائی جائے اور اس شرط کو اہل اصطلاح مناسبت کہتے ہیں۔

مناسبت سے مراد وہ معنوی تعلق و ربط ہے جو ترجمۃ الباب اور مترجم لہ کو باہم مربوط کرتا ہے۔

---

(353) مصدر سابق، كتاب الفتن، باب: 8، رقم الحديث: 7077

(354) مصدر سابق، كتاب فضائل القرآن، باب: 17، مع الفتح: 66/9

(355) مصدر سابق، كتاب الإيمان، باب: 2، مع الفتح: 49/1

"الجامع الصحیح" میں غور و فکر، بحث و تمحیص اور استقراء کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ مناسبت دو جہات کی طرف منقسم ہے۔ اور ہر جہت دو اقسام پر مشتمل ہے۔

1۔ پہلی جہت:

اس کے ادراک کی جہت کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ خفیہ:

تراجم خفیہ سے مراد جو علمی قوت و بصیرت، دقت نظری و فکری اور حاضر دماغی کی محتاج ہوں۔ اکثر حضرات پر ان کا ادراک اور ملکہ مشکل ہوتا ہے۔ ان تراجم خفیہ سے صحیح بخاری لبریز ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ کتاب باقی تمام حدیث کے مجموعوں پر فائق ہے۔(356)

اسی بناء پر جو محدود نظر لوگ تراجم ابواب کی احادیث کے ساتھ مناسبت کا ادراک نہیں کر سکتے، وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔(357)

اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب نے باب قائم کیا ہے:

بابٌ: اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الحُوَيْرِثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا»

---

(356) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، فتح الباري: 8/1

(357) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، فتح الباري: 8/1۔ ابن المنير، علامه، مقدمة المتواري، ص: 37 - 38

(358)

حدیث کی ترجمہ کے ساتھ مناسبت مخفی ہے، بلکہ یہ قوت تدبر اور غور وفکر کے بعد ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ترجمہ کا مقصود مترجم میں نہیں ہے۔ اسی لیے بعض نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس حدیث کو اس ترجمہ کے تحت لانے پر اعتراض کیا ہے۔ اور ان کا خیال ہے کہ حدیث کی ترجمۃ الباب پر دلالت نہیں ہے۔
اس کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کا جواب یوں ہے کہ یہاں «لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا» امامت کے امر کے لازم سے استنباط کیا ہے۔ کیونکہ اگر ان دونوں کی اکٹھی نماز منفرد کی نماز کے ساتھ برابر ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نماز کا حکم دینے کے لیے صرف اس بات پر اکتفا کرتے کہ "تم اذان کہو اور اقامت اور نماز پڑھو۔" (359)

۲۔ جلیہ:

یعنی تراجم ظاہرہ جن میں زیادہ غور وفکر اور تامل کی ضرورت نہیں پڑتی۔
اور یہ ظاہری تراجم فوراً ذہن میں آجاتے ہیں۔ اور یہ تراجم بھی "الجامع الصحیح" میں موجود ہیں۔ اس کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب یوں قائم فرمایا:
"باب: تفاضل أهل الإيمان في الأعمال" اور اس کے تحت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَدْخُلُ أَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ»، ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: «أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ

---

(358) بخاري، محمد بن إسماعيل، امام، الجامع الصحيح، كتاب الأذان، حديث: 658

(359) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، فتح الباري: 142/2

إِيمَانٍ. فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الحَيَا، أَوِ الحَيَاةِ - شَكَّ مَالِكٌ - فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الحِبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً» (360)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حدیث کی ترجمہ کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔ اور وہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ بہت کم ایمان بھی اپنے صاحب کو جہنم کی آگ سے نکال لے گا۔ اور کسی چیز کے تفاوت میں قلت و کثرت ظاہر ہے اور یہ عین تفاضل ہے۔“ (361)

اور حافظ ابن حجر (852ھ) نے فرمایا ہے:

«ووجه مطابقة هذا الحديث للترجمة ظاهرة» (362)

”اس حدیث کی ترجمہ کے ساتھ مطابقت کی وجہ ظاہر ہے۔“

مبحث دوم: تراجم کی مطابقت کی اقسام

ترجمہ کی مترجم میں نصوص کے ساتھ مطابقت کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ کلی مطابقت:

وہ یہ ہے کہ جس میں ترجمہ کی مترجم کے ساتھ ہر اعتبار سے مطابقت مکمل ہوتی ہے۔ اس کی مثال حسب ذیل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ یوں قائم کیا:

---

(360) بخاري، محمد بن إسماعيل، امام، الجامع الصحيح، كتاب الإيمان، حديث: 22

(361) عيني، بدر الدين، علامه، عمدة القاري، كتاب الإيمان، 370/1، حديث: 32

(362) ابن حجر، شهاب الدين، حافظ، فتح الباري: 73/1

بَابٌ: مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنٍ المُعَلِّمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ» (363)

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ہر طرح مکمل اور ظاہر ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ کریں:

بَابُ الإِيجَازِ فِي الصَّلاَةِ وَإِكْمَالِهَا

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوجِزُ الصَّلاَةَ وَيُكْمِلُهَا» (364)

اس حدیث کی ترجمہ کے ساتھ مطابقت کلی ہے۔

۲۔ جزئی مطابقت:

اور یہ وہ ہوتی ہے کہ جس میں ترجمہ کی مترجم کے ساتھ مطابقت ناقص ہوتی ہے۔ مترجم کا تمام مدلول ترجمہ میں وارد نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ مترجم کے جزء پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔ امام صاحب فرماتے ہیں:

بَابٌ: مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الإِيمَانِ

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لاَ يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ

---

(363) بخاري، محمد بن إسماعيل، امام، الجامع الصحيح، كتاب الإيمان، حديث: 57

(364) مصدر سابق، كتاب الأذان، باب: 64، حديث: 706

يَعُودَ فِي الكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ "
(365)

علامہ عینی (855ھ) فرماتے ہیں:

"حدیث کی ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کیونکہ یہ حدیث تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو پہلے گزری، اس کے جزء پر باب قائم کیا اور یہاں اس حدیث کے دوسرے جزء پر باب باندھا ہے۔" (366)

بلاشبہ یہاں ترجمہ تمام حدیث میں نہیں ہے بلکہ حدیث کے ایک آخری جزء کے ساتھ اس کا تعلق ہے تو یہاں مطابقت جزئی ہے۔

خلاصہ کلام مناسبت کی چار قسمیں ہوئیں:

۱۔ مخفی مناسبت ۲۔ جلی (ظاہری) مناسبت

۳۔ کلی مناسبت ۴۔ جزئی مناسبت

مبحث سوم: مقاصد تراجم صحیح بخاری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراجم قائم کیے، ان تراجم کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ اس بارے مولانا عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

"صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی مختلف صورتیں اور مختلف اغراض ہیں:

۱۔ کبھی امام صاحب ترجمۃ الباب میں اس حدیث کے الفاظ ذکر کرتے ہیں جو ان کی شرط پر نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت کی شہادت کے لیے باب کے تحت وہ حدیثیں لاتے ہیں جو امام صاحب کی شرط پر صحیح ہیں۔ جس سے ترجمۃ الباب

---

(365) مصدر سابق، كتاب الإيمان، باب: 14، حديث: 21

(366) عيني، بدر الدين، علامه، عمدة القاري: 269/1، حديث: 21

کی تائید اور تصحیح ہوتی ہے۔

۲۔ کبھی ایسا مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں جس کو امام صاحب نے کسی صحیح حدیث سے جو ان کی شرط پر ہے، مستنبط کیا ہے۔ خواہ صریح الفاظ یا اشارۃ النص یا اقتضاء سے۔ اب اس کے تحت جو حدیث یا آیت لاتے ہیں، وہ مسئلہ ترجمۃ الباب کی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن وجہ استدلال پر حاوی ہونا ہر ایک کا کام نہیں۔

۳۔ ترجمۃ الباب میں کبھی وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس کی قائل پہلے سے مسلمانوں کی کوئی جماعت تھی اور اس مسئلہ کی امام صاحب کی تحقیق واجتہاد میں دلیل یا شہادت یا ترجیح ثابت تھی۔ ایسے مقامات کو امام صاحب ترجمۃ الباب کی صورت میں بایں الفاظ لکھا کرتے ہیں: «باب: من قال كذا أو ذهب إلى كذا»

۴۔ کبھی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس میں حدیثیں مختلف آئی ہیں۔ اس باب کے تحت میں ان مختلف حدیثوں کو جمع کر دیتے ہیں، جس سے وجہ تطبیق وترجیح واستنباط میں آسانی منظور ہوتی ہے۔

۵۔ کسی مسئلہ میں مثل سابق ادلہ متعارض ہوتے ہیں اور امام صاحب کے نزدیک صورت تطبیق متعین یا راجح ہوتی ہے۔ پہلے ترجمۃ الباب میں توفیق ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان دلائل متعارضہ کو لاتے ہیں جس سے متعلم میں قوت توفیق وتطبیق پیدا ہوتی ہے۔

۶۔ کسی ترجمۃ الباب کے اثبات میں متعدد حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ ان حدیثوں میں کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جس میں امام صاحب کے خیال میں کوئی مفید وضروری بات ہوتی ہے جس پر تنبیہ کرنا وہ ضروری خیال کرتے ہیں۔ ایسی جگہ بجائے فائدہ یا تنبیہ کے "باب" کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں صحیح بخاری پڑھنے

والوں کو یہ دھوکا ہوتا ہے کہ یہاں سے نیا مسئلہ شروع ہوا۔ حالانکہ وہ کوئی باب علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ جس طرح عام مؤلفین کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر لفظ فائدہ یا قف یا تنبیہ لاتے ہیں۔

۷۔ کبھی باب کی بجائے (ح) تحویل یا بهذا الإسناد کے قائم کرتے ہیں۔ جس طرح کتاب بدء الخلق میں «باب ذکر الملائکة» ہے۔ (367)

پہلے ترجمۃ الباب کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں پیش کیں اور سعید کے واسطہ سے حدیث «یتعاقبون فیکم ملائکة باللیل وملائکة بالنهار» لائے ہیں۔ (368)

اس کے بعد باب کا لفظ لکھ کر حدیث «إذا قال أحدکم: آمین، وملائکة في السماء .... الحدیث» ذکر کی۔ (369)

جس سے مطلب یہ تھا کہ بهذا الإسناد یعنی اس اسناد کے ذیل کی حدیث بھی ہے۔

۸۔ ترجمۃ الباب کے تحت کبھی وہ حدیث لائے ہیں جو خود ترجمۃ الباب پر دلالت نہیں کرتی، نہ بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق اس کے مذکورہ الفاظ کو ہوتا ہے، لیکن اس حدیث کے بہت سے طریق ہوتے ہیں اور ان میں بعض طرق کے الفاظ ترجمۃ الباب پر دال ہوتے ہیں۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ باب

---

(367) بخاري، محمد بن إسماعیل، امام، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب: 6

(368) مصدر سابق، حدیث نمبر: 3223

(369) مصدر سابق، کتاب بدء الخلق، باب: 7

کے لیے کچھ اصل ہے اور یہ مسئلہ بالکل بے اصل نہیں ہے۔

۹۔ کسی ترجمۃ الباب میں تردیداً وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو کسی خاص شخص کا مسلک ہے یا امام صاحب کے خیال میں شاید آئندہ کوئی اس کا قائل ہو جائے، لیکن امام صاحب کے نزدیک وہ غلط ہے۔

۱۰۔ اسی طرح کسی ترجمۃ الباب میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو امام صاحب کے نزدیک ثابت نہیں۔ ایسے مقامات میں باب کے تحت میں صحیح حدیثوں کے لانے سے اس مسلک یا اس حدیث کا رد کرنا منظور ہوتا ہے۔

۱۱۔ کبھی ترجمۃ الباب کے بعد بجائے سند حدیث کے صرف کسی صحابی یا تابعی کا اثر یا قرآن کی کوئی آیت کریمہ لاتے ہیں۔ ایسا اس مقام میں کرتے ہیں جہاں ترجمۃ الباب کا لفظ کسی حدیث کا ٹکڑا ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ حدیث امام صاحب کی شرط پر نہیں ہوتی۔ وہاں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس باب میں گو یہ حدیث آتی ہے لیکن امام صاحب کی شرط پر صحیح ثابت نہیں ہوئی اور حدیث ترجمۃ الباب میں قابل عمل ہے۔

۱۲۔ کبھی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو بظاہر نہایت قلیل النفع ہے لیکن کسی خارجی وجہ سے وہ مہتم بالشان بن گیا ہے۔ جس طرح «باب قول الرجل للنبي ﷺ: ما صلينا» (370)

بظاہر کوئی نتیجہ خیز بات نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ یہ ملاؤ کہ ایک جماعت «ما صلينا» کہنے کو برا جانتی ہے۔ تو اس باب کا کثیر النفع ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ کبھی ترجمۃ الباب میں قرآن کی کسی آیت کو ذکر کرتے ہیں اور حدیث

---

(370) مصدر سابق، كتاب الأذان، باب: 26

سے اس کی شرح کرتے ہیں، یا عموم کی تخصیص کرتے ہیں، یا مطلق کو مقید یا اس کے بعض محتملات کی تعیین، کبھی ترجمۃ الباب میں حدیث ذکر کرتے ہیں اور آیت سے اس کی تخصیص یا بعض محتملات کی تعیین یا شرح۔

۱۴۔ کہیں صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ طالبین حدیث کو مسئلہ کے مطابق حدیث پیش کرنے کا انداز مشق ہو جائے۔

۱۵۔ امام صاحب نے بہتیرے ابواب میں اہل سیر و مؤرخین کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ طرق روایات سے کسی واقعہ کے متعلق کوئی خاص بات نکالنی۔ فقیہ تو عدم ممارست فن کے باعث اس پر متعجب ہوتا ہے لیکن اہل سیر کو اس انداز کے ساتھ خاص اعتناء ہوتا ہے۔(371)

---

(371) مبارک پوری، عبد السلام، مولانا، سیرۃ البخاری، ص: 241 - 243

فصل سوم: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی منہج واجتہادی اختیارات

مبحث اول: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مقام و مرتبہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں جلالت شان ان کے تراجم سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ وہ اجتہاد اور استنباط مسائل میں بے مثل تھے۔ ویسے تو ان کی فقاہت کا دار و مدار محدثین کرام اور علمائے امت کے اقوال پر نہیں ہے، وہ تو تراجم ابواب میں ان کے فقہی منہج سے ظاہر ہے۔ لیکن یہاں ہم چاہتے ہیں کہ ان کا فقہی منہج بیان کرنے سے قبل ان کی فقاہت کے بارے میں ائمہ کرام اور علمائے عظام کے چند اقوال ذکر کر دیے جائیں۔

امام ابو مصعب احمد بن ابو بکر زہری (232ھ) فرماتے ہیں:

«محمد بن إسماعيل أفقه عندنا وأبصر بالحديث من أحمد بن حنبل»

"یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فقاہت میں زیادہ کمال اور حدیث میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔"

اہل مجلس میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ نے یہ کہہ کر حد سے تجاوز کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب میں عرض کیا:

«لو أدركت مالكا ونظرت إلى وجهه ووجه محمد بن إسماعيل لقلت كلاهما واحد في الحديث والفقه»

"اگر تم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملے ہوتے اور امام بخاری اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما دونوں کے چہروں پر غور کیا ہوتا تو تم بول اٹھتے کہ دونوں حدیث اور فقہ میں برابر

ہیں۔" (372)

امام عبدان بن عثمان مروزی (221ھ) فرماتے ہیں:

«ما رأيت بعيني شابا أبصر من هذا وأشار إلى محمد بن إسماعيل» (373)

"میں نے اس نوجوان (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) سے زیادہ صاحب بصیرت نہیں دیکھا۔"

امام قتیبہ بن سعید ثقفی (240ھ) فرماتے ہیں:

«جالست الفقهاء والزهاد والعباد، فما رأيت منذ عقلت مثل محمد بن إسماعيل» (374)

"میں فقہاء، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی مجلس میں بیٹھا تو جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔"

امام یعقوب بن ابراہیم دورقی (252ھ) یوں رطب اللسان ہیں:

---

(372) خطيب بغدادي، حافظ أبو بكر البغدادي، تاريخ بغداد: 19/2۔ مزي، حافظ جمال الدين، تهذيب الكمال: 455/24۔ ذهبي، حافظ، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 420/12۔ ابن حجر، حافظ، شهاب الدين عسقلاني، هدى الساري، ص: 482

(373) خطيب بغدادي، حافظ أبو بكر البغدادي، تاريخ بغداد: 24/2۔ مزي، حافظ جمال الدين، تهذيب الكمال: 459/24۔ ذهبي، حافظ، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 419/12۔ ابن حجر، حافظ، شهاب الدين عسقلاني، هدى الساري، ص: 482

(374) ابن حجر، حافظ، شهاب الدين عسقلاني، هدى الساري، ص: 482

«محمد بن إسماعيل فقيه هذه الأمة» (375)

''محمد بن اسماعیل اس امت کے فقیہ ہیں۔''

امام محمد بن بشار بندار فرماتے ہیں:

«محمد بن إسماعيل أفقه خلق الله في زماننا» (376)

''یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دور میں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔''

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا کہ محمد بن اسماعیل کی آمد کا سنا۔ جب امام بخاری تشریف لائے تو ان کی آمد پر محمد بن بشار نے فرمایا:

«قدم اليوم سيد الفقهاء» (377)

''آج فقہاء کے سردار تشریف لائے ہیں۔''

امام علی بن حجر (244ھ) فرماتے ہیں:

''خراسان نے تین شخصیات کو پیدا کیا۔ ان میں پہلے نمبر پر امام بخاری کو رکھا اور فرمایا:

---

(375) خطيب بغدادي، تاريخ بغداد: 22/2۔ مزي، جمال الدين، تهذيب الكمال: 457/24 - 459۔ ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 419/12۔ ابن حجر، عسقلاني، هدى الساري، ص: 483

(376) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 419/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 483

(377) خطيب بغدادي، تاريخ بغداد: 16/2۔ نووي، تهذيب الأسماء واللغات: 68/1/1۔ مزي، جمال الدين، تهذيب الكمال: 449/24۔ ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 422/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 482

«هو أبصرهم وأعلمهم بالحديث وأفقههم، قال: ولا أعلم أحدا مثله» (378)

''امام بخاری ان میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے، حدیث کو زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ فقیہ تھے۔''

مزید فرمایا: ''میرے علم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔''

امام احمد بن اسحاق مروزی (242ھ) فرماتے ہیں:

''جو شخص چاہے کہ سچے اور واقعی فقیہ کو دیکھے تو وہ محمد بن اسماعیل کو دیکھے۔'' (379)

امام عبد اللہ بن محمد کا بیان ہے کہ احمد بن حرب نیشاپوری جب فوت ہوئے۔ (380) ہم لوگ ان کے جنازے میں جا رہے تھے۔ جنازہ کے ساتھ ساتھ امام بخاری اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہما بھی تھے اور دیگر علماء کرام اور اہل بصیرت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

«محمد أفقه من إسحاق» (381)

---

(378) خطيب بغدادي، تاريخ بغداد: 28/2۔ نووي، محي الدين، تهذيب الأسماء واللغات: 69/1/1۔ ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 421/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 484

(379) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 429/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 484

(380) امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ کبار فقہاء اور بڑے عبادت گزار لوگوں میں شامل تھے۔ 234ھ میں فوت ہوئے۔
ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 32/11

(381) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 418/12 ⇦

"یعنی امام بخاری، اسحاق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔"

بلکہ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے:

«محمد بن إسماعيل أبصر مني»

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے زیادہ بصیرت والے ہیں۔" (382)

یہ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ اور اساتذہ کے تبصرے تھے تو آپ کے معاصرین نے بھی آپ کی فقاہت کا برملا اقرار کیا ہے۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«هو أعلمنا وأفقهنا وأكثرنا طلبا»

"(امام بخاری) ہم میں سب سے زیادہ علم والے، فقاہت والے اور زیادہ حدیث طلب کرنے والے تھے۔" (383)

امام حاتم بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بوجہ علمی بصیرت اور عبور کے اللہ کی ایک نشانی ہیں۔" (384)

سلیم بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

⇦ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 484

(382) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 429/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 484

(383) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 426/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 485

(384) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 427/12۔ ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 485

"ساٹھ برس گزر گئے کہ میں نے کسی کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ اور پرہیز گار نہیں دیکھا۔" (385)

ان متقدمین سے لے کر متاخرین تک ہر ایک نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فقاہت اور بصیرت کی گواہی دی ہے۔ بلکہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) لکھتے ہیں:

«وكان إماما، حافظا، حجة، رأسا في الفقه والحديث، مجتهدا من أفراد العالم مع الدين والورع والتأله»

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام، حافظ، حجت، چوٹی کے فقیہ، محدث اور مجتہد تھے۔ نیز دین داری، تقویٰ، پرہیز گاری اور عبادت گزاری کے ساتھ ساتھ یگانہ روز گار تھے۔" (386)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (1323ھ) فرماتے ہیں:

«الإمام البخاري عندي مجتهد برأسه، وهذا أيضا ظاهر من ملاحظة تراجمه بدقة النظر»

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میرے نزدیک مجتہد مستقل ہیں۔ (آپ کا فقیہ و مجتہد ہونا) یہ دقت نظری کے ساتھ آپ کے تراجم کے ملاحظہ کرنے سے ظاہر ہے۔" (387)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (1352ھ) رقمطراز ہیں:

---

(385) ذهبي، شمس الدين، سير أعلام النبلاء: 449/12- ابن حجر، شهاب الدين، هدى الساري، ص: 485

(386) ذهبي، شمس الدين، الكاشف: 7/3، رقم: 4769

(387) گنگوهي، مولانا رشيد أحمد، لامع الدراري على جامع البخاري، طبعة المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، 1975 م، ص: 19

«واعلم أن البخاري مجتهد لا ريب فيه»

"خوب جان لو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ مجتہد ہیں۔" (388)

ان اقوال پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر متقدمین سے لے کر متاخرین کے اقوال جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ جس کا یہ مقالہ اجازت نہیں دیتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دقیقہ سنجی، دقت نظری، قوت اجتہاد، حافظہ کی عمدگی، وفور فقہ اور استنباط کا ملکہ بے مثال تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ وفراست پر یہ اقوال اور فرمودات تو ویسے نقل کر رہے ہیں، وگرنہ ان کی دقت نظری اور فقاہت وذہانت کو بیّن دلیلیں اور شہادتیں تراجم ابواب موجود ہیں۔ آپ کے تراجم فقہ الحدیث کے عظیم شاہکار ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (923ھ) فرماتے ہیں:

«وأتى من صحيح الحديث وفقهه بما لم يسبق إليه» (389)

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح میں صحیح حدیث اور فقہ حدیث کا وہ اہتمام کیا ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔"

یہ بات پہلے اشارۃً گزر چکی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دور بڑا پُر آشوب اور پُر فتن دور تھا۔ جس دور میں "جامع صحیح" تالیف کی گئی، اس دور میں جہاں

---

(388) كشميري، علامه أنور شاه، فيض الباري على صحيح البخاري، ناشر: مكتبة حقانية، بشاور، باكستان، بدون التاريخ: 58/1

(389) قسطلاني، علامه، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد القسطلاني (923 هـ)، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت - لبنان، 1304 هـ: 2/1

اعتقادی مسائل میں اختلاف عروج پر تھا، وہاں پر قیاسی مسائل نہایت زور و شور سے اٹھ کر عروس البلاد و دار الحکومت پورے عراق میں پھیل چکے تھے۔

اس عہد میں فقہ واجتہاد کے دو طریقے مروج تھے۔ جس کے بارے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

«انقسم الفقه فيهم إلى طريقتين، طريقة أهل الرأي والقياس، وهم أهل العراق، وطريقة أهل الحديث، وهم أهل الحجاز، وكان الحديث قليلاً في أهل العراق لما قدمنا، فاستكثروا من القياس ومهروا فيه، فلذلك قيل لهم أهل الرأي» (390)

"یعنی متقدمین میں فقہ کے دو طریقے منقسم ہو گئے تھے۔ ایک طریقہ اہل الرائے اور اصحاب قیاس کا۔ وہ اہل عراق کا طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ اہل حدیث کا، وہ اہل حجاز کا طریقہ ہے۔ اہل عراق میں حدیث کم تھی۔ (جس کی وجہ ہم نے پہلے تحریر کی ہے۔) لہٰذا انہوں نے کثرت سے قیاس کیا۔ وہ قیاس میں ماہر ہوئے۔ اسی وجہ سے انہیں اہل الرائے کہا جاتا ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1114ھ/1176ھ) لکھتے ہیں:

"باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاویٰ بر دو وجہ بودند، یکے آنکہ قرآن وحدیث وآثار صحابہ جمع میکردند از آنجا استنباط مسائل نمودند، وایں اصل راہ محدثین است۔ ودیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اندر یاد گیرند، بے ملاحظہ ماخذ آں پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہماں قاعدہ طلب میکردند، وایں اصل راہ فقہاء است۔" (391)

---

(390) ابن خلدون، علامه، مقدمة ابن خلدون: 477/1

(391) شاه ولي الله، محدث، أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي، /1114 هـ / 1176 هـ)، المصفى بشرح المؤطأ، ناشر: مطبع فاروقي، دهلي، الهند، 1293 هـ ص: 4

”واضح رہے کہ سلف مسائل کے استنباط اور فتاویٰ کے اجراء میں دو طرح کے تھے:

۱۔ ایک وہ جو قرآن، حدیث اور آثار کو جمع کر کے مسائل کا استنباط کرتے تھے اور یہ محدثین کا اصل طریقہ ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ ائمہ کی تنقیح و تہذیب سے جمع کردہ قواعد کلیہ اور اصولوں کو بغیر ان کے اصل و ماخذ کا جائزہ لیے از بر کر لیتے تھے۔ پس وہ ہر مسئلہ کو ان قواعد کی روشنی میں حل کرتے تھے۔ اور یہ طریقہ فقہاء کا ہے۔“

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1167ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب ”حجۃ اللہ البالغۃ“ میں فقہائے محدثین اور فقہائے اہل الرائے کے طرز اجتہاد اور اصول فقاہت پر مفصل گفتگو فرمائی ہے۔ تفصیل کے متلاشی مذکورہ کتاب کی طرف مراجعت فرما سکتے ہیں۔ ”حجۃ اللہ البالغۃ“ سے شاہ صاحب کی کلام کا خلاصہ ضبط تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

متقدمین میں فقہ کے دو طریقے رائج تھے۔ ایک اہل الرائے کا طریقہ۔ جس میں وہ قلت احادیث کی وجہ سے بکثرت قیاس کا استعمال کرتے تھے۔ ان کا طرز اجتہاد اور اصول فقاہت اپنے شیوخ اور اساتذہ کے تنقیح و تہذیب کیے ہوئے قواعد تھے۔ انہیں قواعد کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کی تخریجات کرتے تھے۔ یہ طریقہ اہل عراق میں مروج تھا۔ وہ اپنے شیوخ واساتذہ کو انتہا درجہ کا محقق خیال کرتے تھے اور ان کے قواعد واقوال سے تخریج در تخریج کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

«ولم تنشرح صدروهم للنظر في أقوال علماء البلدان وجمعها

والبحث عنها واتهموا أنفسهم في ذلك، وكانوا اعتقدوا في أئمتهم أنهم في الدرجة العليا من التحقيق» (392)

"علمائے بلدان کے اقوال میں غور و فکر کرنے، انہیں جمع کرنے اور تحقیق و تلاش کرنے میں انہیں شرح صدر نہ ہوا اور اس بارے انہوں نے اپنے آپ کو متہم سمجھا۔ اور اپنے ائمہ کرام کے بارے انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ وہ بلند پایہ محقق ہیں۔"

اس سکول آف تھاٹ کے بالمقابل اصحاب الحدیث کا طریقہ تھا۔ جس کا مرکز اہل حجاز تھا۔ جو براہ راست قرآن و حدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مسائل کا حل پیش کرتے تھے۔ اگر قرآن و سنت اور آثار صحابہ میں مسائل کا حل نہ نکلتا تو پھر وہ اجتہاد کے ذریعہ مسئلہ کا حل تلاش کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ طریقہ اجتہاد دونوں میں مروج تھا لیکن اس طرز اجتہاد اور اصول فقاہت میں فرق تھا۔ اہل حجاز کے یہاں صحابہ و تابعین کے طرز اجتہاد قابل ترجیح تھا۔ وہ کسی کے قواعد ورائے کے پابند نہ تھے، بلکہ براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال واستنباط کرتے تھے۔ لیکن اہل عراق کے یہاں اپنے شیوخ اور اساتذہ کے اقوال اور قواعد سے تخریج در تخریج کا عمل مروج تھا۔

محدث دہلوی لکھتے ہیں:

«فكان أكثر أمرهم حمل النظير على النظير وأمروا إلى أصل من الأصول دون تتبع الأحاديث والآثار» (393)

"ان کا اکثر دستور عمل یہی تھا کہ کسی مسئلہ میں اس کے مشابہ مسئلہ کا حکم

---

(392) شاه ولي الله، محدث، حجة الله البالغة: 344/1

(393) مصدر سابق: 340/1

لگاتے اور مسئلہ کو انہی اصول و قواعد کی طرف پھیر کر لے جاتے (جو ان کے شیوخ واساتذہ نے تخریج کیے ہوتے) اور احادیث وآثار کی تحقیق و تلاش نہ کرتے تھے۔"

محدثین نے اہل حجاز کے طرز اجتہاد کو اپنایا جو روایت حدیث کے ساتھ تفقہ اور استنباط مسائل کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ سلسلہ عہد صحابہ سے عہد تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد محدثین میں برابر جاری رہا۔

فن روایت اور حدیث کے ساتھ محدثین میں تفقہ واستنباط مسائل اور اجتہاد کو برابر ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ کتب حدیث کی تدوین انہی فقہی ابواب پر رکھی گئی۔ امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ نے اپنی اپنی کتابیں فقہی ابواب پر تالیف کیں۔ احادیث رسول کی روشنی میں انہوں نے بیسیوں مسائل کا حل پیش کیا۔ جن کا تعلق تمام شعبہائے زندگی سے تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ فقہ الحدیث کا ہے۔ یہ فقہ الحدیث کا طریقہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے۔ (394)

امام المحدثین نے تمدن و مصالح کی رعایت کے ساتھ نصوص قرآنیہ و صحیح احادیث سے مسائل استنباط کرنے میں کمال سعی کی اور ان کو نہایت کامیابی ہوئی۔

امام المحدثین کے زمانہ میں سلطنت کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا تھا۔ قوموں کے میل جول سے ہزاروں صورتیں معاملات کی نئی پیدا ہو گئی تھیں۔ اس کے سوا

---

(394) تفصیل کے لیے دیکھیں:

مبارک پوری، مولانا عبد السلام، سیرۃ البخاری، ص:426

احادیث صحیحہ کے جمع اور منتخب نہ ہونے سے بہت سے مسائل پہلے مجتہدین کے ایسے مروج ہو چکے تھے جو صحیح نہ تھے۔ امام المحدثین نے بہت بڑا کام پہلے یہ کیا کہ صحیح صحیح حدیثوں کو منتخب کیا اور عملی طور سے یہ دکھادیا کہ انہی سے تمام مسائل اور احکام استنباط کیے جاسکتے ہیں۔ ایک ہی حدیث سے متعدد مسائل متعدد ابواب میں مستنبط کر کے استنباط کے اصول وطریقے اپنائے۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ فقہ جو شرعی قانون ہے، اس کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو محض انسانی رائے ہو اور مجتہد کو اس کے ساتھ وہی نسبت ہے جو دنیا کے تمام مقننین کو ہوا کرتی ہے۔ (395)

مبحث دوم: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی منہج

اب آیئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تراجم ابواب میں فقہی منہج ملاحظہ کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد واستنباط مسائل اور معاریض کے بارے بحث کے لیے ایک بڑا مقالہ اور ضخیم کتاب تیار کی جاسکتی ہے، لیکن اس کا یہاں محل نہیں ہے۔ (396)

یہاں ہم صرف تراجم ابواب میں ان کا فقہی منہج اختصار کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں:

---

(395) مصدر سابق، ص:430

(396) اس بارے ڈاکٹر عبدالمجید ہاشم کی کتاب «الإمام البخاري محدثا وفقيها» ملاحظہ فرمائیں۔ جو مکتبۃ العربیۃ، قاہرۃ، مصر کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ جس میں مفید اور عمدہ ابحاث شامل اشاعت ہیں۔

1۔ مسائل دقیقہ کا استنباط:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ انہی نصوص سے جو عادۃً ذہنوں میں موجود اور حاضر رہتے ہیں، مسائل دقیقہ نہایت سہل طریقہ سے مستنبط کر لیتے ہیں جو استنباط کے بعد بہت ہی آسان معلوم ہوتے ہیں۔ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی اور جودت فقاہت کی بہت بڑی قوی دلیل ہے۔ اس کی مثالیں صحیح بخاری میں بھری پڑی ہیں۔

2۔ استنباط مسائل فقہیہ میں اصول:

استنباط مسائل فقہیہ میں بلکہ عامۃً صحیح بخاری میں ان کا یہ دستور ہے کہ پہلے قرآن کی آیت سے روشنی ڈالتے ہیں، اس کے بعد حدیث مرفوع یا صحابہ کے آثار یا علمائے تابعین کے فتاویٰ لاتے ہیں اور یہ باتیں مجتہد کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ ہاں طریقہ استدلال اور طرز استنباط سے بالکل تعرض نہیں کرتے۔ اور یہی موقع اہل علم کے تدبر اور فکر کا ہوتا ہے۔

3۔ ضمنی تراجم ابواب:

صحیح بخاری میں بہت سے تراجم ابواب ضمنی ہیں۔ جن میں علاوہ ترجمۃ الباب بالا کے امام صاحب کوئی ضمنی فائدہ بتاتے ہیں۔ اصل ایسے مقامات میں تنبیہ یا فائدہ یا قف ہونا چاہیے۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس تالیف میں بجز لفظ باب کے دوسرا لفظ نہیں لاتے اور بجائے قف یا فائدہ یا تنبیہ کے باب ہی کا لفظ لکھتے ہیں۔

4۔ مصالح عباد پر گہری نظر:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسائل میں مصالح عباد پر نہایت گہری نظر ڈالتے ہیں اور ساتھ اس کے وہ استدلال میں نصوص کا پہلو نہایت قوی رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ باب

قائم کرتے ہیں: «لا نكاح إلا بولي» (397)

"یعنی بغیر ولی کے نکاح نہیں ہو سکتا۔" پھر آگے چل کر دوسرا باب قائم کرتے ہیں: «لا نكاح إلا برضاها» (398)

"یعنی بغیر رضا مندی عورت کے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔" اور دونوں بابوں کو نہایت شفاف طریقہ سے ثابت کیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق العنان ہے جس سے جی چاہے، نکاح کرے، نہ عورت۔ اس طرح مجبور اور مقید ہے کہ ولی جس سے چاہے، عقد کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے۔ حقیقت میں شریعت کا منشا یہی ہے یعنی اعتدال قائم کرنا۔

5۔ استنباط مسائل میں عبارۃ النص وغیرہ کا استعمال:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استنباط مسائل میں عبارۃ النص کے علاوہ اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے بھی کام لیتے ہیں۔ (399) اور حمل النظیر علی النظیر

---

(397) بخاري، امام، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب النكاح، باب: 37

(398) مصدر سابق، كتاب النكاح، باب: 42

(399) نص کے الفاظ کی دلالت کی تین اقسام ہیں:

ا۔ **عبارت النص:** عبارت النص سے ثابت وہ حکم ہے جو ظاہری کلام سے سمجھ میں آجائے اور اصلاً یا ضمناً کلام اسی کے لیے لایا گیا ہو۔ یعنی کلام سے وہی مقصود ہو۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ... الآية﴾ [النساء: 3] اس آیت سے عبارۃ النص کے ذریعہ:

وقیاس سے بھی استنباط کرتے ہیں۔ (400) لیکن ساتھ اس کے وہ استحسان، قیاس

۱۔ اصلاً تعدد ازواج کی اجازت ۲۔ عدل کی توقع نہ ہونے کی صورت میں صرف ایک عورت پر اکتفا کا وجوب ۳۔ ضمناً شادی کی اباحت کا ثبوت ہوتا ہے۔

۲۔ **اشارۃ النص:** اشارۃ النص سے ثابت وہ حکم ہے جو ظاہری کلام سے سمجھ میں نہ آئے اور کلام اس کے لیے لایا بھی نہ گیا ہو۔ (وہ مقصود نہ ہو) لیکن کلام میں اشارہ اس کی طرف موجود ہو جو توجہ کرنے سے سمجھ میں آجائے۔ جیسے اوپر نکاح والی آیت میں اشارۃ النص کے ذریعے ثابت ہوتا ہے کہ بیوی کے ساتھ عدل وانصاف بہر حال واجب ہے۔ خواہ ایک ہوں یا زیادہ ہوں۔

۳۔ **اقتضاء النص:** اقتضاء النص سے ثابت وہ حکم ہے جو موجودہ کلام سے نہیں، بلکہ اس میں کوئی مناسب وناگزیر محذوف (اضافہ) تسلیم کیا جائے۔ اور اس سے وہ حکم سمجھ میں آئے۔ جیسے: ﴿وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ ... الآية﴾ [یوسف:82]
یہاں لفظ "اہل" محذوف ہے۔

دلالۃ النص: جو نص کے الفاظ سے حاصل نہیں کیا جاتا لیکن حکم کے لغوی مفہوم سے لامحالہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ اسے مفہوم موافق بھی کہتے ہیں جیسے: ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ [النساء: 92] قتل خطا میں جب کفارہ واجب ہے تو دلالۃ النص کے ذریعہ قتل عمد میں بدرجہ اولیٰ واجب ہو گا۔

سرخسي، امام أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهيل، أصول السرخسي: 1/ بحواله

تقی امینی، مولانا، اجتہاد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، بدون تاریخ، ص:69 – 77

(400) **قیاس:** قیاس کا لغوی معنیٰ اندازہ کرنا، پیمائش کرنا، مطابقت اور مساوی کرنا ہیں۔ چنانچہ "قاس الثوب بالذراع" کے معنیٰ "قدر اجزاءه به" کپڑے ⇦ ⇦ کی ذراع سے پیمائش کی۔ اسی طرح "يقاس فلان بفلان في العلم والنسب" کے معنیٰ "علم اور نسب میں وہ اس کے برابر ہے۔" اور اصطلاحی طور پر قیاس سے مراد: اتحاد علت کی بناء پر اصل سے فرع کی طرف حکم منتقل کرنا، یہ علت صرف لغت سے معلوم نہیں کی جاتی۔"

طرد اور قیاس شبہ کے پاس بھی نہیں جاتے بلکہ قیاس علت یا قیاس دلالت ہی سے کام لیتے ہیں۔ (401)

اس کی مثال یوں ہے:

«باب فضل صلاة الفجر في جماعة» (402)

''یعنی باب نماز فجر کی فضیلت کا جماعت میں۔''

دلیل میں اس حدیث کو لائے ہیں:

تقی امینی، مولانا، اجتہاد، ص:140 - 141

(401) **استحسان:** کا مطلب ایسا قیاس جس کی علت قیاس جلی متبادر الی الذہن کی بہ نسبت مخفی ہو، یعنی محل میں ایسی ظاہر علت ہو جو اس کے لیے حکم کو واجب کرتی ہو، کسی اصل کے ساتھ ملحق کرتے ہوئے لیکن اس میں ایک دوسرے مخفی وصف (علت) بھی پایا جائے جو اسے کسی دوسرے اصل کے ساتھ ملحق کرنے کا تقاضا کرتا ہو۔

خضري، علامة محمد بن عفيفي باجوري (1289 هـ / 1345 هـ)، أصول الفقه، ناشر: مطبعة جمالية، مصر: 1329 هـ، ص: 404

قیاس طرد: وہ ایسا وصف ہے جس کے موجود ہونے کے ساتھ حکم موجود ہو، اور اس کے نہ ہونے کے ساتھ حکم بھی نہ پایا جائے۔

خضري، علامة أصول الفقه، ص: 393 - 394

قیاس شبہ: وہ ایسا وصف ہے جو بذاتہ حکم کے مناسب نہیں ہوتا، بلکہ حکم کے مناسب اس لیے ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے وصف کے مشابہ ہوتا ہے جو بذاتہ حکم کے مناسب ہوتا ہے۔

خضري، علامة أصول الفقه، ص: 394

ومبارک پوری، مولانا، عبد السلام، حاشیہ سیرۃ البخاری، ص:434

(402) بخاري، امام، الجامع الصحيح، كتاب الأذان، باب: 31

«والذي ينتظر الصلاة حتى يصليها مع الإمام أعظم أجرا من الذي يصلي ثم ينام» (403)

''یعنی جو شخص انتظار جماعت کرتا ہے کہ نماز جماعت سے پڑھے، وہ اجر میں بڑا ہے اس آدمی سے جو نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔''

بظاہر تو اس حدیث سے عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی لیکن جب اس فضیلت کی علت دیکھی جاتی ہے۔ تو یہی حکم (فضیلت) نماز فجر میں بھی معلوم ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کی علت نیند چھوڑنا اور جاگنے کی مشقت برداشت کرنا ہے اور باجماعت نماز فجر حاصل کرنے میں بدرجہ اولیٰ پائی جاتی ہے۔

6۔ احادیث کثیرہ سے فقہی مسئلہ کا ثبوت:

کبھی وہ کئی حدیثوں کو ملا کر ایک مسئلہ ثابت کرتے ہیں۔ گویا وہ مسئلہ کئی مقدمات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال: «باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم؟ قال ابن عمر: إنما الغسل على من تجب عليه الجمعة» (404)

''یعنی کیا جو لوگ جمعہ میں حاضر نہ ہوں، جیسے بچے، عورتیں وغیرہ (اندھے) ان پر جمعہ کا غسل واجب ہے یا نہیں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''غسل جمعہ انہی پر ہے جن پر جمعہ ہے۔''

اس باب کے تحت چار مختلف روایات ذکر کی ہیں جن سے ثابت کیا ہے

---

(403) مصدر سابق، رقم الحديث: 651

(404) مصدر سابق، كتاب الجمعة، باب: 12

کہ عورتوں پر غسل واجب نہیں ہے۔ (405)

7۔ دلالۃ النص سے فقہی مسئلہ کا ثبوت:

کبھی مسئلہ فقہیہ کو بقاعدہ "بالطریق الاولیٰ" ثابت کرتے ہیں۔ جس کا نام دلالۃ النص ہے۔ جیسے:

«باب الاستماع إلى الخطبة» "یعنی خطبہ جمعہ کان لگا کر سننا" قائم کیا۔ (406) اور یہ حدیث لائے ہیں:

«فإذا خرج الإمام طووا صحفهم ويستمعون الذكر» (407)

"یعنی فرشتے پہلے سے جمعہ میں حاضر ہونے والوں کو دروازہ مسجد پر لکھتے رہتے ہیں۔ اور جب امام خطبہ کے لیے منبر پر نکلتا ہے تو اپنے اپنے رجسٹروں کو لپیٹ کر خطبہ کان لگا کر سنتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو بدرجہ اولیٰ کان لگانا چاہیے۔

8۔ عموم اضافت سے فقہی مسئلہ کا استنباط:

کبھی مسئلہ کا استنباط عموم اضافت سے کرتے ہیں۔

مثال: «باب إذا فاته العيد يصلي ركعتين، وكذلك النساء، ومن كان في البيوت والقرى» (408)

"یعنی جس سے نماز عید فوت ہو جائے، وہ دو رکعتیں پڑھ لے۔ اسی

---

(405) تفصیل کے لیے دیکھیں:

مبارک پوری، مولانا، سیرۃ البخاری، ص: 435

(406) بخاري، امام، الجامع الصحيح، كتاب الجمعة، باب: 31

(407) مصدر سابق، رقم الحديث: 929

(408) مصدر سابق، كتاب العيدين، باب: 25

طرح عورتیں بھی اور جو (لوگ اندھے معذورین وغیرہ) گھر میں ہوں یا گاؤں میں۔"

دلیل میں یہ ٹکڑا حدیث کا لائے ہیں:

«هذا عيدنا أهل الإسلام» (409)

اور دوسرا ٹکڑا یہ لائے ہیں:

«فإنها أيام عيد» (410)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامۃ کل اہل اسلام کی طرف عید کی نسبت کی۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس عید کا شعار جو نماز ہے، ہر ایک کے لیے ہے، جس سے چھوٹ جائے، پڑھ لے۔

9۔ عموم الفاظ سے فقہی مسئلہ کا ثبوت:

کبھی عموم الفاظ سے مسئلہ ثابت کرتے ہیں۔

مثال: امام صاحب نے «باب بيع المدبر» "یعنی مدبر کی بیع جائز ہے۔" قائم کیا ہے۔ (411) اور استدلال میں یہ حدیث لائے ہیں:

«عن زيد بن خالد وأبي هريرة رضي الله عنهما، أنهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم يسأل عن الأمة تزني ولم تحصن، قال: اجلدوها، ثم إن زنت، فاجلدوها، ثم بيعوها بعد الثالثة أو الرابعة» (412)

---

(409) مصدر سابق

(410) مصدر سابق، رقم الحديث: 987

(411) بخاري، امام، الجامع الصحيح، كتاب البيوع، باب: 110

(412) مصدر سابق، رقم الحديث: 2232، 2233

"زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لونڈی کے بارے سوال کیا گیا جو زنا کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے درے لگاؤ۔ اگر دوبارہ زنا کرے تو دوبارہ درے لگاؤ۔ پھر اسے بیچ ڈالو۔" تیسری بار بیچنے کو فرمایا یا چوتھی بار۔

اس میں لونڈی زانیہ مدبر اور غیر مدبر سب شامل ہے۔ پس اگر مدبرہ لونڈی زنا کرے تو اس کے لیے بھی یہی درے اور آخر میں بیع کا حکم ہے۔

10۔ مختصر حدیث سے فقہی مسئلہ کا ثبوت:

کبھی مسئلہ فقہیہ کے ثبوت میں کسی مختصر حدیث کو (جو ان کی شرط کے مطابق ہے) لا کر اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث انہی صحابی سے مطول اور مفصل آئی ہے اور اس میں یہ مسئلہ صراحۃ مذکور ہے لیکن چونکہ ان کی شرط پر نہیں، اس لیے خود جامع صحیح میں اس مفصل روایت کو نہیں لائے اور مختصر حدیث سے مسئلہ کی صحت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

مثال: «باب طول القيام في صلاة الليل» (413)

"یہ باب ہے بیان میں درازی قیام کے رات کی نماز میں۔"

دلیل میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں:

«أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا قام للتهجد من الليل يشوص فاه بالسواك» (414)

"یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو

---

(413) مصدر سابق، كتاب التهجد، باب: 9

(414) مصدر سابق، رقم الحديث: 1136

مسواک سے اپنے منہ مبارک کو اچھی طرح ملتے تھے۔"

بظاہر اس مختصر حدیث میں طول قیام کا ذکر نہیں، لیکن یہی حدیث انہی حذیفہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مفصل مروی ہے جس میں طول قیام کا ذکر موجود ہے۔ (415)

11۔ مقدمہ خارجیہ سے فقہی مسئلہ کا استنباط:

کبھی مسئلہ کو حدیث سے استنباط کرنے میں اشارہ کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایک مقدمہ خارجیہ بھی ہے جو گویا فطری ہے۔ مجتہدین کے ذہن میں ملحوظ رہتا ہے اور غائب نہیں ہوتا اور در حقیقت وہ مسئلہ حدیث اور مقدمہ خارجیہ دونوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال: «باب ما يستخرج من البحر» (416)

"یعنی باب جو چیز سمندر سے نکالی جائے، (یعنی اس میں خمس وغیرہ ہے یا نہیں؟) دلیل میں علاوہ صحابہ واقوال علمائے تابعین کے یہ حدیث بھی لائے:

«عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عنه عَنِ النبي صلى الله عليه وسلم: أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً، فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا»، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ» (417)

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ

---

(415) مسلم، امام، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري نيسابوري (206 هـ / 261 هـ)، ناشر: دار إحياء الكتب العربي، 1374 هـ، 536/1، 537

(416) بخاري، امام، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب الزكاة، باب: 65

(417) مصدر سابق، رقم الحديث: 1498

بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے دوسرے اسرائیلی سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگا۔ اس نے دے دیا۔ ادا کرنے کے وقت مقروض سمندر کی طرف نکلا، لیکن کوئی جہاز نہ پایا۔ تو ایک لکڑی کے اندر سوراخ کیا اور اس میں ہزار اشرفیاں بھر کر سمندر میں ڈال دیں۔ قرض دینے والا سمندر کی جانب نکلا تو ایک لکڑی دیکھی۔ اس کو نکال کر بغرض ایندھن بنانے کے لیے گھر لے گیا۔ چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں۔"

اس حدیث سے (جس کو خود آپ ﷺ نے بیان فرمایا) معلوم ہوا کہ سمندر سے جو چیز نکالی جائے، اس میں کچھ دینا لازم نہیں تھا۔ اب حدیث کے ساتھ یہ مقدمہ خارجیہ ملاؤ: «شرع من قبلنا شرعنا ما لم ينكر» یعنی ہمارے پہلے کے احکام شرعیہ ہمارے لیے بھی معتبر ہیں جب تک شارع کی طرف سے انکار نہ ہو۔

اس حدیث اور مقدمہ کے ملانے سے ثابت ہوا کہ جو چیز سمندر سے نکالی جائے، اس میں خمس وزکوٰۃ نہیں، ورنہ حدیث بیان فرما کر آنحضرت ﷺ سکوت نہ فرماتے۔ چونکہ یہاں دلیل صاف اور صریح نہ تھی، اس لیے باب بھی بہت زور دار اور صریح الفاظ میں قائم نہیں کیا۔ اور یہ کمال خوبی ہے۔

12۔ زور دار الفاظ میں ترجمۃ الباب کی تبویب:

کبھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب بہت زور دار الفاظ میں قائم کرتے ہیں۔ یہ وہاں ہے جہاں کوئی امر بہت زور سے رواج پذیر ہوتا ہے۔ اور اس کے جواز پر دلیل شرعی قائم نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف میں دلیل ہوتی ہے۔

مثال: «باب من قضى له بحق أخيه فلا يأخذه، فإن قضاء

الحاکم لا یحل حراما، ولا یحرم حلالاً» (418)

"اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلطی اور ناواقفی یا جھوٹے گواہ گزارنے یا زور تقریر کے ذریعے دھوکا دینے سے حاکم نے ناحق فیصلہ دے دیا تو وہ دیانتاً اور عند اللہ صحیح نہ ہو گا۔ اور نہ جس کے لیے فیصلہ دیا گیا، اس کو شے فیصلہ شدہ میں عند اللہ اور دیانتاً تصرف کا حق ہے۔ اس مسئلہ کو اس حدیث سے ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا» (419)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدمی ہی ہوں۔ (یعنی غیب دان نہیں ہوں) میرے پاس فریق مقدمہ لے کر آتے ہیں۔ شاید تم میں بعض آدمی بعض پر بولنے میں فوقیت رکھتا ہو اور حقیقت میں وہ جھوٹا ہو۔ اور میں اس کو سچ سمجھ کر فیصلہ دوں تو جس کے لیے میں ایسا فیصلہ دوں گا، وہ شے آگ کا ٹکڑا ہے۔ جی چاہے، لے یا چھوڑ دے۔"

یہ استدلال جیسا شفاف ہے، ظاہر ہے۔

13۔ قیاس صحیح کا استعمال اور قیاس فاسد کی تردید:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استنباط مسائل اور اجتہاد کے اصول بتاتے ہوئے قیاس کی دو قسمیں کی ہیں:

۱۔ قیاس صحیح ۲۔ قیاس فاسد

---

(418) مصدر سابق، کتاب الأحکام، باب : 29

(419) مصدر سابق، رقم الحدیث : 7181

قیاس صحیح کے لیے اس طرح باب قائم کیا:

«باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبيّن، وقد بيّن النبي ﷺ حكمها ليفهم السائل» (420)

"باب اس امر کا کہ کوئی شخص کسی اصل معلوم کو کسی اصل مبیّن کے ساتھ جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے، تشبیہ دے، تاکہ سائل سمجھ جائے۔"

اس باب میں اس باب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قیاس صحیح مثبت حکم اور مثبت مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اس کا کام صرف حکم کو ظاہر کر دینا ہے۔ جو سائل یا مجتہد کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

دوسری قسم (یعنی قیاس فاسد) کے لیے اس طرح باب قائم کیا: «باب ما يذكر في ذم الرأي وتكلّف القياس، وقول الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾» (421)

"یعنی باب رائے اور قیاس کے تکلف وبناوٹ کی برائی اور مذمت کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور مت پیچھے چلو ایسی باتوں کے جن کا تم کو علم نہ ہو۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشاو مقصد ان دونوں بابوں کے قائم کرنے سے یہ تھا کہ جس مسئلہ میں نص موجود ہے، وہاں قیاس سے الگ رہنا چاہیے۔ اور جہاں نص موجود نہ ہو، مجبوراً قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسی قیاس سے جو صحیح ہے اور

---

(420) مصدر سابق، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: 12

(421) مصدر سابق، كتاب الاعتصام، باب: 7

بالاتفاق حجت ہے۔(422)

14۔ مذہب ظاہریہ کی تردید:

اصول اجتہاد بیان کرتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری مذہب کی بھی تردید کی ہے۔ جو قیاس کو اصول اجتہاد میں داخل نہیں کرتے۔ صرف ظاہری

---

(422) **قیاس صحیح:** جس کا نام اصولیوں نے قیاس علت اور قیاس دلالت رکھا ہے۔ قیاس علت یہ ہے کہ اصل اور فرع کو اس وصف میں جمع کر دیا جائے جو کہ علت ہو۔

خضری، علامة أصول الفقه، ص: 395 ⇦

⇦ **قیاس علت** کی مثال: ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ [آل عمران:59] یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر قیاس کی گئی ہے۔ اور مقیس و مقیس علیہ کی علت لفظ کن ہے۔ جو قدرت الٰہی کا مظہر ہے۔

قیاس دلالت سے مراد وہ قیاس ہے جس میں علت مذکور نہ ہو، بلکہ ایسا وصف مذکور ہو جو علت کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا ہو۔ اور وہ اس علت پر دلالت کر رہا ہو۔

خضری، علامة أصول الفقه، ص: 531

قیاس دلالت کی مثال یہ ہے: ﴿وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا (66) أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (67)﴾ [مریم: 66 – 67] یہاں کی پہلی پیدائش (مقیس علیہ) کو دال اور دوسری بار زندہ ہونے (مقیس) کو مدلول قرار دیا گیا ہے۔

دوسری قسم کے قیاسات میں قیاس طرد، قیاس شبہ اور قیاس استحسان وغیرہ ہیں۔ قیاس شبہ سے اکثر اہل ہوا کام لیتے ہیں۔ کفار نے حلت سود کے بارے قیاس شبہ سے ہی سے کام لیا اور کہا: ﴿إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا﴾ [البقرة: 275]

قیاس طرد ماوراء النہر کے لوگوں میں مروج تھا اور قیاس استحسان مجتہدین میں مستعمل تھا۔

نصوص پر چلتے ہیں۔ ان کی تردید کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب قائم کیا:

«باب الحجة على من قال: إن أحكام النبي ﷺ كانت ظاهرة» (423)

ان مجموعی باتوں پر نظر کرتے ہوئے امام المحدثین کو ظاہری المذہب کہنا ظاہر بینی اور سخت جسارت ہے۔ (424)

تراجم ابواب پر مستقل تصنیفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ تراجم ابواب اپنی مثال آپ ہیں۔ ان میں فقاہت سمودی گئی ہے۔ ان تراجم کے عظیم الشان ہونے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ علمائے کرام، محدثین عظام اور فحول مصنفین نے تراجم ابواب کے مقاصد جلیلہ، اغراض مبہمہ حسنہ، اشارات غامضہ، نکات فقہیہ اور مناسبات خفیہ کے حل کرنے میں مستقل تصنیفات لکھی ہیں۔

ذیل میں ان اہم کتب کا تذکرہ پیش خدمت ہے:

---

(423) بخاري، امام محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: 22

(424) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی منہج پہ مذکورہ اصول مولانا عبد السلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں۔ ہم نے ان اصول کو اختصار کے ساتھ و تصرف یسیر کے ساتھ یہاں ذکر کیا ہے۔ باقی تفصیل "سیرۃ البخاری" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مولانا گرامی قدر نے نواں باب فقہ البخاری قائم کیا ہے اور لائق مصنف نے اس باب میں تفصیل کے ساتھ امام بخاری کی فقاہت وذکاوت، دقیقہ سنجی، دقت نظری اور فقہی منہج واضح کیا ہے۔ فجزاه الله عنا خير الجزاء۔

مبارک پوری، مولانا عبد السلام، سیرۃ البخاری، ص:394 – 443

1۔ المتواري على تراجم أبواب البخاري:

یہ کتاب علامہ ناصر الدین ابو العباس احمد بن محمد المعروف ابن المنیر (683ھ) نے تراجم ابواب پر مستقل لکھی ہے۔ (425) اس کتاب میں علامہ موصوف نے 372 ابواب بخاری کو حل کیا ہے۔ اس فن میں عمدہ اور مفید کتاب ہے۔(426)

2۔ فك أغراض البخاري المبهمة في الجمع بين الحديث والترجمة:

یہ کتاب علامہ محمد بن منصور بن حمامۃ مغربی سجلماسی کی ہے۔ جس کا ذکر

---

(425) ناصر الدین ابو العباس احمد بن محمد بن منصور جروی اسکندری مالکی المعروف ابن المنیّر۔ مُنیّر میں یا مشدد ہے۔ سکندریہ کے بہت بڑے عالم، عظیم محدث اور خطیب تھے۔ 683ء میں وفات پائی۔ ⇦

⇦ ابن العماد الحنبلي، علامة، شذرات الذهب: 381/5

كحالة، عمر رضا، شيخ، معجم المؤلفين: 161/2

(426) یہ کتاب شیخ صلاح الدین مقبول احمد کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ المعلا کویت کی طرف سے 1407ھ/1987ء کو شائع ہو چکی ہے۔

علامہ احمد بن محمد کے بھائی علامہ زین الدین علی بن محمد المعروف ابن المنیر (695ھ) نے بھی تراجم بخاری کی مستقل شرح لکھی ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے کیا ہے۔

ابن حجر، شهاب الدين، حافظ، هدى الساري، ص: 14۔ مخلوف، محمد شيخ، شجرة النور الزكية: 188/1۔ كحالة، عمر رضا، شيخ، معجم المؤلفين: 234/2

حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) نے کیا ہے۔(427)

3۔ ترجمان التراجم:

یہ کتاب علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عمر المعروف ابن رُشَید البتی (721ھ) کی ہے۔ (428) یہ تراجم ابواب پر بڑی عمدہ کتاب ہے۔ لیکن افسوس یہ کتاب الصیام تک پہنچی۔(429)

4۔ مناسبات تراجم البخاري لأحاديث الأبواب:

یہ کتاب علامہ ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن ابراہیم بن جماعۃ کنانی حموی (733ھ) کی ہے۔یہ کتاب التواری کی تلخیص ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے وضاحت فرمائی ہے۔(430)

---

(427) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، هدى الساري، ص: 14۔ حاجي خليفة، علامه، كشف الظنون: 551/1

(428) محب الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن محمد ابن رشید فہری بستی۔ابن رُشَید، یہ رُشد کی تصغیر ہے۔اپنے دور کے ممتاز عالم، محقق اور محدث تھے۔712ھ کو فوت ہوئے۔
سيوطي، جلال الدين، حافظ، طبقات الحفاظ، ص: 524

(429) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو انتہائی مفید ہوتی۔ یہ نامکمل ہونے کے باوجود بھی کثیر فوائد رکھتی ہے۔
ابن حجر، شهاب الدين، حافظ، هدى الساري، ص: 14
حاجي خليفة، علامه، كشف الظنون: 546/1

(430) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني (852ھ) هدى الساري، ص: 14

5- تعليق المصابيح على أبواب الجامع الصحيح:

یہ کتاب علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر الدمامینی (828ھ) کی ہے۔ علامہ دمامینی نے بخاری کی علیحدہ ایک شرح لکھی تھی جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (431)

6- مناسبات تراجم أبواب البخاري:

یہ کتاب علامہ ابو حفص عمر بن رسلان کنانی بلقینی مصری (805ھ) کی ہے۔ (432) یہ صحیح بخاری کے ابواب کی ترتیب میں مناسبات پر تالیف ہے۔ (433)

7- شرح تراجم أبواب صحيح البخاري:

یہ تراجم ابواب پر ایک اہم اور جامع رسالہ ہے جسے شاہ ولی اللہ محدث

یہ کتاب ہندوستان کے شہر بمبئی سے دار السلفیہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ لیکن اس میں بکثرت طباعت کی اغلاط ہیں جیسا کہ شیخ صلاح الدین مقبول نے وضاحت کی ہے۔

صلاح الدين مقبول، شيخ، مقدمة المتواري، ص: 13

(431) مفدي، محمد بن عبد الرحمن، دكتور، الدماميني حياته وآثاره

(432) اپنے دور کے عظیم عالم دین، محدث اور ممتاز مصنف تھے۔ 805ھ کو فوت ہوئے۔
زركلي، خير الدين، الأعلام: 46/5

(433) ابن حجر، شهاب الدين عسقلاني، مقدمة الفتح، ص: 470

دہلوی (1177ھ) نے تالیف کیا ہے۔ (434) اس رسالہ کے ابتداء میں تراجم ابواب کے متعلق اہل اصول بیان کیے گئے ہیں۔ پھر تقریباً چار سو سے زائد تراجم ابواب پر بحث کی گئی ہے۔ یہ رسالہ مطبوع اور متداول ہے۔ (435)

8۔ اللباب في التراجم والأبواب:

یہ کتاب تراجم ابواب پر مفید کتاب ہے۔ جسے علامہ محدث عبد الحق بن عبد الواحد ہاشمی المکی (1392ھ) نے تالیف کیا ہے۔ (436) اور یہ ان کی مفصل کتاب «قمر الأقمار الطالع من مشارق الأنوار» کی تلخیص ہے۔ (437)

9۔ الأبواب والتراجم:

یہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن یحییٰ الکاندھلوی کی تالیف ہے۔ یہ تراجم پر مفصل اور عمدہ کتاب ہے۔ (438)

---

(434) شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین محدث دہلوی برصغیر پاک وہند کے جلیل القدر عالم دین، ممتاز مؤلف، محدث اور مفکر تھے۔ 1177ھ میں وفات پائی۔

الحسني، عبد الحي، علامة، نزهة الخواطر: 410/6

كحالة، عمر رضا، شيخ، معجم المؤلفين: 272/1

(435) یہ رسالہ حیدر آباد کے مطبع دائرۃ المعارف میں طبع ہوا۔ بعد ازاں اس کا عکس کئی بار بیروت سے شائع ہوا ہے۔ عام درسی نسخہ کے آغاز میں بھی موجود ہے۔

(436) علامہ عبد الحق ہاشمی (1302ھ - 1392ھ) احمد پور شرقیہ کی سرزمین کے مایہ ناز عالم، محدث اور محقق تھے۔ 1392ھ کو مکۃ المکرمہ میں فوت ہوئے۔

محمد اسحاق بھٹی، دبستان حدیث، ناشر: مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2008ء، ص: 312

(437) یہ کتاب "اللباب" طبع ہو چکی ہے۔ راقم نے حرم مکی کی لائبریری میں دیکھی ہے۔

(438) یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

10- عون الباری فی مناسبات تراجم البخاري:

یہ اردو زبان میں مولانا محمد حسین میمن نے لکھی ہے۔ جو دو جلدوں میں ادارہ تحفظ حدیث کراچی سے 2014ء کو شائع ہوئی۔

مبحث سوم: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی واجتہادی اختیارات کی مثالیں

تراجم ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب اور فقہی منہج کی معلومات جاننے کے بعد اس مبحث میں صحیح بخاری کی مختلف کتب سے چیدہ چیدہ ابواب یہاں تحریر کر رہے ہیں جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت، ملکہ استنباط واستدلال میں گہری دوراندیشی اور مسائل واحکام میں لطیف ادراک کے علاوہ ان کے اجتہادی اختیارات وفقہی نماذج نکھر کر قارئین کرام کے سامنے آئیں گے۔ اس مختصر مقالے میں تمام ابواب کا احاطہ تو ناممکن ہے البتہ چند اہم مقامات کا تحقیقی مطالعہ پیش خدمت ہے۔

1- اہل کبائر کی تکفیر کا مسئلہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان «باب المعاصی من امر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك» یعنی "گناہ جاہلیت کے کام ہیں اور ان کا مرتکب کافر نہیں ہوتا، البتہ شرک کا مرتکب (یا کفر کا معتقد) ضرور کافر ہو جاتا ہے" قائم کر کے قرآنی آیت اور حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری محض معاصی وکبائر کی بنا پر تکفیر کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ خوارج ومعتزلہ کا عقیدہ ہے، ہاں جو شریعت کی مسلمات وقطعیات کا منکر ہے اور

کفریات کا معتقد ہے اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (439)

2- دین میں عدم تشدد

دین حنیف کی بنیاد آسانی اور سہولت پر ہے، دین میں تشدد اور سختی نہیں ہے، دین اسلام نے تشدد کو ناپسند کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان «باب الدین یسر» یعنی "دین آسان ہے" باندھ کر اس کے تحت جو روایات لائے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف دین اسلام میں آسانی کے قائل ہیں، تشدد کو ناپسند کرتے ہیں جیسا کہ بعض گروہ (خوارج) تشدد کے قائل و فاعل تھے۔ (440)

3- ایمان میں کمی بیشی کا رجحان

بعض گمراہ فرقوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی جیسا کہ مرجئہ کا خیال ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے «باب زیادۃ الایمان ونقصانہ» باندھ کر اپنا اختیار ذکر کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اس کے تحت انہوں نے قرآنی آیات اور احادیث سے استدلال کیا ہے جس سے ان کا رجحان قوی و مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ (441)

---

(439) بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاھلیۃ الخ، ح:30

نوٹ: تکفیر کا مسئلہ انتہائی حساس مسئلہ ہے اس کے موانع و شروط ہیں، موانع اور شروط کے بعد اس کا تحقق ہوتا ہے اور ہر کوئی تکفیر کا اہل نہیں ہے بلکہ موانع و شروط کے وجود کے بعد اصحاب علم و فضل تکفیر کے اہل ہوں گے۔ اس کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں، اس موضوع پر اردو و عربی میں متعدد کتب ہیں جن کی طرف مراجعت کی جائے۔

(440) بخاری، الایمان، باب الدین یسر، ح:39

(441) ایضا، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، ح:44-45

4- نابالغ لڑکے کا سماع حدیث

چھوٹا بچہ جو ابھی نابالغ ہو کیا وہ حدیث کا سماع کر سکتا ہے؟ اس مسئلہ کے بارے امام بخاری کا اختیار یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے قائل ہیں جیسا کہ انہوں نے سوالیہ اندز میں باب قائم کیا ہے کہ «باب متی یصح سماع الصغیر؟» یعنی "نابالغ بچے کا کس عمر میں سماع حدیث صحیح ہے"؟ اس کے تحت وہ حضرت ابن عباس اور حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہم کی حدیث لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ سمجھدار مجلس علم میں حاضر ہو سکتا ہے۔ (442)

5- تعلیم نسواں

خواتین اسلام کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے یا نہ؟ اس بارے شریعت کا مزاج یہ ہے کہ مرد کی طرح عورت بھی علم حاصل کرے، عورت کے لئے اسلام میں تعلیم کے حصول پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی تعلیم نسواں کے قائل ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں «باب تعلیم الرجل امته واهله» اور «باب هل یجعل للنساء یوما علی حدة فی العلم؟» قائم کر کے اپنے موقف کا اظہار کیا ہے۔ (443)

6- بغیر وضو کے قراءت قرآن

حدث کے بعد قرآن مجید پڑھنے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض فقہاء کے ہاں بغیر وضو کے قراءت کرنا جائز نہیں ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے «باب قراءة

---

(442) ایضا، کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر ح:76-77

(443) بخاری، العلم، باب تعلیم الرجل امته واهله، ح:97، باب هل یجعل للنساء الخ، ح:101

القرآن بعد الحدث وغیرہ» یعنی "حدث وغیرہ (بے وضو ہونے) کے بعد قرآن پڑھنا" باندھ کر ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استنباط کیا ہے کہ حدث کے بعد وضو کئے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(444)

7- سر کے مسح کا مسئلہ

سر کے مسح کے بارے فقہاء کے مختلف اقوال ہیں جو فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔ بعض فقہاء سر کے بعض حصے پر مسح کے قائل ہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے «باب مسح الراس کله» قائم کرکے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی اور حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بطور دلیل پیش کی کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔(445)

8- عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کا جواز

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے «باب وضوء الرجل مع امراته وفضل وضوء المراة» یعنی "مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو سے باقی ماندہ پانی کو استعمال کرنا" باندھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اثر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔(446)

---

(444) ایضا،کتاب الوضوء،باب قراءة القرآن بعد الحدث وغیرہ،ح:183

(445) ایضا،باب مسح الراس کله،ح:185

(446) ایضا،الوضوء،باب وضوء الرجل مع امراته وفضل وضوء المراة،ح:193

9- کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے «باب البول قائما وقاعدا» یعنی "کھڑے ہوئے اور بیٹھ کر پیشاب کرنا" قائم کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر پیشاب کرنے کا ذکر اس لئے کر دیا تاکہ دوسری صورت بھی پیش نظر رہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان میں دونوں صورتوں کا ذکر کیا ہے لیکن حدیث صرف پہلی صورت سے متعلق بیان کی ہے شارحین نے اسکی متعدد توجیہات ذکر کی ہیں۔ امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب احادیث سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت ثابت ہوئی تو بیٹھ کر پیشاب کرنے کی اجازت بالاولی ثابت ہو گئی۔ (447) دیگر اور بھی توجیہات شروحات حدیث میں مذکور ہیں۔ بہر حال کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے بشرطیکہ شرم گاہ لوگوں کی نظروں سے پردہ میں ہو اور پیشاب کے چھینٹوں سے جسم یا کپڑے آلودہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (448)

10- ماکول اللحم حیوانات کے ابوال کا حکم

وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلا اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ اور بھینس وغیرہ ان کا بول وبراز پاک ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اختیار بھی یہی ہے انہوں نے یوں «باب ابوال الابل والدواب والغنم ومرابضها» یعنی "اونٹ، بکریوں اور دیگر چوپایوں کے پیشاب نیز بکریوں کے باڑے کا حکم" قائم کر کے اپنا

---

(447) شرح البخاری لابن بطال 334/1، مزید دیکھیں: فتح الباری 427/1 وعمدة القاری 620/2

(448) بخاری، الوضوء، باب البول قائما وقاعدا، ح: 224

موقف بیان کیا ہے کہ تمام حیوانات کے بول و براز ناپاک نہیں بلکہ جو ماکول اللحم (جس کا گوشت کھایا جاتا ہے) جانور ہیں ان کا پیشاب پاک ہے، اگر کپڑے یا جسم پر اس کا چھینٹا لگ جائے تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(449)

11- پانی میں نجاست گرنے کا حکم

پانی کی پاکی اور ناپاکی کے مسئلہ کے حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا خاص موقف ہے چنانچہ وہ مسئلہ مذکورہ کے بارے یوں «باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء» یعنی "ان نجاستوں کا بیان جو گھی یا پانی میں گر جائیں" قائم کر کے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ:"جب تک رنگ، بو اور ذائقہ تبدیل نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا" پھر گھی کے حوالے سے روایات نقل کرتے ہیں کہ اگر گھی کے اندر چوہا گر جائے تو ارد گرد کے گھی کو نکال کر باقی کو استعمال کرنا جائز ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ پانی محض نجاست کے گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک اس میں تبدیلی نہ آجائے یہ اس لئے کہ صفت کے بدلنے سے موصوف پر اثر ہوتا ہے۔(450)

12- نمازی پر گندگی و نجاست گرنے کا حکم

نمازی آدمی جب حالت نماز میں کھڑا ہو تو اگر اس پر کوئی گندگی و نجس چیز ڈال دے تو آیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ اس کی نماز خراب نہیں ہوگی وہ بایں الفاظ باب

---

(449) بخاری،الوضوء،باب ابوال الابل والدواب والغنم ومرابضها،ح:233

(450) ایضا،باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء، ح: 237، 236، 235۔ نیز دیکھیں فتح الباری،449/1 وتحفة الاحوذی71/1

باندھتے ہیں «باب اذا القی علی ظهر المصلی قذر او جیفة لم تفسد علیه صلاته» یعنی "جب نمازی کی پشت پر گندگی یامردار ڈال دیاجائے تواس کی نماز خراب نہیں ہوگی "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نماز کے شروع کرنے کے لئے طہارت ضروری ہے لیکن نماز کے دوران اگر کپڑے یابدن ناپاک ہوجائے تو یہ نماز کے منافی نہیں ہوگا۔(451)

13- نبیذاور نشہ آور چیزوں سے وضو کا حکم

بعض فقہاء نبیذ وغیرہ مشروب سے وضو کرنے کے قائل ہیں، اس کے برعکس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ نبیذ اور نشہ آور چیزوں سے وضو کرنا ناجائز ہے۔ اس موقف کو انہوں نے یوں بیان کیاہے «باب لایجوز الوضوء بالنبیذ ولا المسکر» یعنی "نبیذاور نشہ آور چیزوں سے وضو جائز نہیں ہے" اورانہوں نے نقل کیاہے کہ امام حسن بصری اور ابوالعالیہ نے ایسی چیزوں سے وضوکرنے کومکروہ خیال کیاہے، پھر حضرت عطاء بن ابی رباح کاقول نقل کیاہے کہ میرے نزدیک نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کی بجائے تیمم کرلینا بہترہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ:"ہروہ مشروب جو نشہ آور ہووہ حرام ہے۔" (452)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعوی کے ثبوت کے لئے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر فرماکر یہ واضح کردیاہے کہ نبیذ وغیرہ سے وضوکرناناجائزہے۔وضوایک

(451) بخاری،الوضوء،باب اذا القی علی ظهر المصلی قذر او جیفة لم تفسد علیه صلاته،ح:240

(452) بخاری،الوضوء،باب لایجوز الوضوء بالنبیذ ولا المسکر،ح:242

عبادت ہے جس میں کسی حرام چیز کو استعمال نہیں کیا جا سکتا، لہذا نشہ آور چیز سے وضو کرنا حرام ہے۔

14- غسل حیض کے وقت عورت کا اپنے بال کھولنے کا حکم

غسل حیض کے وقت عورت اپنے سر کے بال کھولے گی یا نہیں؟ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بایں الفاظ اپنا نقطہ نظر بیان کرہیں کہ «باب نقض المراة شعرها عند غسل المحيض» یعنی "غسل حیض کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا" امام صاحب نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے کہ جب وہ حج الوداع کے موقع پر حائضہ ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا: "عمرہ ترک کر دو اور سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو پھر حج کا احرام باندھ لو۔ (453)

اس حدیث سے غسل حیض کے وقت جنابت کے برعکس سر کے پراگندہ بالوں کی پراگندگی کو کنگھی کے ذریعہ دور کرنا ثابت ہوا، اس سے واضح ہوا کہ غسل حیض میں سر کھولنا ضروری ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے۔ (454)

15- حائضہ خاتون کا عیدین اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہونا

کیا حائضہ خواتین عیدین اور خیر و برکت کی مجالس و محافل میں شرکت کر سکتی ہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ حائضہ خواتین عیدین میں

---

(453) ایضا، کتاب الحیض، باب نقض المراة شعرها عند غسل المحيض، ح: 317

(454) ہم نے اپنی کتاب "بالوں کا معاملہ" میں اس مسئلہ پر تفصیل لکھی ہے۔ (الحسینوی)

شرکت کر سکتی ہیں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ حیض والی عورتیں جائے نماز سے الگ رہیں، وہ اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں «باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين ويعتزلن المصلى» یعنی "حائضہ کا عیدین اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہونا بشرطیکہ وہ عید گاہ سے الگ رہیں" اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔(455)

16- پانی کی عدم دستیابی پر حضر میں تیمم کرنا

اگر پانی دستیاب نہ ہو اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا حضر میں تیمم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی اختیار ہے کہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔اس بارے انہوں نے نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مریض کے متعلق فرمایا ہے جس کے پاس پانی ہو لیکن اسے دینے والا موجود نہ ہو تو وہ تیمم کر لے۔اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اس زمین سے واپس ہوئے جو مقام جرف میں تھی، مربد غنم کے مقام پر عصر کا وقت ہو گیا تو آپ نے وہیں نماز پڑھ لی، پھر جب مدینہ منورہ آئے تو آفتاب بلند تھا لیکن آپ نے نماز کا اعادہ نہیں کیا اور اسی طرح امام صاحب نے اپنے موقف کی تائید کے لئے حدیث ابو جہیم بن حارث سے استدلال کیا ہے ۔(456)

17- تیمم طہارت مطلقہ ہے یا ضروریہ؟

فقہاء کرام کا اس بارے اختلاف ہے کہ آیا تیمم طہارت مطلقہ ہے

---

(455) بخاری،الحیض،باب شهود الحائض العيدين الخ،ح:324

(456) ایضا،کتاب التیمم،باب التيمم فی الحضر اذا لم يجد الماء وخاف فوت الصلاۃ،ح:337

یا طہارت ضروریہ؟ طہارت ضروریہ کا مطلب یہ ہے کہ تیمم خود تو طہارت کا ذریعہ نہیں بلکہ بوجہ ضرورت طہارت کے لئے مشروع ہے، اس کا اثر یہ ہو گا کہ جس ضرورت کے لئے تیمم کیا گیا ہے اس کے علاوہ عبادات اس تیمم سے نہیں کر سکتے مثلاً ایک آدمی نے مغرب کی نماز کے لئے تیمم کیا تو یہ خاص مغرب کی ضرورت کے لئے ہے اس تیمم سے عشاء کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہو گا۔

طہارت مطلقہ کا مفہوم یہ ہے کہ تیمم ایسے ہی ہے جیسے وضو اور جس طرح وضو سے ہر قسم کی عبادت کر سکتا ہے اور اس سے کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اسی طرح تیمم سے بھی وہ ہر قسم کی عبادت کر سکتا ہے اور ہر قسم کے فرائض پڑھ سکتا ہے۔ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں کہ «باب الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه عن الماء» یعنی "پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اور اسے پانی کے بدلے کافی ہے" امام صاحب نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جب تک انسان بے وضو نہ ہو اس کے لئے تیمم کافی ہو گا، اس کے بعد انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عمل ذکر کیا کہ انہوں نے تیمم کی حالت میں ان لوگوں کی امامت کروائی جو وضو سے تھے اور یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ شور یلی زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور امام صاحب نے عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تیمم سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ (457)

---

(457) بخاری، التیمم، باب الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه عن الماء، ح:344

18- تیمم میں صرف ایک ضرب ہے

تیمم میں چہرے اور ہتھیلیوں کے لئے صرف ایک ہی ضرب کافی ہے یا دو ہوں ؟اس بارے اہل علم کا اختلاف ہے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب ہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن عباس وغیرہم کا نام ظاہر ہے۔ تابعین میں شعبی، عطاء بن ابی رباح، اور مکحول وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ اسی طرح ائمہ کرام میں امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی موقف ہے۔ جبکہ کچھ اہل علم کا موقف یہ ہے کہ تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری ضرب ہاتھوں سے کہنیوں تک کے لئے ہے ان میں حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم ہیں، ابراہیم نخعی، حسن بصری اور سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے، ائمہ کرام میں امام مالک، شافعی اور عبد اللہ بن مبارک نے اسی موقف کو اپنایا ہے۔ اس بارے امام بخاری کا موقف پہلے علماء والا ہے وہ اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں کہ «باب التیمم ضربة» یعنی "تیمم میں صرف ایک ضرب ہے" اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت عمر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "تمہیں صرف اس طرح کر لینا کافی تھا، پھر آپ نے ایک بار زمین پر اپنا ہاتھ مارا، اس سے غبار کو جھاڑا، اس کے بعد اپنے ہاتھ کی پشت کا بائیں ہاتھ سے مسح کیا پھر ان سے اپنے چہرے پر مسح کیا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے امام صاحب کے ہاں تیمم کی صرف ایک ضرب ہے۔ (458)

---

(458) بخاری، التیمم، باب التیمم ضربة، ح: 347، نیز دیکھیں فتح الباری 595/1

19- غیر مسلم کی مصنوعات میں نماز پڑھنا

ایسا لباس جسے غیر مسلموں (یہود و نصاری، ہندوؤں، مجوسیوں، قادیانیوں وغیرہ) نے بنا ہو اور وہ کافروں کی مصنوعات سے اس کا تعلق ہو تو آیا اس لباس میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ مثلاً شلوار، قمیض، پینٹ کوٹ یا جبہ وغیرہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف ہے کہ غیر مسلم کے بنے ہوئے لباس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے انہوں نے اپنے موقف کو بایں الفاظ نقل کیا ہے «باب الصلاۃ فی الجبة الشامية» یعنی "شامی جبے میں نماز پڑھنا" اس باب کے تحت امام صاحب نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: "جن کپڑوں کو آتش پرست بنتے ہیں انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ معمر بن راشد نے کہا: "میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو یمن کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا جنہیں پیشاب میں رنگا گیا تھا (بظاہر رنگنے والے غیر مسلم ہوں گے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کورے کپڑے میں (بغیر دھوئے) نماز پڑھی۔ ان آثار کے بعد انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے استنباط کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبے میں نماز پڑھی۔ (459)

شام ان دنوں نصاری کے زیر حکومت تھا، شامی مصنوعات لباس وغیرہ حجاز آتی تھیں ان مصنوعات کے بنانے والے غیر مسلم تھے لہٰذا امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ غیر مسلم کی مصنوعات پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(459) بخاری، الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الجبة الشامية

20- صلیب یا تصویر بنے کپڑے میں نماز کا حکم

ایسا کپڑا جس پر صلیب کا نقش ہو یا تصویر بنی ہوئی ہو ایسے کپڑے میں اگر کوئی نماز پڑھ لے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان یہ نظر آتا ہے کہ نماز تو فاسد نہیں ہو گی البتہ ایسے کپڑے پہننے کی کراہت بر قرار رہے گی، وہ اس بارے یوں باب باندھتے ہیں «باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر هل تفسد صلاته؟ وما ينهى من ذلك» یعنی "صلیب یا تصویر بنے کپڑے میں نماز پڑھے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ اور اس کے متعلق ممانعت کا بیان" انہوں نے اپنے اس موقف کے ثبوت پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں ایک تصاویر والا پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لٹکا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں سامنے آتی رہی ہیں۔ (460)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہ نماز فاسد نہیں ہو گی البتہ کراہت برقرار رہے گی اگرچہ اس حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا نقش حد درجہ ناپسند تھا، آپ جہاں اس کا نقش پاتے تو اسے فوراً مٹا دیتے تھے یا اکھاڑ دیتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اگر کوئی ایسی چیز دیکھتے جس پر صلیب کا نشان ہوتا تو اسے توڑ ڈالتے تھے۔ (461)

---

(460) بخاری، الصلاة، باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویر الخ، ح:374

(461) ایضا، اللباس، باب نقض الصور، ح:5952

لہٰذا صلیب کا بھی یہی حکم ہے۔

21- جوتوں سمیت نماز پڑھنے کا جواز

جوتے پہن کر نماز پڑھنا شرعی طور پر جائز عمل ہے، بذات خود یہ مطلوب نہیں صرف یہود کے عمل سے اختلاف ظاہر کرنے کی صورت میں اسے استحباب کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے اس بارے باب باندھا ہے کہ «باب الصلاۃ فی النعال» یعنی "جوتوں میں نماز پڑھنے کا بیان" اور اپنے موقف کی تائید میں حدیث انس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ ابو مسلمہ ازدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: "ہاں پڑھ لیتے تھے۔" (462)

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے ہاں جوتوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے۔

22- نمازی کے سامنے آگ ہو تو کیا وہ نماز پڑھ سکتا ہے؟

کیا ایسی حالت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے کہ نمازی کے سامنے تنور ہو یا آگ ہو یا ہیٹر جل رہا ہو یا کوئی چیز ہو جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ وہ نمازی نماز پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ اسکی نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو، آگ وغیرہ کی پوجا نہ ہو، اس بارے یوں انہوں نے باب باندھا ہے «باب من صلی وقدامہ تنور او نار او شیئ مما یعبد فأراد بہ وجہ اللہ» یعنی "جو شخص اس حالت میں نماز پڑھے کہ اس کے سامنے

---

(462) بخاری، الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعال، ح:386

تنور، آگ یا کوئی ایسی چیز ہو جس کی عبادت کی جاتی ہو (جیساکہ مجوسی آگ لگا کر پوجا کرتے ہیں) لیکن نمازی کی نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو" امام صاحب کا استنباط بڑا ہی لطیف و عمدہ قسم کا ہے انہوں نے حدیث انس اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہم سے استدلال کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں دوزخ کی آگ کا ہیبت ناک منظر دکھایا گیا۔ (463)

اس سے امام صاحب ثابت کرتے ہیں کہ نمازی کی نیت خالص ہو تو چاہے آگے تنور کی آگ یا کسی اور قسم کی آگ ہو نماز ہو جاتی ہے اس سے نماز باطل نہ ہوگی، ایک بہت ہی باریک و لطیف استنباط ہے، ایسا استنباط وہی کر سکتے ہیں جو اجتہاد کے درجہ پر فائز ہوں۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال اجتہاد ظاہر ہوا، عصر حاضر میں بعض مساجد میں گیس یا بجلی کے ہیٹر نمازیوں کے سامنے لگے ہوتے ہیں ان کا جواز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استنباط سے واضح ہوتا ہے۔

23- گرجا گھر میں نماز پڑھنے کا جواز

ایسا گرجا گھر جس میں صلیب کا مجسمہ، مورتیاں اور تصاویر نہ ہوں اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھنے کا رجحان رکھتے ہیں، اس بارے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کہ: "ہم تمہارے گرجا گھروں میں تصویروں اور مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے" اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کہ "وہ کلیسا (گرجا گھر) میں نماز پڑھ لیتے تھے مگر اس گرجا گھر میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس میں تصاویر اور مجسمے ہوتے تھے" سے استدلال کیا ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کر کے

---

(463) بخاری، الصلاۃ، باب من صلی وقدامہ تنور او نار او شیء مما یعبد فاراد بہ وجہ اللہ تعالی، ح: 431

اشارہ کیا ہے کہ جس کلیسا میں تصاویر ہوں اس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ (464) واللہ اعلم بالصواب۔

24- مسجد میں عورت کا خیمہ لگانا اور اس کے سونے کا جواز

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کا مسجد میں خیمہ لگانا اور اس کا مسجد میں سونا جائز ہے۔ اس بارے انہوں نے یوں باب قائم کیا ہے «باب نوم المراۃ فی المسجد» یعنی "عورت کا مسجد میں سونے کا بیان" اس کے تحت انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی جس میں نو مسلمہ لونڈی کا خیمہ مسجد نبوی کے شمالی حصے میں لگوایا گیا تھا۔ (465)

اس قسم کے واقعات کو رخصت کے درجے میں رکھا جاسکتا ہے اور بالخصوص جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "اس حدیث سے ایسے مسلمان مرد اور عورت جن کا مسکن نہ ہو ان کے لئے مسجد میں شب گزاری و قیلولے کا جواز نکلتا ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (466)

25- قیدی اور قرض دار کو مسجد میں باندھنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیدی اور قرض دار کو مسجد کے ستون سے باندھنا جائز ہے۔ اس بارے انہوں نے یوں باب قائم کیا ہے کہ «باب الاسیر او الغریم یربط فی المسجد» یعنی "قیدی یا قرض دار کو مسجد میں باندھنا" اس

---

(464) ایضا، الصلاۃ، باب الصلاۃ فی البیعۃ، ح:434

(465) بخاری، الصلاۃ، باب نوم المراۃ فی المسجد، ح:439

(466) ابن حجر عسقلانی، حافظ، فتح الباری، 703/1، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

کے تحت حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔(467)

اسی طرح اس سے اگلے باب میں انہوں نے باب کے دوسرے جزء میں «وربط الاسیر ایضا فی المسجد» "نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا" لکھ کر ثمامہ بن اثال کا واقعہ نقل کیا ہے۔(468) جس سے قیدی کو مسجد میں باندھنے کا جواز ملتا ہے۔

26- مسجد میں مشرک کے داخل ہونے کا جواز

مشرک آدمی کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے احناف مطلق جواز کے قائل ہیں، مالکیہ مطلق منع کرتے ہیں اور شوافع مسجد حرام میں منع کرتے ہیں۔اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف جواز کا ہے انہوں نے باب یوں قائم کیا ہے «باب دخول المشرك المسجد» یعنی "مسجد میں مشرک آدمی کے داخل ہونے کا بیان" اس کے تحت انہوں نے اسامہ بن اثال کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی میں باندھا گیا۔(469)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مشرک کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔

27- مکہ اور غیر مکہ میں سترے کا اہتمام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں بھی سترے کی مشروعیت کے قائل ہیں

---

(467) بخاری،الصلاۃ،باب الاسیر او الغریم یربط فی المسجد،ح:461

(468) ایضا،الصلاۃ،باب الاغتسال اذا اسلم وربط الاسیر ایضا فی المسجد،ح:462

(469) بخاری،الصلاۃ،باب دخول المشرک المسجد،ح:469

اس بارے انہوں نے یوں اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ «باب السترة بمكة وغيرها» یعنی "مکہ وغیرہا میں سترے کا اہتمام" اس کے تحت انہوں نے حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔(470)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود اس حدیث (جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ اورلوگوں کے درمیان سترہ نہ تھا) کے ضعف پر تنبیہ کرنا ہے اور (آپ کے نزدیک) مکہ وغیر مکہ میں سترے کی مشروعیت پر کوئی فرق نہیں ہے۔" (471)

28- نماز عشاء کا وقت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز عشاء کا وقت نصف رات تک ہے، وہ اس بارے یوں باب قائم کرتے ہیں «باب وقت العشاء الى نصف الليل» یعنی "عشاء کا وقت نصف رات تک ہے" اس عنوان کے تحت انہوں نے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی معلق حدیث اور انس رضی اللہ عنہ کی موصول حدیث سے استنباط کیا ہے۔(472)

یادرہے نصف رات تک کا وقت وقت جواز ہے، وقت مختار نہیں ہے۔

---

(470) ایضا، الصلاۃ، باب السترة بمكة وغيرها، ح:501

(471) ابن حجر، حافظ، فتح الباری 259/1

(472) بخاری، مواقیت الصلاۃ، باب وقت العشاء الى نصف الليل، ح:512

29- قضاشدہ نماز کا اعادہ

بعض لوگوں کا موقف یہ ہے کہ قضا شدہ نماز دو مرتبہ پڑھی جائے ایک جب یاد آئے پھر دوسرے دن اس کے اپنے وقت بھی ادا کی جائے۔اس کے برعکس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ دوسرے دن نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے صرف فوت شدہ نماز ایک مرتبہ ہی پڑھے،وہ بایں الفاظ اپنا موقف بیان کرتے ہیں «باب من نسی صلاة فليصل اذا ذكر ولا يعيد الا تلك الصلاة» یعنی "جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جس وقت اسے یاد آئے تو پڑھ لے اور صرف اسی نماز کا اعادہ کرے" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے پہلے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:"جس شخص نے ایک نماز چھوڑ دی اور بیس سال تک (اسے یاد نہیں آیا تب بھی وہ) صرف اسی ایک نماز کا اعادہ کرے گا۔(473)

باقی سنن داود کی جس حدیث میں دوبارہ نماز ادا کرنے کی وضاحت آئی ہے وہ شاذ ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہے۔(474)

30- فوت شدہ نمازوں کی ترتیب

فوت شدہ نمازوں کے بارے میں بعض فقہاء کا موقف ہے کہ پہلے وقت کی نماز ادا کی جائے اس کے بعد سابقہ فوت شدہ نمازیں ادا کی جائیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ حاضر نمازوں کی طرح فوت شدہ نمازوں کو بھی ترتیب

---

(473) ایضا،مواقیت الصلاة،باب من نسی صلاة فليصل اذا ذكر الخ،ح:597

(474) ابوداود،الصلاة،باب فی من نام عن صلاة او نسيها،ح:438،وضعيف سنن ابی داود، ح:41

کے مطابق ادا کیا جائے۔ اس بارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارکہ موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے موقع پر پہلے فوت شدہ نمازیں حسب ترتیب پڑھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نماز کو ادا کیا۔ اس بارے امام صاحب اپنا رجحان یوں بیان فرماتے ہیں کہ «باب قضاء الصلاۃ الاولی فالاولی» یعنی "فوت شدہ نمازوں کو حسب ترتیب پڑھنا چاہیے" اورانہوں نے اپنے دعوی کے ثبوت کے لئے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے استنباط کیا ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت شدہ نمازیں حسب ترتیب ادا کیں۔ (475)

31- سفر میں اذان کا جواز

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ دوران سفر اگر زیادہ مسافر ہوں تو اذان اور اقامت کہنا جائز ہے اس بارے وہ اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں کہ «باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعة والاقامة كذلك بعرفة وجمع» یعنی "مسافر اگر زیادہ ہوں توانہیں اذان اور اقامت کہنی چاہیے، اسی طرح عرفات اور مزدلفہ میں بھی "اس موقف کی تائید میں انہوں نے پانچ روایات سے استدلال کیا ہے پہلی حدیث حضرت ابوذر غفاری کی ہے، دوسری اور تیسری حضرت مالک بن حویرث کی اور چوتھی حضرت ابن عمر اور پانچویں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہم کی ہے۔ (476)

---

(475) بخاری، مواقیت الصلاۃ، باب قضاء الصلاۃ الاولی فالاولی، ح:598

(476) ایضا، الاذان، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعة الخ، ح:629 تا 633

32- اقامت ہو جانے کے بعد ضرورت کے تحت کلام کرنے کا جواز

اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کلام کرنے کو فقہاء مطلق طور پر مکروہ کہتے ہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقامت ہو جانے کے بعد کسی ضرورت کے پیش نظر کلام کرنا جائز ہے۔ اس بارے وہ یوں باب قائم کرتے ہیں «باب الکلام اذا اقیمت الصلاۃ» یعنی "نماز کے لئے اقامت ہو جانے کے بعد گفتگو کرنا" اس کے تحت وہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں جس میں ایک مرتبہ نماز کے لئے اقامت ہو چکی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اس نے آپ کو اقامت ہو جانے کے بعد روک لیا اور باتیں کرتا رہا۔ (477)

حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

"یہ باب باندھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کا رد کیا ہے جو اقامت کے بعد مطلق طور پر کلام کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ (478)

33- نماز باجماعت کا وجوب

نماز باجماعت کے بارے فقہاء کا اختلاف ہے، بعض فرض عین کہتے ہیں بعض نے فرض کفایہ اور بعض نے سنت مؤکدہ کہا ہے۔ (479) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نماز باجماعت کے وجوب کے قائل ہیں۔ اس بارے انہوں نے فیصلہ کن

---

(477) بخاری، الاذان، باب الکلام اذا اقیمت الصلاۃ، ح:643

(478) ابن حجر، حافظ، فتح الباری 159/2

(479) تفصیل کے لیے دیکھیں: فتح الباری 160/2

ترجمۃ الباب قائم کیا ہے «باب وجوب صلاۃ الجماعۃ» ان کے نقطہ نظر کی تائید واضح، صحیح اور قوی روایات سے ہو رہی ہے انہوں نے امام حسن بصری کا قول اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استنباط کیا ہے۔ (480)

34- اقامت کے بعد صرف فرض کی ادائیگی کا جواز

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت سوائے فرض کے کوئی نماز جائز نہیں۔ اس بارے انہوں نے یوں باب باندھا ہے «باب اذا اقیمت الصلاۃ فلاصلاۃ الا المکتوبۃ» یعنی "نماز کی اقامت کے بعد فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں ہوتی" اس باب کے تحت انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (481)

35- بدعتی کی امامت کا جواز

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فتنہ پرور اور بدعتی کا امام بننا جائز ہے اس بارے انہوں نے یوں باب قائم کیا ہے «باب امامۃ المفتون والمبتدع» یعنی "فتنہ پرور اور بدعتی کی امامت کا بیان" اس بارے انہوں نے آغاز میں امام حسن بصری کا قول ذکر کیا ہے کہ ان سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے پوچھا گیا توانہوں نے فرمایا: "تم نماز پڑھ لو، اس کی بدعت کا وبال اسی پر ہو گا"۔ اس کے علاوہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نظر بندی کا واقعہ نقل کیا اور اس وقت امامت فتنہ پرور کرواتے تھے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت فراہم کی اور اسی طرح حدیث انس رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا جس میں

---

(480) بخاری، الاذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، ح:644

(481) بخاری، الاذان، باب اذا اقیمت الصلاۃ فلاصلاۃ الا المکتوبۃ، ح:663

اطاعت امیر کا حکم ہے۔(482)

یاد رہے امام صاحب کی تبویب کی صنیع سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ بدعت مکفرہ کے حامل کی امامت کے قائل نہیں ہیں۔

36- اختلاف مکان کے باوجود نماز کا جواز

فقہاء کرام کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ اختلاف مکان کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے فقہاء کرام کا اختلاف مشہور و معروف ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مکان کے باوجود اقتداء جائز ہے اس بارے انہوں نے یوں باب باندھا ہے «باب اذا کان بین الامام وبین القوم حائط او سترۃ» یعنی "جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ حائل ہو"۔مذکورہ باب قائم کر کے انہوں نے امام حسن بصری اور ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال نقل کئے ہیں جن میں اختلاف مکان کے باوجود اقتداء کا تذکرہ ہے اور اس کی تائید میں انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیوار کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے۔(483)

37- متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء کا جواز

نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء کے بارے فقہاء کا اختلاف ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع" میں باب قائم کیا ہے «باب اذا صلی ثم ام قوما» یعنی "جب خود نماز پڑھ چکا ہو پھر لوگوں کی امامت

---

(482) ایضا،الاذان،باب امامة المفتون والمبتدع،ح:695،696

(483) بخاری،الاذان،باب اذا کان بین الامام وبین القوم حائط او سترة،ح:729

کرائے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) "اس کے تحت انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی قوم کی امامت کرواتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء کو جائز سمجھتے ہیں۔ (484)

38- مقامات ثلاثہ میں رفع الیدین کا اثبات

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین (دونوں ہاتھوں کے اٹھانے) پر تمام امت کا اجماع ہے اور باقی مقامات ثلاثہ (یعنی رکوع میں جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے وقت) رفع الیدین کرنے کی مشروعیت پر بھی اہل کوفہ کے علاوہ تمام علمائے امصار وصلحائے امت کا اتفاق ہے ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی اس سنت پر عمل پیرا رہے اور یہ ایسی سنت متواترہ ہے جسے عشرہ مبشرہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا دکھائی دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نقل کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالفضل الحافظ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے رفع الیدین کی احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تتبع کیا ہے تو ان کی تعداد پچاس تک پہنچی ہے۔ (485)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس سنت متواترہ کی مشروعیت کے قائل ہیں اور اس کے استحباب پر انہوں نے یوں باب قائم کیا ہے «باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع» یعنی "تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا اس کے تحت انہوں نے حدیث ابن

---

(484) ایضا، الاذان، باب اذا صلی ثم ام قوما، ح:711

(485) فتح الباری 2/279-280

عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔" (486)

آگے دوسرا باب یوں باندھا ہے «باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین» یعنی "دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے وقت رفع الیدین کرنا" اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے استدلال کیا ہے۔ (487)

امام صاحب نے اس مسئلہ پر مستقل ایک کتاب "جزء رفع الیدین" بھی تصنیف کی ہے۔

39- نماز میں قراءت فاتحہ کا وجوب

سورۃ فاتحہ نماز کے ارکان میں سے ہے جس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں ہے، یہ سورہ مبارکہ تمام سری اور جہری نمازوں میں امام اور ماموم دونوں کے لئے پڑھنا ضروری ہے بعض لوگ جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں جیسے مالکیہ وغیرہ اور بعض مطلق طور پر مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کے قائل ہیں جیسے حنفیہ وغیرہ۔ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے وہ تمام نمازوں میں امام اور مقتدی دونوں کے لئے قراءت فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ اس بارے انہوں نے بالجزم باب باندھا ہے «باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر وما یجهر فیها وما یخافت» یعنی "سفر و حضر کی تمام سری و جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قراءت (فاتحہ) کا واجب ہونا" اس کے تحت انہوں نے حدیث جابر بن سمرہ، حدیث عبادہ بن صامت اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے استدلال

---

(486) بخاری، الاذان، باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، ح: 736، 737

(487) ایضا، باب رفع الیدین، اذا قام من الرکعتین، ح: 739

کیاہے۔ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل واضح فرمایا ہے کہ:«لاصلاة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب»یعنی"جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی"اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں "مسیئ الصلاۃ"کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں قراءت کا حکم دیا ہے۔(488)

اس موضوع پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل "جزء القراءة" کے نام سے کتاب تصنیف کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

40- آمین بالجہر کا اثبات

جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام اور مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، یہاں دلائل کا استیعاب مقصود نہیں ہے۔ جمہور علمائے کرام کا یہی موقف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اور مقتدی کے اثبات کے لئے دو باب قائم کئے ہیں «باب جهر الامام بالتامين»یعنی"امام کا بلند آواز سے آمین کہنا"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز میں آثار صحابہ سے اس کا اثبات کیا ہے اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ (489) دوسرا باب یوں قائم کیا ہے«باب جهر الماموم بالتامين»"مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا"اس کے تحت انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب امام (غیرالمغضوب

---

(488) بخاری، الاذان، باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات كلها الخ، ح:755-757

(489) بخاری، الاذان، باب جهر الامام بالتامين، ح:780

علیهم ولاالضالین) کہے تو تم آمین کہو" الحدیث۔ (490)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلند آواز سے آمین کہنا مسنون ہے۔

41- تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "الصحیح" میں یوں باب قائم کیا ہے کہ «باب سنة الجلوس فی التشهد» یعنی "تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ " اس کے تحت انہوں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا عمل نقل کیا ہے کہ "حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فقیہہ تھیں اور وہ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھا کرتی تھیں۔" (491)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت اور مرد کے تشہد میں بیٹھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

42- رات اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانے کا جواز

خواتین اسلام کا اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا افضل ہے لیکن اگر وہ مساجد میں نماز پڑھنا چاہیں تو وہ اپنے اہل خانہ کی اجازت سے رات و دن کی کوئی بھی نماز مسجدوں میں پڑھ سکتی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے اپنی "الصحیح" میں یوں باب قائم کیا ہے «باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس» یعنی "رات اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی

---

(490) ایضا، باب جهر الماموم بالتامین، ح:782

(491) ایضا، باب سنة الجلوس فی التشهد، ح:827

طرف نکلنے کا بیان " اس کے تحت وہ سیدہ عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیث لائے ہیں جس سے انہوں نے خواتین کے مساجد کی طرف جانے کا جواز اخذ کیا ہے۔(492)

43- گاؤں اور شہروں میں جمعہ پڑھنے کی مشروعیت

بعض لوگوں نے جمعہ کے انعقاد کے لئے خود ساختہ شروط عائد کی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ شہروں میں ہی جمعہ کا انعقاد ہو سکتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس قسم کی شروط مقرر کرنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ عام نمازوں کی طرح ہے اس لئے اس کے انعقاد کے لئے مخصوص تعداد، مخصوص جگہ (شہر) یا مخصوص امام کی تعیین کی شرط لگانا غیر شرعی ہے۔ امام صاحب نے اس بارے باب کا عنوان یوں قائم کیا ہے «باب الجمعة فی القری والمدن» یعنی " دیہاتوں اور شہروں میں جمعہ پڑھنا" پھر اس کے ضمن میں انہوں نے جواثی میں جمعہ پڑھنے کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔ جواثی ایک دیہات کا نام ہے جو ملک بحرین میں واقع تھا۔ (493)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور اس کے لئے شروط عائد کرنا غیر شرعی ہے۔

44- بارش کی وجہ سے جمعہ ترک کرنے کی رخصت

اگر بارش ہو رہی ہو تو کیا جمعہ ترک کرنے میں رخصت ہے یا نہیں؟ بعض

---

(492) بخاری، الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ح:864-865

(493) ایضا، الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ح:892-893

نے فرق کیا ہے کہ تھوڑی بارش ہو تو رخصت نہیں اور اگر زیادہ ہو تو پھر رخصت ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بارش کی وجہ سے جمعہ کے ترک کرنے کے قائل نہیں ہیں۔اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک رخصت کا ہے اور یہی قول جمہور کا ہے ۔امام موصوف نے اس کے متعلق اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرمایا ہے «باب الرخصة ان لم يحضر الجمعة فى المطر»یعنی "بارش میں اگر کوئی جمعہ میں حاضر نہ ہو تو اس بارے رخصت ہے "اس کے تحت انہو ں نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استنباط کیا ہے۔(494)

45- خواتین کے عید گاہ کی طرف جانے کا جواز

خواتین اسلام کے لئے نماز عید پڑھنے کے جواز کے بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب قائم کیا ہے «باب خروج النساء والحيض الى المصلى»یعنی "عورتوں اور حائضہ خواتین کا عید گاہ کی طرف نکلنے کا بیان "اس کے ضمن میں انہوں نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ:"ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم(نماز عید کے لئے) ان جوان عورتوں کو بھی نکالیں جو پردہ نشین ہیں۔(495)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک خواتین کا نماز عید پڑھنے کے لئے عید گاہ کی طرف جانا جائز ہے۔

46- نماز عید رہ جانے کی صورت میں دو رکعات پڑھنا

جس شخص کی نماز عید رہ جائے وہ کیا کرے؟اس بارے اہل علم واصحاب

---

(494) بخاری،الجمعة،باب الرخصة ان لم يحضر الجمعة فى المطر،ح:901

(495) ایضاً، العيدين، باب خروج النساء والحيض إلى المصلى، ح: 974

فقہ کا اختلاف ہے امام احمد اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ اگر وہ اکیلا پڑھے گا تو پھر چار رکعات پڑھے گا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند کے ساتھ سعید بن منصور میں اس طرح کا قول مروی ہے۔ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ اگر وہ جماعت کے ساتھ پڑھے گا تو دو رکعات پڑھے وگرنہ چار پڑھے۔ امام ابو حنیفہ کے ہاں اس شخص کو قضا اور ترک قضا اور دو اور چار رکعات کے درمیان اختیار ہے۔ (496)

اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ اگر اس کی امام کے ساتھ نماز عید رہ جاتی ہے تو وہ دو رکعات پڑھ کر قضا دے گا وہ اس بارے یوں باب قائم کرتے ہیں «باب اذا فاته العيد يصلى ركعتين» یعنی "جب کسی سے نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھے" انہوں نے اس کے ضمن میں امام عطاء بن ابی رباح کا قول نقل کیا ہے کہ جب کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ لے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے۔ (497)

47- نماز وتر پڑھنے کا طریقہ

نماز وتر کی کم از کم تعداد ایک رکعت ہے اور تین، پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعات ادا کرنا بھی جائز ہے۔ (498)

ہمارے ملک میں اکثر لوگ تین وتر پڑھتے ہیں اور وہ بھی خلاف سنت

---

(496) دیکھیں فتح الباری 603/2

(497) بخاری، العیدین، باب اذا فاته العيد يصلى ركعتين، ح: 987-988

(498) مسلم، صلاۃ المسافرین، ح: 736، نسائی، قیام اللیل، ح: 1697، ابوداود، الوتر، ح: 1422، ابن ماجہ، ح: 1190

پڑھتے ہیں، حالانکہ تین رکعت وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت وتر الگ پڑھا جائے۔ (499)

امام بخاری کا بھی یہی موقف معلوم ہوتا ہے، امام بخاری نے یوں باب باندھا ہے «باب ما جاء فی الوتر» "وتر کے متعلق جو وارد ہے" اس عنوان کے تحت جو روایات امام بخاری نے نقل کی ہیں ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل یہ ہے کہ وہ نماز وتر دو سلاموں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ (500)

امام صاحب کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے وہی روایت باب کے اندر لاتے ہیں جو ان کے موقف کی سب سے زیادہ مؤید ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے کے قائل ہیں۔

48- فجر کی دو سنتوں کے بعد لیٹنے کا جواز

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے، بعض لوگ اس کی سنیت کے قائل نہیں ہیں لیکن امام بخاری اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور یہی برحق موقف ہے۔ (501)

امام صاحب اس بارے اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں «باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر» یعنی "فجر کی دو سنتوں کے بعد

---

(499) ابن ماجه، ح: 1177

(500) بخاری، الوتر، باب ما جاء فی الوتر، ح: 990-991

(501) اس موضوع پر علامہ شمس الحق محدث دیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اعلام اهل العصر باحکام رکعتی الفجر" قابل مطالعہ ہے۔

دائیں کروٹ لیٹنے کا بیان "اس کے تحت انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے تھے۔" (502)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف فجر کی سنتوں کے بعد "اضطجاع" کے جواز کے قائل ہیں۔

49- مسجد میں نماز جنازہ کا جواز

مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے جمہور اہل علم کا موقف جواز کا ہے، ابن ابی ذئب اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ (503)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف جواز کا ہے اس بارے انہوں نے یوں باب باندھا ہے «باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد» یعنی "عید گاہ اور مسجد میں نماز جناہ ادا کرنے کا بیان" اس کے ضمن میں جو احادیث امام صاحب لائے ہیں ان میں عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے اور عید گاہ بھی نماز کی جگہ ہے جب عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسجد میں بھی نماز جنازہ جائز ہو گی اس لئے باب کے عنوان میں انہو ں نے "مصلی" کے ساتھ "المسجد" کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ (504)

---

(502) بخاری، التهجد، باب الضجعة على الشق الايمن بعد ركعتي الفجر، ح:1160

(503) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں فتح الباری 256/3

(504) بخاری، الجنائز، باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد، ح:1327-1329

ویسے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں (سہل، سہیل) کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔ (505) ہو سکتا ہے یہ حدیث امام صاحب کی شرط پر نہ ہو۔ اور حضرت ابو بکر اور عمر فاروق اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا۔ (506)

اگر ناجائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں نہ پڑھاتے لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اس بارے مضبوط ہے۔

50- نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا جواز

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت کے بارے اہل علم کا اختلاف ہے، امام ابن منذر نے حضرت ابن مسعود، حسن بن علی، عبد اللہ بن زبیر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم سے اس کی مشروعیت نقل کی ہے۔ یہی قول امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ کا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے عدم قراءت نقل کی ہے اور یہی قول امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے۔ (507)

اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا نقطہ نظر یوں نقل کرتے ہیں «باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة» یعنی "نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا بیان" اس ضمن میں انہوں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ بچے کے

---

(505) مسلم، الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد، ح:973

(506) الطبقات الكبرى لابن سعد 206/3، المصنف لعبد الرزاق 526/3، السنن للبيهقي 52/4، فتح الباري 256/3

(507) دیکھیں فتح الباری 262/3

جنازے پر امام سورہ فاتحہ پڑھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے نماز جنازہ میں جہری طور پر سورۃ فاتحہ پڑھی اور آخر میں فرمایا: "(میں نے سورہ فاتحہ اس لئے پڑھی ہے) تا کہ تم جان لو بے شک یہ (کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا) سنت ہے۔(508)

امام بخاری کا مذکورہ عنوان قائم کر کے اس کے ضمن میں اس مضمون کی حدیث لانا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ان کے ہاں نماز جناز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے اور یہی حق وصواب ہے۔

51- شوہر کو زکاۃ دینے کا جواز

کیا بیوی اپنے شوہر کو زکاۃ دے سکتی ہے؟ اس بارے فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی، امام سفیان ثوری اور صاحبین (ابو حنیفہ) رحمۃ اللہ علیہم جواز کے قائل ہیں؟ امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما سے بھی ایک روایت اس کے جواز کی مروی ہے۔(509)

اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف کیا ہے؟ امام صاحب نے اپنی کتاب میں یوں بیان کیا ہے «باب الزكاة على الزوج والايتام فى الحجر» یعنی "شوہر اور زیر پرورش یتیموں کو زکوۃ دینے کا بیان" اس باب کے ضمن میں انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے

---

(508) بخاری، الجنائز، باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة، ح:1335۔ یاد رہے کہ صحابی کا سنت کہنا یہ حدیث مرفوع حکمی ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مبسوط ہے، اس بارے "شرح نخبۃ الفکر" دیکھی جائے۔

(509) تفصیل دیکھیں فتح الباری 420/3

شوہر پر خرچ کرنے کی صورت میں دوہرے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔(510)

اس باب کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی کا اپنے خاوند اور زیر پرورش یتیموں کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

52- عشر کے نصاب کی مقدار

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ زمین سے نکلنے والی ہر پیداوار پر عشر ہے جبکہ باقی ائمہ ثلاثہ کے ہاں پانچ وسق سے کم مقدار میں عشر نہیں ہے۔اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف کیا ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں پہلے یوں باب قائم کیا ہے «باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری» یعنی "عشر اس کھیتی میں ہے جسے آب باراں یا آب جاری سے سینچا گیا ہو" اس باب کے ضمن میں جو انہوں نے نقل کی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ زمین سے نکلنے والی ہر پیداوار پر عشر ہے۔(511)

اس باب کے متصل بعد دوسرا باب امام صاحب نے بایں الفاظ قائم کیا ہے «باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة» یعنی "پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے" اس کے تحت انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جس میں یہ واضح ہے کہ پانچ وسق (630 کلوگرام) سے کم پیداوار میں زکاۃ نہیں ہے۔(512)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کی طرح امام بخاری بھی عام کو خاص

---

(510) بخاری، الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، ح:1466

(511) ایضا، الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری، ح:1483

(512) بخاری، الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة، ح:1484

پر محمول کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ پانچ وسق سے کم مقدار میں عشر نہیں ہو گا۔ اس بارے امام صاحب نے اپنا موقف بایں الفاظ واضح فرمایا ہے: «قال ابو عبد الله: هذا تفسير الاول، لانه لم يوقت فى الاول، يعنى حديث ابن عمر: «فيما سقت السماء العشر» وبين فى هذا ووقت والزيادة مقبولة، والمفسر يقضى على المبهم، اذا رواه اهل الثبت كما روى الفضل بن عباس: ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يصل فى الكعبة، وقال بلال: قد صلى فاخذ بقول بلال، وترک قول الفضل»۔(513)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "یہ پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی وہ حدیث کہ "جو کھیتی بارش سے سیر اب ہو اس میں دسواں حصہ ہے" اس میں نصاب کا تعین نہیں کیا گیا، اور اس حدیث میں نصاب کو بیان کیا گیا ہے اور ثقہ راوی کا اضافہ قبول ہے، اور مفسر روایت مبہم روایت کا فیصلہ کرتی ہے جبکہ اسے ثقہ وحافظ راوی بیان کریں جیسا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بیان کو قبول کیا گیا ہے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو چھوڑ دیا گیا ہے"۔

53- کھیتی یا پھلوں کے پکنے کے بعد (زکاۃ کے وجوب کے باوجود) ان کی خرید وفروخت کا جواز

جس شخص کے پھلوں کے باغات یا کھیتی پک چکی ہو اور اس پر عشر یا زکوۃ بھی واجب ہو چکی تھی تو کیا وہ اس صورت میں اپنے پھلوں یا کھیتی کی خرید وفروخت

---

(513) ایضا، ح: 1483، نیز دیکھیں فتح الباري، 3/445-446

کر سکتا ہے ؟اس بارے اہل علم کا اختلاف ہے ،امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق ایسی بیع کرنا ناجائز ہے جبکہ بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں اس بارے یوں باب باندھا ہے «باب من باع ثماره او نخله او ارضه او زرعه وقد وجب فيه العشر او الصدقة فادى الزكاة من غيره،او باع ثماره ولم تجب فيه الصدقة»یعنی "جس نے اپنے پھل یا کھجور کے درخت ، یازمین یا اپنی کھیتی کو فروخت کیا جب اس پر عشر یازکاۃ واجب ہو چکی تھی اور اس نے زکاۃ دوسرے مال سے ادا کر دی یاوہ پھل فروخت کیا جس پر صدقہ واجب نہ تھاتو اس کا کیا حکم ہے"

امام صاحب نے اس بارے اپنا موقف یوں بیان فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:"پھلوں کو اس وقت تک نہ فروخت کرو جب تک ان میں پختگی ظاہر نہ ہو جائے" امام صاحب رقمطراز ہیں:

"پھلوں کے پکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر خرید وفروخت کی ممانعت نہیں کی اور نہ کوئی تخصیص ہی فرمائی ہے کہ کس پر زکاۃ واجب ہے اور کس پر واجب نہیں۔(514)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اس ترجمۃ الباب کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف(بخاری) پھلوں کے پکنے کے بعد ان کی خرید وفروخت کے جواز کی رائے رکھتے ہیں اگرچہ ان میں زکاۃ واجب ہی ہو چکی تھی۔

54- صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنا ناجائز ہے

کیا کوئی شخص اپنی صدقہ کی ہوئی چیز صدقہ کرنے کے بعد خرید سکتا ہے ؟

---

(514) بخاری،الزکاۃ،باب من باع ثماره او نخله او ارضه الخ،ح:1486-1488

اس بارے امام بخاری صاحب نے بایں الفاظ باب باندھا ہے «باب هل يشتري صدقته» "کیا آدمی اپنے صدقے کا مال خرید سکتا ہے؟"

اس کے بعد انہوں نے اپنا موقف یوں بیان کیا ہے:

«ولا باس ان يشتري صدقة غيره لان النبي صلى الله عليه وسلم انما نهى المتصدق خاصة عن الشراء ولم ينه غيره» یعنی "دوسرے کی صدقہ کی ہوئی چیز خریدنے میں کوئی قباحت و حرج نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے صرف صدقہ کرنے والے کو اپنے صدقے میں دی ہوئی چیز کو خریدنے سے منع کیا ہے ،دوسروں کو اس سے منع نہیں کیا" اس کے بعد انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے ان کو اپنے صدقے کا گھوڑا خریدنے سے منع فرمایا اور پھر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا کہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو نہیں خریدتے تھے اور اگر کبھی خرید لیتے تو پھر معلوم ہونے پر اس کو صدقہ کر دیا کرتے تھے۔(515)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صدقہ کرنے کے بعد صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنا ناجائز سمجھتے تھے۔

55- دوسرے علاقوں میں زکاۃ منتقل کرنے کا جواز

جس علاقے سے زکاۃ کا مال جمع کیا جاتا ہے کیا وہیں کے فقراء و ضرورت مندوں میں تقسیم کی جائے گی یا پھر دوسرے علاقوں میں منتقل کرنا بھی جائز ہے؟

اس مسئلہ میں اہل علم حضرات کا اختلاف ہے،امام لیث،امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب دوسرے علاقے میں زکاۃ کی منتقلی کے جواز کے قائل ہیں۔شوافع،

---

(515) فتح الباری 449/3

مالکیہ اور جمہور علمائے کرام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔(516)

اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کیا موقف ہے؟ وہ یوں بیان فرماتے ہیں:
«باب اخذ الصدقة من الاغنياء وترد فى الفقراء حيث كانوا» یعنی "صدقہ مالداروں سے وصول کر کے فقیروں پر لوٹایا جائے وہ جہاں کہیں بھی ہوں"۔

اس کے ضمن میں انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یمن کی طرف حاکم بنا کر جانے کا واقعہ نقل کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا تھا کہ: "زکاۃ ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے۔(517)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "فقرائهم" کے عموم سے استنباط کیا ہے کہ فقیر اور نادار جہاں بھی ہوں ان پر زکاۃ تقسیم کی جائے گی۔ اس بارے حافظ ابن المنیر فرماتے ہیں کہ: "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی «فترد علی فقرائهم» کے عموم کی وجہ سے زکوۃ کو دوسرے شہر منتقل کرنے کے جواز کو اختیار کیا ہے کیونکہ "ھم" ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں جس علاقے کے مسلمانوں میں بھی زکاۃ تقسیم ہو گی تو وہ حدیث کے عموم کے موافق ہو گی۔(518)

56- دفینہ جاہلیت میں پانچواں حصہ ہے

امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہم جمہور فقہاء کرام کے نزدیک

---

(516) بخاری، الزکاۃ، باب هل يشترى صدقته؟ ح:1489

(517) بخاری، الزکاۃ، باب اخذ الصدقة من الاغنياء وترد فى الفقراء الخ، ح:1496

(518) ابن المنیر، المتواری، ص:128، ط:اول س1421 وفتح الباری 456/3

"الرکاز" دفینہ جاہلیت ہے معدن نہیں ہے لہٰذا ان ائمہ کرام کے نزدیک معدنیات میں خمس نہیں بلکہ ان میں زکوۃ ہے لیکن امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور عبد الرحمن اوزاعی کے نزدیک "رکاز" دفینہ جاہلیت اور معدن دونوں کو شامل ہے لہٰذا ان کے نزدیک دونوں میں خمس واجب ہے۔اس مسئلہ کے بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف جمہور کے ساتھ ہے، امام صاحب نے «باب الرکاز الخمس» کا باب باندھ کر مسئلہ "رکاز" کے بارے طویل بحث کی ہے۔سب سے پہلے انہوں نے امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال نقل کئے ہیں کہ "رکاز" جاہلیت کا دفینہ ہے اس کے قلیل اور کثیر میں پانچواں حصہ واجب ہے اور معدن "رکاز" میں شامل نہیں ہے پھر اس کی تائید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ: "کان میں مرنے والے کا خون معاف ہے، اور "رکاز" (مدفون خزانے) میں پانچواں حصہ ہے"۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "رکاز" اور معدن الگ الگ چیزیں ہیں۔بعد ازاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ معدن میں ہر دو سو میں سے پانچ دیا کرتے تھے، اگر معدن "رکاز" ہوتا تو دو سو میں سے پانچ نہیں بلکہ چالیس لیتے۔اس کے بعد اسی مناسبت سے امام صاحب نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے جس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معدن "رکاز" میں شامل نہیں بلکہ وہ ہدر ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی بلکہ اس کی کمائی پر زکوۃ واجب ہوگی۔بعد ازاں امام صاحب نے "قال بعض الناس" کہہ کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے خلاف تعریض کی ہے۔ان کا موقف کیا ہے؟ اس بارے انہوں نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جاہلیت کے دفینے کی طرح معدن بھی "رکاز" ہے کیونکہ جب اس سے کوئی چیز نکالی جائے تو اس پر "ارکز المعدن" کے الفاظ بولے جاتے ہیں، مگر اس سے کہا

جائے گا کہ اس طرح تو جس شخص کو کوئی مال ہبہ کیا جائے یا اسے بہت نفع حاصل ہو یا اس کے باغ کا پھل زیادہ آئے تو اسے کہا جاتا ہے "ارکزت" "تو نے خزانہ پایا" یعنی موہوب، نفع کثیر اور پھلوں میں بھی خمس ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے ،تو پھر انہوں نے اپنا وضع کردہ ضابطہ خود توڑ دیا اور کہا کہ اس کے چھپانے اور خمس نہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(519)

یہ پہلا مقام ہے جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "بعض الناس" کا لفظ بولا ہے۔(520)

57- حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا دینے کا جواز

حج کی تین قسمیں ہیں:

1- حج تمتع 2- حج قران 3- حج افراد

اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھا لیکن اس کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا آیا وہ شخص حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا سکتا ہے؟ یعنی عمرہ کر کے درمیان میں فائدہ اٹھا لے اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تبویب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

امام صاحب نے اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرمایا: «باب التمتع والقران والافراد بالحج وفسخ الحج لمن لم یکن معه هدی» یعنی "حج تمتع، قران،

---

(519) بخاری، الزکاۃ، باب فی الرکاز الخمس، ح:1499

(520) ملاحظہ فرمائیں فتح الباری 465/3، ہمارے شیخ مفتی اللہ بخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا اس موضوع پر "ما یفید الناس فی شرح قال بعض الناس" کے عنوان سے اردو زبان میں ایک مفید رسالہ مطبوع ہے۔

افراد اور جس کے پاس قربانی نہ ہو اس کے لئے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنادیئے کا بیان" اس کے ضمن میں امام صاحب نے سات احادیث سے استنباط واستدلال کیا ہے۔(521)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس قربانی نہ ہو اس کے حق میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حج کو فسخ کر کے اسے عمرہ بنانے کے جواز کے قائل ہیں۔

58- مکہ کے گھروں میں وراثت اور خرید وفروخت کا جواز

مکہ مکرمہ کے گھروں، بلڈنگز، مکانوں کی خرید وفروخت کرنا یا کرایہ پر دینا یا وراثت میں منتقل ہونے کے بارے اہل علم کا اختلاف ہے۔ ائمہ کرام میں امام سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ اس کے عدم جواز کا موقف رکھتے ہیں لیکن جمہور اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں، قاضی ابو یوسف نے بھی اپنے شیخ کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے، امام طحاوی نے بھی جمہور کے موقف کو اختیار کیا ہے۔(522)

اس بارے امام بخاری کا نقطہ نظر کیا ہے؟ امام صاحب نے اس بارے یوں باب قائم کیا ہے «باب توريث دور مكة وبيعها وشرائها وان الناس فى المسجد الحرام سواء خاصة» یعنی "مکہ کے گھروں میں وراثت کے جاری اور ان میں خرید وفروخت، نیز صرف مسجد حرام میں لوگوں کا برابر حقدار ہونے کا بیان" اس ضمن میں انہوں نے قرآنی آیت اور حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ سے استنباط کیا ہے۔(523)

---

(521) بخاری، الحج، باب التمتع والقران والافراد، ح:1561-1569

(522) فتح الباری 575/3

(523) بخاری، الحج، باب توريث دورمكة وبيعها الخ، ح:588

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مکہ مکرمہ کے گھروں کی خرید وفروخت کرنا یامکانوں وہوٹلوں کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور اسی طرح ان میں وراثت بھی جاری ہوسکتی ہے، صرف مسجد حرام میں تمام لوگوں کا برابر کا حق ہے۔

59- باوضو ہو کر طواف کرنے کا بیان

جمہور اہل علم کے نزدیک طواف کے لئے وضو شرط ہے اس مسئلہ میں بعض اہل کوفہ نے مخالفت کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف باوضو ہو کر طواف کرنے کا ہے، اس بارے انہوں نے یوں باب باندھا ہے «باب الطواف علی وضوء» "باوضو ہو کر طواف کرنا" اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے۔ (524)

60- صفا ومروہ کی سعی کا وجوب

صفا ومروہ کی سعی کے بارے اہل علم کا اختلاف ہے، جمہور اس کے رکن ہونے کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے وجوب کا فتوی مروی ہے ۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں «باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ» یعنی "صفا ومروہ کی سعی واجب ہے اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا گیا ہے" اس ضمن میں انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استنباط کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صفا ومروہ کی سعی کرنا واجب ہے۔ (525)

---

(524) ایضا، الحج، باب الطواف علی وضوء، ح:1641، نیز دیکھیں فتح الباری 634/3

(525) بخاری، الحج، باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ، ح:1643

61- عمرہ کا وجوب

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور دیگر اصحاب الحدیث کے نزدیک عمرہ واجب ہے جبکہ مالکیہ اور حنفیہ کے ہاں عمرہ تطوع ہے۔

اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے موقف کے موافق ہیں انہوں نے اس کے وجوب کے بارے بالجزم یوں باب باندھا ہے «باب وجوب العمرة وفضلها» یعنی "عمرے کا وجوب اور اس کی فضیلت" اس باب کے تحت انہوں نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔(526)

ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار میں عمرہ کے لزوم کا تذکرہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ واجب ہے۔

62- حرم مدینہ منورہ کا بیان

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح قابل احترام شہر ہے۔ حرم مدینہ میں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور گھاس وغیرہ کاٹنا حرام ہے۔ یہی قول امام مالک، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اہل علم کا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ حرام نہیں ہے۔(527)

اس بارے امام بخاری کا موقف کیا ہے؟ انہوں نے باب باندھا ہے «باب حرم المدينة» یعنی "حرم مدینہ کا بیان" اور اس کے تحت وہ چار احادیث

---

(526) ایضا، العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها، ح:1773

(527) تفصیل دیکھیں فتح الباری 4/102-103

لائے ہیں ، امام صاحب نے ترجمۃ الباب کی احادیث کو بڑے احسن انداز سے مرتب کیا ہے پہلی حدیث انس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے حرام ہونے کی وضاحت ہے، اور ان کی دوسری حدیث میں حرم مدینہ میں درخت کاٹنے وغیرہ کی خاص ممانعت کا ذکر ہے ، تیسری حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں حرم مدینہ کی حدود کا تذکرہ ہے اورآخری حدیث علی رضی اللہ عنہ میں حدود حرم کے ساتھ ساتھ حرمت کی تاکید مزید کا ذکر ہے۔(528)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم ہے۔

63- شک کے دن روزہ رکھنا ناجائز و ممنوع ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں یوں باب قائم کیا ہے کہ "چاند دیکھ کر افطار کرو اور چاند دیکھ کر روزہ رکھو" اور اس کے ضمن میں انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ :"جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ وہ تیس شعبان کو روزہ رکھنا ہر حالت میں ممنوع قرار دیتے ہیں چاہے انیتس شعبان کو مطلع صاف ہو یا نہ ہو۔(529)

64- دن کے وقت روزہ کی نیت کا جواز

کیا مطلق طور پر دن کے وقت روزہ کی نیت کرنا جائز ہے؟ اس بارے

---

(528) بخاری،فضائل المدینۃ،باب حرم المدینۃ،ح:1867-1870

(529) ایضا،الصوم،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم:اذا رایتم الهلال فصوموا الخ،ح:1906-1911

اصحاب علم کا اختلاف ہے، بعض نے فرض روزے اور نفل میں فرق بیان کیا ہے کہ فرض روزے کی نیت رات ہی سے کرنا ضروری ہے البتہ نفل روزے کی زوال سے پہلے بھی نیت کی جا سکتی ہے، جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔

اس بارے امام بخاری کا موقف جمہور علمائے کرام سے مختلف ہے وہ یوں باب باندھتے ہیں «باب اذا نوی بالنهار صوما» یعنی "اگر کوئی شخص دن کو روزے کی نیت کرے" اس کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو درداء، حضرت ابو طلحہ، حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا دن سے روزہ کی نیت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشوراء کو دن کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روزہ کی نیت کرنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا یہ موقف ہے کہ دن کے وقت روزہ کی نیت درست ہے۔ (530)

65- ایسی اشیاء کی تجارت کا جواز جن کا استعمال مکروہ ہے

اگر کسی چیز کا استعمال کسی شخص کے لئے مکروہ و حرام ہے لیکن کسی دوسرے کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے مثلاً ریشمی لباس اس کا استعمال مردوں کے لئے مکروہ ہے لیکن خواتین کے لئے اس کا پہننا جائز ہے لہٰذا ریشمی لباس کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے، اسی طرح سونے کی مثال ہے۔ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی جواز کا ہے وہ یوں باب قائم کرتے ہیں: «باب التجارة فیما یکره لبسه للرجال والنساء» "ایسی اشیاء کی تجارت جن کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے" اس کے تحت انہوں نے حضرت ابن

---

(530) بخاری، الصوم، باب اذا نوی بالنهار صوما، ح:1924

عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (531)

66- تجارت میں فریب کاری و دھوکا دہی مکروہ ہے

مسئلہ خیار مغبون کے بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرمایا «باب ما یکرہ من الخداع فی البیع» یعنی "خرید و فروخت میں دھوکا دہی مکروہ ہے" اور اس کے ضمن میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل فرمایا: «اذا بایعت فقل لاخلابة» یعنی "جب تو خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے دھوکا نہ ہو۔" (532)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تجارت میں دھوکا دہی اور فریب کاری مکروہ ہے اور خیار مغبون کا اعتبار ہو گا۔

67- بیع مصراۃ کی ممانعت

مصراۃ سے مراد وہ جانور ہے جس کا دودھ نہ نکالا گیا ہو اور اس کے تھنوں میں جمع کیا گیا ہو اور کئی دنوں تک اسے نہ دوہا جائے ایسے جانور کی بیع کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے اپنا موقف یوں بیان کیا ہے «باب النهی للبائع ان لایحفل الابل والبقر والغنم وكل محفلة» یعنی "بائع کے لئے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کے تھنوں میں دودھ جمع کرنے کی ممانعت" اس کے ضمن میں انہوں نے حدیث ابوہریرہ اور حدیث

---

(531) ایضا، البیوع، باب التجارة فیما یکرہ لبسه للرجال والنساء، ح: 2104-2105

(532) بخاری، البیوع، باب ما یکرہ من الخداع فی البیع، ح: 2117

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ذکر کیا ہے۔ (533)

اگر ایسی بیع ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہے اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ «باب ان شاء رد المصراة وفی حلبتها صاع تمر» یعنی "خریدار اگر چاہے تو دودھ بستہ جانور کو واپس کردے لیکن دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور ساتھ دے۔" (534)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ اگر خریدار جانور واپس کرنا چاہے تو ایک صاع کھجور ساتھ دے دے یہی موقف جمہور اصحاب علم کا ہے اور اسی کا حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور تابعین وغیرہم نے فتویٰ دیا ہے، لیکن اصل مسئلہ میں اکثر احناف نے مخالفت کی ہے۔ امام زفر اس موقف میں جمہور کے ساتھ ہیں۔ (535)

68- بیع تلقی الرکبان کی ممانعت

"تلقی الرکبان" سے مراد شہر کی منڈی میں قافلہ پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ان سے ملنا اور ان سے غلہ وسامان خوردونوش سستے داموں خرید لینا، شریعت نے ایسی بیع سے منع کیا ہے۔ جمہور اہل علم نے اسے مکروہ جانا ہے لیکن بعض لوگوں نے اسے جائز سمجھا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے بالجزم موقف اختیار کیا ہے کہ یہ بیع مردود ہے کیونکہ نہی فساد وبطلان کا تقاضا کرتی ہے

---

(533) ایضا، البیوع، باب النهی للبائع ان لایحفل الابل والبقر والغنم وکل محفلة، ح: 2148-2150

(534) ایضا، البیوع، باب ان شاء رد المصراة وفی حلبتها صاع من تمر، ح: 2151

(535) تفصیل کے لئے دیکھیں: فتح الباری 4/458-459

۔وہ اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں«باب النهى عن تلقى الركبان وان بيعه مردود لان صاحبه عاص آثم اذا كان به عالما وهو خداع فى البيع،والخداع لايجوز»یعنی ''آگے جا کر قافلے والوں سے (سامان خریدنے کے لئے) ملنا ممنوع ہے اور اس (تلقی الرکبان) کی بیع (خرید وفروخت) مردود ہے کیونکہ ایسا کرنے والا نافرمان اور گناہ گار ہے جبکہ وہ دیدہ دانستہ ایسا کرے۔اس طرح کی خرید وفروخت دھوکا دہی ہے اور دھوکا دہی ناجائز ہے''اس کے تحت امام صاحب نے چار روایات سے استنباط واستدلال کیا ہے۔(536) یہ تمام بیان کرتی ہیں کہ ایسی بیع ناجائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بیع مردود اور ناجائز ہے۔

69- کفار ومشرکین کے ساتھ تجارتی معاملات کا جواز

کفار ومشرکین اور اہل حرب کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کرنا کیسا ہے؟اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان جواز کی طرف ہے وہ باب باندھتے ہیں «باب الشراء والبيع مع المشركين واهل الحرب»یعنی ''مشرکین اور اہل حرب سے خرید وفروخت کرنا''اس کے تحت انہوں نے حدیث عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے استنباط کیا ہے ۔(537) جس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تجارتی تعلقات جائز ہیں۔

---

(536) بخاری،البیوع،باب النهى عن تلقى الركبان وان بيعه مردود الخ،ح:2162-2165

(537) ایضا،البیوع،باب الشراء والبيع مع المشركين واهل الحرب،ح:2216

70- مشرکین کو بوقت ضرورت مزدوری پر رکھنے کا جواز

کیا مشرکین کو بوقت ضرورت یا اس وقت کوئی مسلمان مزدور نہ مل رہا ہو مزدوری پر رکھنا جائز ہے؟ اس بارے عام فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں، امام بخاری بھی یہی موقف رکھتے ہیں، وہ لکھتے ہیں «باب استئجار المشركين عند الضرورة، او اذا لم يوجد اهل الاسلام» یعنی "مشرکین کو بوقت ضرورت یا اس وقت جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے مزدوری کے لئے رکھنا" امام صاحب نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے جس میں ہجرت مدینہ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یار غار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو راستہ بتلانے کے لئے اجرت پر رکھا تھا۔(538)

اس سے معلوم ہوتا ہے امام صاحب کی رائے کے مطابق مشرک حربی ہو یا ذمی بوقت ضرورت اسے اجرت پر رکھنا جائز ہے مثلاً جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے وغیرہ۔(539)

71- حربی کی وکالت کا جواز

کیا مسلمان کسی حربی کافر کو دار الحرب یا دار الاسلام میں اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے؟ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس ملک کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہیں وہاں کے حربی باشندے کو کسی کام کے لئے اپنا وکیل مقرر کرنا جائز ہے، وہ اس بارے اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرماتے ہیں «باب اذا وكل المسلم حربيا فی دار الحرب او فی دار الاسلام جاز» یعنی "جب مسلمان کسی حربی

---

(538) بخاری، الاجارة، باب استئجار المشركين عند الضرورة، ح:2263

(539) دیکھیں فتح الباری 557/4

کو دار الحرب یادارالاسلام میں وکیل مقرر کرے تو جائز ہے" اس کے تحت انہوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں انہوں نے امیہ بن خلف سے ایک تحریری معاہدہ کیا تھا۔(540)

72- شے مرہونہ سے انتفاع کا مسئلہ

کیا گروی شدہ چیز سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؟اس بارے جمہور کا موقف عدم جواز کا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کے ہاں گروی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے جب وہ اسی چیز کی حفاظت کا اہتمام بھی کرے اور بعض علماء کے ہاں گروی شدہ جانور سے بقدر نفقہ نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔(541)

شے مرہونہ سے انتفاع کے بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب قائم کیا ہے «باب الرهن مركوب ومحلوب» یعنی "گروی شدہ جانور پر سواری کرنا اوراس کا دودھ پینا" اس کے ضمن میں انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے کہ گمشدہ جانور کو چارہ کھلانے کے بقدر اس پر سواری کی جاسکتی ہے اور اس کا دودھ بھی دوہا جاسکتا ہے اور یہی حکم گروی شدہ جانور کا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"گروی شدہ جانور پر بقدر خرچ سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ بھی پیا جاسکتا ہے جبکہ وہ گروی شدہ ہو۔" (542)

---

(540) بخاری،الوکالة،باب اذا وكل المسلم حربيا فى دار الحرب او فى دار الاسلام جاز،ح:2301

(541) تفصیل دیکھیں فتح الباری5/180

(542) بخاری،الرهن،باب الرهن مركوب ومحلوب،ح:2511

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک گروی شدہ چیز سے خرچ کے برابر نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔

73- شوہر کی موجودگی میں بیوی کا کسی کو ہدیہ دینے کا جواز

کیا شوہر کی موجودگی میں بیوی کا کسی کو ہدیہ دینا اور غلام آزاد کرنا جائز ہے؟ جمہور اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض نے مطلق طور پر منع کیا ہے۔(543)

امام بخاری نے اس بارے اپنا موقف یوں واضح کیا ہے «باب هبة المراة لغير زوجها وعتقها اذا كان لها زوج فهو جائز اذا لم تكن سفيهة فاذا كانت سفيهة لم يجز»یعنی "شوہر کی موجودگی میں بیوی کا کسی کو ہدیہ دینا اور غلام آزاد کرنا جائز ہے جبکہ وہ بے وقوف نہ ہو اور اگر وہ بے وقوف ہے تو پھر ناجائز ہے" اس پر انہوں نے آیت قرانی اور چار روایات سے استدلال کیا ہے۔(544)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اگر وہ عورت بے وقوف نہیں ہے تو وہ خاوند کی موجودگی میں کسی کو ہدیہ کرسکتی ہے۔

74- مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کا جواز

مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے جواز کے بارے امام صاحب نے یوں اپنا موقف بیان فرمایا ہے «باب قبول الهدية من المشركين»یعنی "مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کا بیان" اس کے ضمن میں انہوں نے معلق اور کئی موصول

---

(543) فتح الباری5/272

(544) بخاری،الھبة،باب هبة المراة لغير زوجها وعتقها اذا كان لها زوج فهو جائز الخ،ح:2590-2593

روایات نقل کر کے اپنے موقف کا اثبات کیا ہے۔(545)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے ہاں مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، مشرک کا ہدیہ رد کرنے والی روایات ضعیف ہیں۔(546)

75- محدود فی القذف کی (توبہ کے بعد) گواہی کا حکم

تہمت لگانے والے وغیرہ کی توبہ کر لینے کے بعد گواہی کا کیا حکم ہے؟ اس بارے جمہور اہل علم کا یہ موقف ہے کہ جس نے توبہ کر لی تو اس کی گواہی قابل قبول ہے لیکن حنفیہ کے ہاں محدود فی القذف کی توبہ کے بعد بھی گواہی قبول نہیں ہے۔(547)

اس بارے امام بخاری کا موقف پہلے گروہ والا ہے، وہ «باب شهادة القاذف والسارق والزانی» یعنی "تہمت لگانے والے، چور اور زانی کی گواہی کا بیان" ذکر کر کے انہوں نے آیت قرآنی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ابو الزناد، شعبی اور امام ثوری کے اقوال اور گیارہ تابعین کے جواز کا فتوی اور دو احادیث سے استنباط کیا ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ توبہ کرنے کے بعد محدود فی القذف کی گواہی قابل قبول ہو گی، ساتھ ہی امام بخاری نے "قال بعض الناس" کے عنوان سے اس مسلک کی تردید کی ہے جس میں محدود فی القذف کی گواہی کبھی قبول نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔

---

(545) بخاری، الهدية، باب قبول الهدية من المشركين، ح:2618:2615

(546) دیکھیں فتح الباری 5/288

(547) دیکھیں مصدر سابق 5/320

(548)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک توبہ کے بعد محدود فی القذف کی گواہی قابل قبول ہے۔

76- نابینا آدمی کی گواہی کا جواز

نابینا آدمی کی گواہی قابل قبول ہے یا نہیں؟ امام مالک اور لیث اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جمہور کا اس بارے مفصل موقف ہے وہ اندھے پن سے قبل جواز کا فتوی دیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کسی حالت میں بھی نابینے کی گواہی جائز نہیں ہے۔ (549) اس بارے امام بخاری مطلق جواز کی طرف رجحان رکھتے ہیں وہ رقمطراز ہیں «باب شهادة الاعمى ونكاحه، وامره، وانكاحه، ومبايعته، وقبوله فى التاذين وغيره، وما يعرف بالاصوات» یعنی "نابینے آدمی کا گواہی دینا، نیز اس کا حکم دینا، نکاح کرنا، نکاح پڑھنا، خرید وفروخت کرنا، اذان دینے اور اس طرح دوسرے کاموں میں اس کا قبول کرنا جو آواز سے پہچانے جاتے ہیں" اس کے ضمن میں انہوں نے نقل کیا ہے کہ قاسم، حسن بصری، ابن سیرین، زہری اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہم نابینے کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے، اس کے بعد انہوں نے امام زہری کا قول نقل کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اگر وہ گواہی دیں تو کیا تم اس کو رد کر دو

---

(548) بخاری، الشهادات، باب شهادة القاذف والسارق والزانی، ح:2648-2649۔ "قال بعض الناس" کی وضاحت کے لئے دیکھیں ما يفيد الناس ص 31-42 از مفتی اللہ بخش ملتانی

(549) دیکھیں فتح الباری 5/331-332

گے ؟اسی طرح امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے سلمان کی آواز پہچان کر اندر داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف آواز پہچان کر گواہی دینا جائز ہے۔

بعد ازاں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے بارے فرمایا کہ انہوں نے نقاب والی عورت کی گواہی قبول کی، اگر پردہ والی عورت کی گواہی معتبر و صحیح ہے تو نابینا کی گواہی بھی معتبر ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے لئے مقرر فرمایا، اذان بھی ایک گواہی ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہے کہ انہوں نے عباد کی آواز کو پہچان لیا اور حدیث مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آواز سے مخرمہ کو پہچان لیا۔ (550)

ان تمام دلائل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ نابینا کی گواہی قابل قبول ہے۔

77- دوران جنگ خواتین کا زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کا جواز

کیا دوران جنگ خواتین زخمی مردوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہیں اس بارے امام بخاری نے یوں اپنا موقف بیان کیا ہے «باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو» یعنی ”دوران جنگ خواتین کا زخمی مردوں کا علاج و معالجہ کرنے کا بیان“ اس کے تحت انہوں نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ: ”ہم خواتین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے جاتی تھیں، مجاہدین کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، نیز شہداء کو اٹھا کر (مدینہ منورہ) واپس لے

---

(550) بخاری، الشھادات، باب شھادۃ الاعمی ونکاحہ الخ، ح:2655-2657

جاتی تھیں۔" (551)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے ہاں خواتین غزوات میں زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہیں بلکہ انہوں نے اس حدیث سے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ "خواتین زخمیوں اور مقتولین کو اٹھا کر واپس لے جاسکتی ہیں۔" (552)

78- عقیدہ ختم نبوت کا بیان

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے آخری نبی مرسل ہیں، آپ کی تشریف آوری سے سلسلہ نبوت منقطع ہو چکا ہے، اب قیامت تک کوئی نبی ورسول نہیں آئے گا، جو دعوی نبوت رچائے گا وہ کذاب ودجال ہو گا۔ خاتم النبیین سیرت مصطفی کا ایک عظیم اور نمایاں پہلو ہے، یہی عقیدہ تمام اہل سنت فقہاء ومحدثین کا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث مبارکہ سے یہی استدلال کیا ہے، وہ یوں باب باندھتے ہیں «باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم »یعنی "خاتم النبیین کا بیان" اس کے تحت انہوں نے حدیث جابر بن عبد اللہ اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کی ہے۔ (553) جس میں ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری بھی عقیدہ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔

79- نکاح میں ولایت کا مسئلہ

بغیر ولی کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے جمہور اہل علم کا موقف یہ

---

(551) بخاری، الجهاد، باب مداواة النساء الجرحى فى الغزو، ح:2882

(552) ایضا، باب رد النساء الجرحى والقتلى، ح:2883

(553) ایضا، المناقب، باب خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم، ح:3534-3535

ہے کہ ولایت نکاح میں شرط ہے، بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ نکاح میں ولایت کی بالکل شرط نہیں ہے۔(554)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے یوں باب باندھا ہے «باب من قال :لا نکاح الا بولی» یعنی "جس نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا" اس عنوان کے تحت انہوں نے سب سے پہلے آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے بعد ازاں حدیث عائشہ، حدیث ابن عمر اور حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہم نقل فرمائی ہیں۔(555)

ان تمام آیات اور احادیث میں نکاح کرنے کی نسبت اولیاء کی طرف کی گئی ہے کہیں بھی عورتوں کا خود نکاح کرنا مذکور نہیں۔ ان سب سے امام صاحب نے استنباط کیا ہے کہ بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اختیار و موقف ہے۔

80- نابالغ بچی کے نکاح کا جواز

کیا باپ اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اکثر اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں بعض نے مطلق طور پر منع کیا ہے۔(556)

اس بارے امام بخاری کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں «باب انکاح الرجل ولده الصغار» یعنی "آدمی اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے" امام صاحب نے پہلے آیت قرآنی سے استنباط کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:"اور وہ

---

(554) فتح الباری 234/9

(555) بخاری، النکاح، باب من قال :لانکاح الا بولی، ح:5129-5130

(556) فتح الباری 238/9

عورتین جنہیں حیض نہیں آیا" [الطلاق:4]

اللہ تعالی نے عورت کی بلوغت سے پہلے اس کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا جس میں ان کے چھ برس میں نکاح کا ذکر ہے۔(557)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:"یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ بلوغت سے پہلے نکاح جائز ہے اور امام صاحب کا بہترین استنباط ہے۔"(558)

معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک نابالغ بچی کا نکاح جائز ہے۔

81- جبری نکاح کا ابطال

اگر کوئی اپنی بیٹی کا زبردستی نکاح کر دیتا ہے اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی ہے تو اس بارے کیا حکم ہے؟ حنفیہ کے ہاں اگر وہ نکاح کی اجازت دے تو پھر جائز ہے، مالکیہ کے ہاں اگر وہ قرب سے اجازت دے تو جائز وگرنہ ناجائز اور بعض نے اسے مطلق طور پر رد کیا ہے۔(559) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے اپنا بالجزم موقف بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں «باب اذا زوج الرجل ابنته وهی كارهة فنكاحه مردود» یعنی "کسی نے اپنی بیٹی کا (جبری) نکاح کر دیا جبکہ وہ اس (نکاح) کو ناپسند کرتی ہو تو وہ نکاح باطل و مردود ہے" اس کے تحت انہوں نے حدیث خنساء بنت خدام انصاریہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے جسکے والد نے ان کی رضامندی کے

---

(557) بخاری، النکاح، باب انكاح الرجل ولده الصغار، ح:5133

(558) فتح الباری 237/9

(559) فتح الباری 243/9

بغیر شادی کر دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح فسخ کرا دیا تھا۔(560)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے ہاں جبری کیا ہوا نکاح باطل ہے۔

82- نکاح میں دف بجانے کا جواز

نکاح اور ولیمہ کی خوشی کے موقع پر دف بجانے کے جواز پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا موقف یوں بیان کیا ہے «باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة» یعنی "نکاح اور ولیمے کے وقت دف بجانے کا بیان" اس کے تحت انہوں نے حدیث ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے جن کی شادی پر چھوٹی بچیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دف بجانے سے منع نہیں کیا۔(561) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح اور ولیمہ کے موقع پر دف بجانا جائز ہے۔

83- شادی بیاہ میں عورت کا مردوں کی خدمت کرنے کا جواز

ستر و حجاب کی پابندی کرتے ہوئے عورت شادی بیاہ کے موقع پر فرائض میزبانی ادا کر سکتی ہے؟ اس بارے امام صاحب نے اپنا موقف یوں واضح فرمایا ہے کہ «باب قیام المراة علی الرجال فی العرس وخدمتهم بالنفس» یعنی "شادی بیاہ میں عورت کا مردوں کی خدمت کے لئے کھڑے ہونا اور بذات خود ان کی خدمت کرنے کا بیان" اس کے تحت انہوں نے حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کی شادی کا ذکر کیا جس میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت طعام دی، اس موقع پر ان کی دلہن ام اسید نے خود بھی

---

(560) بخاری، النکاح، باب اذا زوج الرجل ابنته الخ، ح:5138

(561) ایضا، النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة، ح:5147

کھانا تیار کیا اور خود بھی مردوں کو پیش کیا۔(562)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بوقت ضرورت عورت خاوند کی موجودگی میں مدعوین کی خدمت کر سکتی ہے۔

84- خواتین کو مارنے کی کراہت

دین اسلام تشدد سے منع کرتا ہے، خواتین کو ناجائز مارنا پیٹنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف کیا ہے؟ وہ اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں «باب ما يكره من ضرب النساء» یعنی ”خواتین کو مارنا مکروہ ہے“ اس عنوان کے تحت انہوں نے حدیث عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔(563) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلق طور پر عورت کو مارنا مباح نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔(564)

85- نکاح سے قبل طلاق کا حکم

کیا نکاح سے پہلے طلاق ہو جاتی ہے؟ یہ ایک معروف اختلافی مسئلہ ہے، جمہور اصحاب علم عدم وقوع کے قائل ہیں اور یہی امام شافعی، ابن مہدی، احمد، اسحاق، داود ظاہری، ان کے اتباع اور جمہور اصحاب حدیث کا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب مطلق طور پر وقوع کے قائل ہیں اور بعض تفصیل کے قائل ہیں۔ (565)

---

(562) بخاری، النکاح، باب قيام المراة على الرجال فى العرس الخ، ح:5182

(563) ایضا، باب ما يكره من ضرب النساء، ح:5204

(564) دیکھیں فتح الباری 378/9

(565) فتح الباری 482/9-483

اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمہور اہل علم والا موقف رکھتے ہیں وہ لکھتے ہیں «باب لاطلاق قبل النکاح» "نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی" اس عنوان کے تحت انہوں نے آیت قرآنی سے استنباط کیا ہے، بعد ازاں ترجمان القرآن حبر الامۃ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ: "اللہ تعالی نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے" بعد ازاں انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی کا تذکرہ کیا ہے جن سے منقول ہے کہ نکاح سے قبل عورت کو طلاق نہیں پڑے گی۔ (566)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک نکاح سے قبل طلاق واقع نہیں ہوتی۔

86- جبری طلاق کا حکم

کسی کے دباؤ میں آکر اور مجبوری میں اگر کوئی طلاق دے دے تو آیا وہ واقع ہو جائے گی؟ امام ابراہیم نخعی کے ہاں واقع ہو جائے گی اور یہی قول اہل رائے کا ہے۔ جمہور اصحاب علم کے نزدیک یہ واقع نہیں ہو گی۔ (567) اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب باندھا ہے «باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران والمجنون وامرھما الخ» یعنی "دباؤ میں آکر اور مجبوری، نشہ یا جنون کی حالت میں طلاق کا حکم" اس کے تحت انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال اور احادیث سے ثابت کیا ہے کہ حالت جبر میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

---

(566) بخاری، الطلاق، باب لاطلاق قبل النکاح، باب 9

(567) فتح الباری 487/9

(568)

87- مفقود الخبر کا حکم

مفقود الخبر (گمشدہ شوہر) کی زوجہ کے نکاح ثانی کے بارے اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زوجہ مفقود کی مدت انتظار چار سال ہے ،ان کے اختیار کردہ موقف کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ ہے۔ امام ابو حنیفہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مفقود کی بیوی اس وقت تک اس کی زوجیت سے فارغ نہیں ہو سکتی جب تک شوہر مفقود کی موت کا علم نہ ہو جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان ایک سال مدت انتظار کی طرف ہے انہوں نے «باب حکم المفقود فی اھله وماله» یعنی "گمشدہ (خاوند) کی بیوی اور مال کے بارے کیا حکم ہے؟" باندھ کر سعید بن مسیب کا قول اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کیا ہے، بعد ازاں انہوں نے حدیث لقطہ ذکر کی ہے کہ کسی کا گرا پڑا سامان ہے تو اس کا سال بھر اعلان کیا جائے۔ (569)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک مفقود الخبر کی زوجہ ایک سال انتظار کرے اس ایک سال کی مدت کے دوران اگر خاوند نہ آئے تو عدالت ایک سال کی مدت کے اختتام پر نکاح فسخ کر دے گی، پھر عورت اپنے شوہر کو مردہ تصور کر کے عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد نکاح ثانی کرنے کی مجاز ہو گی۔

---

(568) بخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ الخ، ح:5269-5272

(569) بخاری، الطلاق، باب حکم المفقود فی اھله وماله الخ، ح:5292

88- طلاق بالاشارہ کا حکم

جو انسان نطق پر قادر نہ ہو اور وہ اشارے سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق معتبر ہو گی؟ جمہور کا موقف یہ ہے کہ اگر اشارہ مفہمہ ہے تو وہ نطق کے قائم مقام ہو گا لیکن حنفیہ نے اس میں مخالفت کی ہے اس بارے امام بخاری کا موقف جمہور والا ہے۔ وہ یوں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں «باب الاشارۃ فی الطلاق والامور» "طلاق اور دیگر امور میں اشارہ کرنا" اس کے تحت انہوں نے مختلف احادیث سے استنباط کیا ہے انہوں نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اشارے سے طلاق ہو جائے گی انہوں نے اشارے سے ثابت شدہ امور پر طلاق کو قیاس کیا ہے۔ (570)

89- اہل و عیال پر خرچ کرنے کا وجوب

امام بخاری نے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے وجوب پر یوں باب قائم کیا ہے «باب وجوب النفقة على الاهل والعيال» اور اس عنوان کے تحت انہوں نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے۔ (571)

90- عورت کے ذبیحہ کا حکم

کیا عورت کا ذبیحہ حلال ہے؟ بعض نے اسے مکروہ جانا ہے، لیکن جمہور اہل علم کے نزدیک اگر عورت اچھی طرح ذبح کر سکتی ہے تو اس کا ذبیحہ جائز ہے۔

---

(570) ایضا، الطلاق، باب الاشارۃ فی الطلاق والامور، ح:5293-5299، وفتح الباری 547/9

(571) بخاری، النفقات، باب وجوب النفقة على الاهل والعيال، ح:5355

(572) امام بخاری بھی اس کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں یوں باب باندھا ہے کہ «باب ذبیحة المراة والامة» یعنی "عورت اورلونڈی کا ذبیحہ" اس کے تحت انہوں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث بطور استدلال ذکر کی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک عورت نے پتھر سے بکری ذبح کرلی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا۔(573)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک کا ذبیحہ جائز ہے، اگر عورت کا ذبیحہ مکروہ ہوتا تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھانے کا حکم صادر نہ فرماتے۔

91- گھوڑوں کے گوشت کی حلت

گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے ، بعض اس کی کراہت کے قائل ہیں اور بعض حلت کے ۔ (574) اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر جواز کا معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی کتاب میں «باب لحوم الخيل» قائم کر کے حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں گھوڑے کے گوشت کھانے کی نبوی اجازت موجود ہے۔(575)

---

(572) فتح الباری 789/9

(573) بخاری، الذبائح، باب ذبیحة المراة والامة، ح:5504

(574) تفصیل دیکھیں فتح الباری 810/9-814

(575) بخاری، الذبائح، باب لحوم الخیل، ح:5519-5520

92- عورتوں کا مردوں کی تیمارداری کرنے کا جواز

کیا خواتین اجنبی مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہیں؟ اس بارے امام بخاری کا موقف جواز کا ہے انہوں نے بایں الفاظ باب باندھا ہے «باب عیادة النساء الرجال» یعنی "عورتوں کا مردوں کی تیمارداری کرنے کا بیان" اس عنوان کے تحت انہوں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا اثر اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کی ہے جس میں حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ اہل مسجد میں سے ایک انصاری مرد کی عیادت کی تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما کی تیمارداری کی تھی۔(576)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کا مردوں کی تیمارداری کرنا جائز سمجھتے ہیں۔

بعض نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے، اس کے جواب میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آج بھی ستر وحجاب کی پابندی کے ساتھ عورت کسی بھی اجنبی شخص کی تیمارداری کر سکتی ہے بشرطیکہ وہاں کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔(577)

93- جادو کے توڑ کا جواز

جس شخص پر جادو ہو جائے تو اسے اتارنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں اختلاف ہے بعض مطلق طور پر جادوگر کے پاس جانے کے قائل نہیں اور بعض

---

(576) ایضا، المرضی، باب عیادة النساء الرجال، ح:5654

(577) فتح الباری 10/145-146

کے ہاں جادو گر کے پاس ضرر پہنچانے کے لئے جانا ممنوع ہے البتہ سحر زدہ شخص کا علاج کرانے کے لئے جادو گر کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استفہامیہ انداز اختیار کیا ہے «باب هل يستخرج السحر» "کیا جادو نکالا جاسکتا ہے" اس عنوان کے تحت انہوں نے حضرت سعید بن مسیب کا فتویٰ نقل کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ "اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اس توڑ کرنے سے اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بہر حال جو چیز نفع دے اس سے منع نہیں کیا گیا" بعد ازاں انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے استدلال کیا ہے۔ (578)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استفہامی انداز اختیار کر کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور آغاز میں حضرت سعید بن مسیب سے جواز کا فتویٰ نقل کر کے اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (579)

94- والدین کی اجازت کے بغیر جہاد

امام بخاری کے نزدیک والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کیا جائے، اس بارے انہوں نے یوں باب قائم کیا ہے «باب لايجاهد الا باذن الابوين» یعنی "والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے" اس کے تحت انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے۔ (580) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک والدین کی اجازت کے بعیر جہاد کرنا درست نہیں ہے۔

---

(578) بخاری، الطب، باب هل يستخرج السحر، ح:5765

(579) فتح الباری، 286/10

(580) بخاری، الادب، باب لايجاهد الا باذن الابوين، ح:5972

95- اللہ کی اطاعت سے غافل کرنے والا ہر کھیل باطل ہے

امام بخاری کے نزدیک ہر کھیل جو انسان کو اللہ کی اطاعت کے کاموں سے روک دے اور غفلت کا باعث ہو وہ حرام ہے۔ اس بارے انہوں نے یوں باب باندھا ہے «باب کل لھو باطل اذا شغله عن طاعة الله» یعنی "ہر کھیل کود جو اللہ کی اطاعت سے غفلت کا باعث ہو وہ باطل ہے" اس عنوان کے تحت انہوں نے آیت قرآنی اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔(581)

96- شرابی پر لعن طعن مکروہ ہے اور وہ ملت اسلامیہ سے خارج نہیں

جب شرابی اپنے جرم کی سزا بھگت لے تو اسے مورد لعن طعن ٹھہرانا اور اسے برا بھلا کہنا یا اسے ملت اسلامیہ سے خارج کرنا درست عمل نہیں ہے۔ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرمایا ہے «باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر وانه لیس بخارج من الملة» یعنی "شرابی پر لعنت کرنا مکروہ ہے اور وہ ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا" اس کے تحت انہوں نے حدیث عمر بن خطاب اور حدیث ابوہریرہ سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلود پر لعنت بھیجنے سے منع کیا ہے۔(582)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک شراب پینے والا اپنی سزا بھگتنے کے بعد لعنت کا مستحق نہیں ہے اور وہ ملت اسلامیہ سے بھی خارج نہیں ہوتا

---

(581) بخاری، الاستئذان، باب کل لھو باطل اذا شغله عن طاعة الله، ح:6301

(582) ایضا، الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر وانه لیس بخارج من الملة، ح:6780-6781

جیسا کہ خوارج وغیرہ کا عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ملت اسلام سے خارج اور مباح الدم ہے۔

97- خوارج اور ملحدین پر حجت کے قیام کے بعد قتل کا جواز

خوارج دین اسلام سے نکلے ہوئے گروہ کو کہتے ہیں اور ہر وہ شخص جو امام حق کے خلاف خروج کرے وہ خارجی ہے۔ اب ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ اس بارے امام بخاری کا موقف ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں «باب قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة الحجة عليهم» یعنی "خوارج اور ملحدین پر حجت قائم کرنے کے بعد انہیں قتل کرنے کا بیان" اس عنوان کے تحت انہوں نے آیت قرآنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر اور حدیث علی، حدیث ابو سعید خدری اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہم سے استدلال کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود و موقف یہ ہے کہ خوارج کو قتل کرنے سے پہلے ان پر حجت قائم کی جائے، حق واضح کیا جائے اور ان کے شبہات دور کیے جائیں، جب وہ حق قبول کرنے سے انکاری ہوں تو پھر ایسے لوگوں کو قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج و ملحدین پر حجت قائم کرنے کے بعد انہیں قتل کر دیا تھا۔ (583)

98- خبر واحد کی حجیت

خبر واحد وہ حدیث ہے جس میں متواتر کی شروط مفقود ہوں اور جسے کم از کم ایک راوی بیان کرے، ایک راوی اگر ثقہ اور قابل اعتبار ہے تو اس کی بیان کردہ

---

(583) بخاری، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج الخ، ح: 6930-6932

روایت قابل حجت ہے ، اصحاب الحدیث اور اکثر ائمہ دین نے عقائد واحکام میں اسے تسلیم کیا ہے ماسوائے بعض گروہوں کے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "الصحیح" میں مستقل «کتاب اخبار الآحاد» قائم کی ہے اور اس میں مختلف ابواب کے تحت اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔

وہ آغاز میں یوں باب باندھتے ہیں «باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلاۃ والصوم والفرائض والاحکام» یعنی "اذان، نماز، روزہ اور دیگر فرائض واحکام میں ایک سچے آدمی کی خبر پر عمل کے جائز ہونے کا بیان" اس عنوان کے تحت انہوں نے قرآنی آیات اور پندرہ احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

امام صاحب آغاز میں فرماتے ہیں "اور اگر خبر واحد قبول نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو حاکم بنا کر اس کے بعد دوسرے شخص کو کیوں بھیجتے ، ان میں سے ایک بھول جائے تو اسے سنت کی طرف پھیر دیا جائے۔(584)

دراصل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اعتزالی افکار کا رد کر رہے ہیں جو خبر واحد کی حجیت کے منکر تھے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس ترجمۃ الباب کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو خبر واحد کے حجت ہونے کے قائل نہیں ہیں۔(585)

---

(584) بخاری،اخبار الآحاد،باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق الخ،ح:7246-7260

(585) فتح الباری13/290

99- محض رائے زنی اور قیاس فاسد کی مذمت

اگر کسی مسئلہ کے حل کے لئے قرآن وحدیث میں کوئی نص نہیں ہے تو عند الضرورۃ قیاس کے ذریعہ مسئلہ حل کیا جاتا ہے لیکن ہر جگہ قیاس کا سہارا لینا اور قیاس فاسد، خواہ مخواہ قیل و قال، رائے زنی سے خود ساختہ مسائل گھڑنا مذموم فعل ہے۔ چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عہد فقہی موشگافیوں کا دور تھا۔ بعض فقہاء قیاس کو استعمال کر کے سینکڑوں خود ساختہ مسائل گھڑ رہے تھے، اس بنا پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رائے زنی اور قیاس کے تکلف کی مذمت بیان کی ہے وہ اس بارے یوں باب باندھتے ہیں «باب مایذکر من ذم الرای وتکلف القیاس» یعنی "رائے زنی اور خواہ مخواہ قیاس کرنے کی مذمت کا بیان" اس عنوان کے تحت انہوں نے قرآنی آیت اور حدیث عبداللہ بن عمرو اور حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سے استدلال کیا ہے۔ (586) تو اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس فاسد اور کتاب وسنت کے مخالف آراء کارد کیا ہے لیکن امام صاحب مطلق طور پر قیاس اور رائے کے منکر نہیں ہیں، اگر کوئی مسئلہ قران وسنت میں نہ ملتا ہو تو وہاں صحیح شروط کے ساتھ قیاس کا استعمال امام صاحب کے ہاں درست ہے۔ اس بارے انہوں نے یوں باب باندھا ہے: «باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين، وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم حكمها ليفهم السائل» یعنی "ایک امر معلوم کو دوسرے واضح امر سے تشبیہ دینا جبکہ ان دونوں کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہو تاکہ سائل سمجھ جائے" اس عنوان کے تحت انہوں نے حدیث

---

(586) بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یذکر من ذم الرای وتکلف القیاس، ح: 7303-7308

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے۔(587)

امام کرمانی فرماتے ہیں:

"(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے) یہ باب قیاس کے صحیح ہونے پر باندھا ہے اور گزشتہ باب قیاس کی مذمت اور کراہت پر تھا، ان دونوں میں جمع و تطبیق یوں ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں قیاس صحیح جو تمام شرائط پر مشتمل ہو اور قیاس فاسد جو شرائط کے مطابق نہ ہو۔ امام صاحب نے جس قیاس کی مذمت کی ہے وہ فاسد ہے اور جو قیاس صحیح ہے اس کے استعمال میں کوئی مذمت نہیں ہے بلکہ وہ مامور بہ ہے۔"(588)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو معتدل مذہب قرار دیا ہے جس میں یہ ہے کہ قیاس ضرورت کے وقت مشروع ہے وہ بذات خود اصل نہیں ہے۔(589)

100- حکم رسول کے خلاف اجتہاد مردود ہے

اگر کوئی قاضی، جج، حاکم وقت یا عامل غلطی یا جہالت کی وجہ سے سنت رسول کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یوں ہے ، وہ لکھتے ہیں:

«باب اذا اجتهد العامل او الحاكم فاخطا خلاف الرسول من غير علم فحكمه مردود لقول النبى صلى الله عليه وسلم: من عمل عملا

---

(587) ایضا، باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين، ح:7314

(588) فتح الباری 367/13

(589) مصدر سابق 368/13

لیس علیہ امرنا فھو رد» ”جب کوئی عامل یاحاکم اجتہاد کرے اور لاعلمی میں حکم رسول کے خلاف غلطی کر جائے تو اس کا فیصلہ مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو کوئی ایسا عمل کرے جس کے متعلق ہمارا کوئی حکم نہیں تھا تو وہ عمل مردود ہے“ اس کے تحت انہوں نے دوسری موصول حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک خلاف سنت اجتہاد و فیصلہ قابل رد ہے۔ (590)

101- روز قیامت میزان اور وزن اعمال کا ثبوت

اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ روز قیامت ترازو قائم ہوگا اور بندوں کے اقوال واعمال کا وزن ہوگا، لیکن فرقہ معتزلہ نے میزان اور وزن اعمال کا انکار کیا ہے۔ (591)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے میزان اور وزن اعمال کے اثبات میں باب باندھا ہے «باب قول اللہ تعالی ﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيامة﴾ وان اعمال بنی آدم وقولھم یوزن» یعنی ”ارشاد باری تعالی ہے: ”اور ہم روز قیامت عدل وانصاف پر مبنی ترازو قائم کریں گے“ اور لوگوں کے اعمال واقوال تولے جائیں گے“ اس عنوان کے تحت انہوں نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے استنباط کیا ہے۔ (592)

---

(590) بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اذا اجتہد العامل او الحاکم الخ، ح: 7350-7351

(591) فتح الباری 13/659

(592) بخاری، التوحید، باب قول اللہ ونضع الموازين القسط ليوم القيامة، ح: 7563

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میزان اور وزن اعمال واقوال برحق ہے۔

خلاصہ بحث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیرت و کردار کے اعتبار سے ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی سیرت اور فقہی بصیرت پر اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ پہلے دو ابواب میں امام موصوف اور جامع صحیح کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اور آخری باب میں ان کی اجتہادی صلاحیت اور فقہی بصیرت کو نمایاں کیا گیا ہے۔

آخری فصل میں امام بخاری کی "الجامع الصحیح" سے چیدہ چیدہ مقامات نقل کئے گئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مبارک کتاب تدقیق مسائل اور فقاہت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ فقہ محمدی کا یہ ایک بے نظیر تحفہ ہے ۔امام المحدثین کی دقیقہ سنجی، فقہی بصیرت اور دقت نظری کا بین ثبوت ان سے حاصل ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھ کر مسائل واحکام کا استخراج کیا ہے۔ انہوں نے ایک ایک حدیث سے کئی کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

گزشتہ مقامات کے مطالعہ ودراسہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فن حدیث میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ امام صاحب تفقہ واستنباط مسائل میں بھی اعلی مقام پر فائز تھے۔ یہ مجتہدین اصحاب الحدیث کا طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے احادیث رسول سے تمام شعبہ ہائے زندگی کے مسائل کا حل پیش کیا اور یہ خوبی اہل الرائے کے تخریجی منہج میں مفقود ہے ،انہوں نے تخریجی اصول کی پابندی میں

سینکڑوں صحیح احادیث رد کر دیں۔(593)

محدثین کرام پر پنساری ہونے کی پھبتی کسنا بہت بڑی جہالت وجسارت ہے حالانکہ ان کے تراجم ابواب اس کی تردید کے لئے کافی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد اور استنباط مسائل کے متعلق تو ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، ہم نے صرف اس مختصر مقالے میں سیرت بخاری کے ساتھ ساتھ تراجم ابواب کی وضاحت، امام بخاری کے فقہی منہج اور صحیح بخاری کے اجتہاد کی منتخب ابواب سے مثالیں بیان کر دی ہیں جن سے امام موصوف کی جودت، فقاہت اور استنباط مسائل میں کشادہ ذہنی کا خوب اظہار ہے اور صاف واضح ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجتہد اہل الحدیث تھے۔

نتیجہ بحث یہی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ الباری ایک عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ژرف نگاہ فقیہ اور باصلاحیت مجتہد بھی تھے۔ انہوں نے قرآن وسنت کے نصوص سے ہزاروں مسائل کا استنباط واستخراج کر کے ایک بے مثال طرز استدلال واسلوب اجتہاد کی طرح ڈالی ہے۔ امام صاحب کے قائم کردہ تراجم ابواب ان کی فقہی بصیرت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان تراجم سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بالاستقلال مجتہد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصحاب علم

---

(593) تفصیل کے لیے دیکھیں: ابن القیم، اعلام الموقعین 2: /215-226، والشیخ البانی، الحدیث بنفسه حجة فی العقائد والاحکام، ص: 19 - 24

وفضل نے بھی اس کی وضاحت فرما دی ہے۔ اس سب کے باوجود بعض لوگوں کا امام صاحب کو مقلد باور کرانا یا صرف ناقل حدیث ثابت کرنا، یہ تعصب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہم نے آخری باب میں اسی نکتے کو بیان کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محدث ہونے کے ساتھ قابل اعتبار مجتہد وفقیہ بھی ہیں۔ ہم نے تو دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ اب جو چاہے، مان لے یا نہ مانے، اس کی اپنی مرضی ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سر عام رکھ دیا

فہرس مصادر و مراجع:

1	القرآن الكريم من كلام الرحمن
2	ابن الأثير، عز الدين أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، (630هـ) حافظ، أسد الغابة في معرفة الصحابة، الناشر: دار الفكر - بيروت، بدون التاريخ
3	ابن الأثير، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري (606هـ) امام، النهاية في غريب الحديث والأثر، الناشر: دار الجوزي، بيروت - لبنان، طبع اول: 1421 هـ، ودار الكتب العلمية، بيروت 1383 هـ
4	أحمد، أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (241هـ) امام، المسند، تح: أحمد محمد شاكر، الناشر: دار المعارف، مصر، 1375 هـ
5	أزهري، أبو منصور محمد بن أحمد، امام، تهذيب اللغة ، تح: رياض زكى قاسم، ناشر: دار المعرفة، بيروت، 1422 هـ
6	أصبهاني، أبو نعيم، أحمد بن عبد الله (430 هـ) حافظ، معرفة الصحابة، تح: محمد راضي، ط: مكتبة الدار مدينة منورة، 1408 هـ
7	أعظمي، مصطفى، دكتور، دراسات في الحديث النبوي، ط: جامعة الرياض، 1396 هـ
8	الألباني، محمد ناصر الدين شيخ، صحيح سنن أبي داود، ناشر: مكتبة التربية العربي، الرياض، السعودية، 1409 هـ
9	//، سلسلة الأحاديث الصحيحة، ناشر: المكتب الإسلامي، بيروت، لبنان، طبع رابع، 1405 هـ
10	//، صحيح سنن النسائي، ناشر: مكتبة التربية العربي، الرياض، 1409 هـ

11	//، صحيح الجامع الصغير، ط: المكتب الإسلامي، بيروت، 1399هـ
12	//، صحيح الأدب المفرد، ط: مكتبة نشر دار الصديق، سعودي عرب، 1423 هـ
13	بخاري، محمد بن إسماعيل بخاري جعفي (256هـ) امام، الجامع الصحيح المسند المختصر في أمور رسول الله وسننه وأيامه، ط: دار السلام، الرياض، 1417 هـ ومع فتح الباري، ناشر: رياسة إدارة البحوث الإسلامية، الرياض، 1379 هـ، وطبعة مصورة قديمي كتب خانه، كراتشي، بدون التاريخ
14	//، التاريخ الأوسط، تح: محمد بن إبراهيم لحيلان، ط: دار النشر، الرياض، 1998 م
15	//، التاريخ الكبير، ط: دار المعارف، حيدر آباد، دكن، هند، 1360 هـ
16	بروكلمان، كارل، تاريخ الأدب العربي، تهذيب وتعريب: عبد الحليم نجار، ناشر: دار المعارف، القاهرة، مصر، 1783 م
17	بستوي، عبد العليم بن عبد العظيم، دكتور، تحقيق وتخريج، سيرة البخاري، ناشر: دار عالم الفوائد، مكة المكرمة، 1422 هـ، ونشريات، لاهور، 2009 م
18	ابن بشكوال، أبو القاسم، خلف بن عبد الملك (578 هـ)، كتاب الصلة، ط: الدار المصرية، قاهرة، 1977 م
19	ابن بطال، ابو الحسن على بن خلف (449 هـ) علامة، شرح صحيح البخاري، ناشر: مكتبة الرشد، الرياض، طبع اول، 1420 هـ
20	بغدادي، صفى الدين عبد المؤمن (739 هـ) علامة، مراصد الاطلاع على الأسماء والأمكنة والبقاع، تح: علي محمد بخوي، ناشر: دار الجيل، بيروت، لبنان، 1412 هـ
21	بيهقي، أحمد بن حسن (458 هـ) امام، الأسماء والصفات، تح: الحاشدي، ناشر: مكتبة اسوارى، جدة، سعودي عرب، 1413 هـ

22	تھامس، ولیم بیل، اوریئنٹل جیوگریفیکل ڈکشنری، مطبوعہ لندن، 1890ء
23	ابن تين، أبو محمد عبد الواحد بن تين صفاقسي، شرح البخاري، ط: مكتبة الرشد، الرياض، 1420 هـ
24	ابن جماعة، بدر الدين أبو عبد الله محمد بن إبراهيم حموي (733 هـ)، مناسبات تراجم البخاري، تح: محمد إسحاق السلفي، ط: الدار السلفية، بمبي، هند، 1404 هـ
25	ابن جوزي، الفرج ، عبد الرحمن بن علي (597 هـ) علامة، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، 1413 هـ
26	جونا گڑھی، محمد، مولانا، ترجمة القرآن، مع تفسير أحسن البيان، ناشر: مجمع الملك الفهد، مدينة منورة، 1417 هـ
27	جوهري، ابو نصر، اسماعيل بن حماد الفارابي (313 هـ)، امام، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ناشر: دار العلم للملايين، 1407 هـ
28	ابن ابي حاتم، ابو حاتم، عبد الرحمن بن ابي حاتم (327 هـ) امام، كتاب الجرح والتعديل، ناشر: مطبعة دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، دكن، الهند، 1317 هـ
29	حاجي خليفة، مصطفىٰ بن عبد الله (1067 هـ) علامة، كشف الظنون عن أسامى الكتب والفنون، ناشر: دار الفكر، بيروت، لبنان، 1402 هـ
30	حازمى، ابو بكر محمد بن موسىٰ (584 هـ)، حافظ، شروط الأئمة الخمسة، ط: مكتبة عاطف، قاهرة، مصر، بدون التاريخ
31	حاكم كبير، ابو احمد، محمد بن احمد (378 هـ)، الاسامى والكنىٰ، تح: يوسف بن محمد، ناشر: مكتبة الغرباء الاثرية، مدينة منورة، 1414 هـ
32	حاكم، ابو عبد الله، محمد بن عبد الله نيسابورى (405 هـ) امام، المستدرك على الصحيحين، ناشر: مكتبة المطبوعات الاسلامية، حلب، شام، 1335 هـ

33	ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی بستی (354 ھ) امام، کتاب الثقات، تح: سعید شرف الدین، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان، 1395 ھ
34	ابن حجر، احمد بن علی، شہاب الدین عسقلانی (852 ھ) حافظ، ھدی الساری مقدمة فتح الباری، ناشر: دار المعرفة، بیروت، 1379 ھ، وقدیمی کتب خانہ، کراتشی، بدون التاریخ
35	//، تغلیق التعلیق، تح: سعید عبد الرحمن، ط: الکتب الاسلامی، دار عمار، بیروت، 1405 ھ
36	//، تقریب التھذیب، تح: ابو الاشبال صغیر احمد شاغف، ناشر: دار العاصمة، الریاض، سعودی عرب، 1416 ھ
37	//، تھذیب التھذیب، ناشر: دائرة المعارف النظامیة، حیدر آباد، دکن، الھند، 1335 ھ
38	//، النکت علی ابن الصلاح، تح: ربیع بن ھادی المدخلی، ناشر: احیاء التراث الاسلامی، مدینة منورة، 1404 ھ
39	//، الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة، ناشر: دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد، دکن، 1350 ھ
40	//، فتح الباری بشرح البخاری، ناشر: دار الریان، القاھرة، مصر، 1407 ھ، وقدیمی کتب خانہ، کراتشی، بدون التاریخ
41	//، انباء الغمر بابناء العمر، ناشر: دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد دکن، الھند، 1387 ھ
42	حسنی، علی بن فخر الدین (1341 ھ) علامہ، نزھة الخواطر وبھجة المسامع والنواظر، ناشر: مکتبة دار عرفات، رائے بریلی، ھند، 1412 ھ
43	حماد، عبد الستار، حافظ، ترجمہ وفوائد صحیح البخاری، ناشر: دار السلام، الریاض، لاہور، 1433ھ
44	حموی، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ (626 ھ)، علامہ، معجم البلدان، تح: فرید عبد العزیز الجندی، ناشر: دار الکتب العلمیة،

بیروت، 1410 ھ	
حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاول پور، ناشر: بیکن بکس، لاہور، 2012ء	45
خضري، محمد بن عفيفي باجوري (1345 هـ)، أصول الفقه، مطبعة جمالية، مصر، 1329 هـ	46
خطيب بغدادی، ابو بكر احمد بن على (463 هـ) امام، تاريخ بغداد، ناشر: دار الكتاب العربى، بيروت، لبنان، بدون التاريخ	47
//، الرحلة فى طلب الحديث، تح: نور الدين عتر، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، 1395هـ	48
ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون (808 هـ) علامه، مقدمة ابن خلدون، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، 1413 هـ	49
ابن خلكان، شمس الدين احمد بن محمد (681 هـ) علامة، وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان، تح: احسان عباس، دكتور، ناشر: دار صادر، بيروت، لبنان، 1398 هـ	50
خليلى، خليل بن عبد الله (446 ھ) حافظ، الارشاد فى معرفة علماء الحديث، تح: محمد سعيد، ناشر: مكتبة الرشد، الرياض، 1409 هـ	51
دارمى، ابو محمد، عبد الله بن عبد الرحمن (255 هـ)، سنن دارمى، ناشر: دار احياء التراث، بيروت، لبنان، بدون التاريخ	52
ابو داؤد، سليمان بن اشعث سجستانى (275 هـ)، سنن ابى داود مع شرحه عون المعبود، ناشر: مكتبة السفلية، مدينة منورة، 1388 هـ، ودار الحديث، حمص، شام، 1388 هـ، ودار السلام، الرياض، 1428 هـ	53
ذهبى، ابى عبد الله شمس الدين محمد بن احمد (748 هـ) امام، سير اعلام النبلاء، ناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، 1402 هـ	54
//، تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام، تح: عمر عبد السلام تدمرى، ناشر: دار الكتاب العربى، بيروت، 1412 هـ	55

//، تذكرة الحفاظ، ناشر: طبعة دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن، الهند، 1375 هـ	56
//، الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب الستة، ناشر: دار الفكر، بيروت، لبنان، 1418 هـ	57
راشدي، بديع الدين شاه، جلاء العينين بتخريج جزء رفع اليدين، تح: الشيخ إرشاد الحق أثري، ط: إدارة العلوم الأثرية، فيصل اباد، 1984 م	58
زركلى، خير الدين، علامه، الاعلام، ناشر: دار العلم، بيروت، 1984 م	59
زبيدى، ابو الفيض، محمد بن محمد المرتضى (205 هـ) علامة، تاج العروس من جواهر القاموس، ناشر: طبعة الكويت، طبع ثانى، بدون التاريخ	60
سبكى، تاج الدين بن عبد الوهاب بن على (771 هـ) علامة، طبقات الشافعية، تح: محمود محمد طناحى، ناشر: مطبعة عيسى البابى الحلبى، 1383 هـ	61
سخاوى، شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (902 هـ) حافظ، فتح المغيث، تح: على حسن على، ناشر: الجامعة السلفية، بنارس، الهند، 1417 هـ	62
//، الضوء اللامع لاهل القرن التاسع، ناشر: دار مكتبة الحياة، بيروت، لبنان، بدون التاريخ	63
سزگين، فواد، ڈاکٹر، تاريخ التراث العربى، تعريب: محمود فهمى حجازى وابو الفضل، ناشر: مطابع الهيئة المصرية، مصر، 1977 م	64
سمعانى، ابو سعيد عبد الكريم بن محمد تميمى (563 هـ) امام، الانساب، ناشر: دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن، الهند، 1383 هـ	65
سيوطى، جلال الدين احمد بن عبد الرحمن (911 هـ)، طبقات الحفاظ، تح: على محمد، ناشر: مكتبة وهبة، طبع اول، 1393هـ	66

67	//، تدريب الراوى فى شرح النواوى، تح: عبد الوهاب، ناشر: مكتبة عطية، مدينة منورة، 1392هـ
68	//، حسن المحاضرة فى تاريخ مصر والقاهرة، تح: ابو الفضل محمد، ناشر: مطبعة عيسى البابى الحلبى، قاهرة، مصر، 1387 هـ
69	شافعى، ابو عبد الله، محمد بن ادريس (204 هـ) امام، الرسالة، تح: خالد العلمى وزهير شفيق الكبى، ناشر: دار الكتاب العربى، بيروت، 1431 هـ
70	شاكر، محمود، عبد المنعم، دكتور، ابن حجر العسقلانى دراسة مصنفاته ومنهجه، ناشر: وزارة الأوقاف، عراق، 1987 م
71	شاه ولى الله، احمد بن عبد الرحيم دهلوى (1176 هـ) محدث، حجة الله البالغة، تح: محمود طه حلبى، ناشر: دار المعرفة، بيروت، لبنان، طبع اول، 1418 هـ
72	//، المصفى شرح المؤطا، ط: مطبع فاروقي دهلي، هند، 1293 هـ
73	شفيع، محمد، مفتى، معارف القرآن، ناشر: ادارة المعارف، كراتشى، 1433 هـ
74	شكعه، مصطفى، دكتور، جلال الدين سيرته العلمية ومباحثه اللغوية، ناشر: مطبعة مصطفى البابى الحلبى، مصر، 1401 هـ
75	شوكانى، محمد بن على اليمانى (1250 هـ) علامة، البدر الطالع لمحاسن من بعد القرن السابع، ناشر: دار المعرفة، بيروت، بدون التاريخ
76	صفدى، صلاح الدين خليل ابن ابيك، شيخ، الوافى بالوفيات، ناشر: دار النشر، فرانز، 1401 هـ
77	ابن الصلاح، أبو عمرو، عثمان بن عبد الرحمن شهرزوري (743 هـ)، حافظ، علوم الحديث، ط: دار الفكر المعاصر، بيروت، لبنان 1433 هـ
78	صنعانى، رضى الدين، حسين بن محمد (650 هـ) امام، اسامى شيوخ البخارى، ناشر: دار عالم الفوائد، مكة المكرمة، 1419 هـ

صنعانی، محمد بن اسماعیل الیمانی (1182 ھ) علامة، سبل السلام شرح بلوغ المرام، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1418 ھ	79
//، توضیح الافکار، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 1417 ھ	80
طحان، محمود، دکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، ناشر: مکتبة البشریٰ، کراتشی، 1431 ھ	81
ابن ابی عاصم، ابو بکر احمد بن عمرو شیبانی (387 ھ) حافظ، السنة مع ظلال السنة للالبانی، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، 1400 ھ	82
ابن عدی، ابو احمد، عبد اللہ بن عدی (365 ھ) امام، الکامل فی ضعفاء الرجال، تح: یحیی غزاوی، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان، 1409 ھ	83
//، اسامی من روی عنهم البخاری، تح: بدر بن محمد العماش، ناشر: دار البخاری، مدینة منورة، 1415 ھ	84
عرار، محمد عصام الحسینی، اتحاف القاری بمعرفة جهود واعمال العلماء علی صحیح البخاری، ناشر: دار الیمامة، 1900 م	85
عراقی، زین الدین عبد الرحیم بن حسین (806 ھ) حافظ، التبصرة والتذکرة (شرح الفیة العراقی)، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت، بدون التاریخ	86
//، التقیید والإیضاح، ط: المکتبة التجاریة مصطفی الباز، مکة، 1418 ھ	87
ابن عساکر، ابو القاسم علی بن حسن دمشقی (571 ھ) حافظ، تاریخ دمشق، نسخة مصورة المکتبة المرکزیة، جامعة ام القری، مکة المکرمة، 42/15 ب	88
عظیم آبادی، شمس الحق (1329 ھ) علامة، عون المعبود شرح سنن ابی داود، ناشر: المکتبة السلفیة، مدینة منورة، 1388 ھ	89

90	علوی، حسن بن عبد الرحمن، شیخ، الامام الخطابی ومنهجه فی العقیدة، ط: دار الوطن، الریاض، 1418 هـ
91	العلیمی، ابو الیمن، عبد الرحمن بن محمد (928 هـ)، المنهج الاحمد التراجم اصحاب الامام احمد، تح: محمد محی الدین، ط: عالم الکتب، بیروت، 1403 هـ
92	ابن العماد، ابو الفلاح، عبد الحی بن عمار الحنبلی (1089 هـ) علامة، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، ط: دار الآفاق الجریدة، بیروت، بدون التاریخ
93	ابن عودة، حسین، شرح صحیح الأدب المفرد، ط: مکتبة عمان، أردن، 1423 هـ
94	عینی، بدر الدین، محمود بن احمد عینی (855 هـ) علامة، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ناشر: دار الطباعة العامرة، مصر، 1308 هـ ودار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 1421 هـ
95	غزالہ حامد، شروح صحیح بخاری، ناشر: ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1991ء
96	الغزی، نجم الدین، شیخ (1061 هـ)، الکوکب السائرة باعیان العاشرة، تح: جبرئیل سلیمان، دکتور، ناشر: دار الآفاق الجریدة، بیروت، 1979 م
97	ابن فارس، ابو الحسین احمد بن فارس (395 هـ) امام، معجم مقاییس اللغة، تح: عبد السلام، ناشر: دار الجیل، بیروت، 1411 هـ
98	ابن فرحون، مالکی، علامة، الدیباج المذهب فی معرفة اعیان علماء المذهب، تح: محمد احمدی، ناشر: دار التراث، قاهرة، مصر، بدون التاریخ
99	فیروز آبادی، مجد الدین، ابو طاهر محمد بن یعقوب (817 هـ) علامة، القاموس المحیط، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، 1426 هـ
100	فیومی، ابو العباس احمد بن محمد الحموی (779 هـ)، المصباح المنیر

	فی غریب الشرح الکبیر، ناشر: المکتبة العلمیة، بیروت، لبنان، بدون التاریخ
101	قرشی، محی الدین عبد القادر بن محمد (775 ھ) علامة، الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة، تح: عبد الفتاح الحلو، ط: دائرة المعارف النظامیة، حیدر آباد دکن، الهند، 1332 ھ
102	قسطلانی، احمد بن محمد الخطیب المصری (933 ھ)، علامة ارشاد الساری الی شرح البخاری، ناشر: مطبعة المنشی نول کشور، کان پور، هند، 1284 ھ وط: دار احیاء التراث العربی، 1304 ھ
103	قنوجی، ابو الطیب صدیق حسن خان (1307 ھ)، علامة، ابجد العلوم، ناشر: وزارة الثقافة والارشاد القومی، دمشق، 1978 م
104	//، تاج المکلل من جواهر مآثر الطراز الآخر والاول، تح: عبد الکریم شرف الدین، ناشر: --- 1383 ھ
105	کتانی، عبد الحی بن عبد الکبیر، علامه، فهرس الفهارس والاثبات، تح: احسان عباس، ناشر: دار الغرب الاسلامی، 1402 ھ
106	کحالة، عمر رضا، علامة، معجم المؤلفین، ناشر: مکتبة المثنی ودار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، لبنان، بدون التاریخ
107	کشمیری، انور شاه، علامة، فیض الباری علی صحیح البخاری، ناشر: مکتبة حقانیة، بشاور، بدون التاریخ
108	کلا بازی، ابو النصر، احمد بن محمد (399 ھ)، رجال صحیح البخاری، تح: عبد الله اللیثی، ناشر: دار المعرفة، بیروت، لبنان، 1407 ھ
109	گنگوهی، رشید احمد، مولانا، لامع الدراری علی جامع البخاری، ناشر: المکتبة الامدادیة، مکة المکرمة، 1975 م
110	لسترنج کی، بلدان الخلافة الشرقیة، ترجمة: بشیر فرنسیس، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، 1405 ھ
111	ابن ماکولا، ابو النصر، علی بن هبة الله (475 ھ)، امام، الاکمال، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 1411 ھ

112	مبارک پوری، عبد السلام، مولانا، سیرۃ البخاری، تح: عبد العلیم بستوی، ناشر: نشریات، لاہور، 2009ء
113	مباركفوري، محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم (1353 هـ)، مقدمة تحفة الأحوذي، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، 1422 هـ
114	محمد اسحاق بھٹی، دبستان حدیث، ط: مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2008ء
115	//، بر صغیر میں اہل حدیث کی آمد، ط: مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2004ء
116	مسلم، مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (261 هـ)، امام، المسند الصحيح مع شرحه منة المنعم للمباركفورى، ناشر: دار السلام، الرياض، 1420 هـ
117	مفدى، محمد بن عبد الرحمن، دكتور، الدماميني حياته وآثاره، ناشر: الجمعية العربية للثقافة والفنون، سعودى عرب، 1402 هـ
118	مقدسى، ابو الفضل، محمد بن طاهر (507 هـ) حافظ، شروط الائمة الستة، ناشر: مكتبة عاطف قاهرة، مصر، بدون التاريخ
119	ملتاني، عبد الصبور بن عبد التواب ملتاني، إنعام المنعم الباري بشرح ثلاثيات البخاري، ط: جامعة سلفية بنارس، هند، 1400 هـ
120	ابن منده، ابو عبد الله محمد بن اسحاق (395 هـ) امام، فتح الباب فى الكنى والالقاب، تح: نظر محمد فاريابى، ط: مكتبة الكوثر، الرياض، 1417 هـ
121	ابن منظور، ابو الفضل جمال الدين محمد مكرم بن منظور الافريقى (711 هـ)، علامة، لسان العرب، ط: دار صادر، بيروت، 1414 هـ، وأدب الحوزة، قم، ايران، 1405 هـ
122	ابن المنير، أبو العباس ناصر الدين أحمد بن محمد إسكندراني (683 هـ)، المتواري على تراجم أبواب البخاري، تح: صلاح الدين مقبول، ط: مكتبة المعلاء، كويت، 1987 م / 1407 هـ

ابن ناصر الدين، محمد بن عبد الله دمشقی (842 هـ) حافظ، تحفة الاخباری بترجمة البخاری، تح: محمد بن ناصر العجمی، ط: دار البشائر الاسلامية، بيروت، لبنان، 1413 هـ	123
ابن النديم، ابو الفرج، محمد بن اسحاق النديم (385 هـ) علامة، الفهرست، ط: دار المعرفة، بيروت، لبنان، بدون التاريخ	124
نسائی، ابو عبد الرحمن، احمد بن شعيب (303 هـ)، سنن النسائی، ط: دار احياء التراث العربی، بيروت، لبنان، ومع شرحه ذخيرة العقبی، ط: دار الجوزی، الدمام، ومكة المكرمة، 1432 هـ	125
نور پوری، عبد المنان، حافظ، مرآة البخاری، جمع وترتيب: يونس عتيق، ناشر: دار الحسنیٰ، گوجرانواله	126
نووی، محی الدين، ابو زكريا يحيی بن شرف (676 هـ)، امام، ما تمس اليه حاجة القاری لصحيح الامام البخاری، تح: علی حسن، ط: دار الفكر، عمان، بدون التاريخ	127
//، تهذيب الاسماء واللغات، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، بدون التاريخ	128
//، المنهاج شرح مسلم بن الحجاج، ط: مطبعة حجازی، قاهرة، مصر، بدون التاريخ	129
هاشم، عبد المجيد، دكتور، الإمام البخاري محدثا وفقيها، مطبعة العربية، قاهرة، مصر، بدون التاريخ	130
هيثمی، نور الدين، علی بن سليمان (807 هـ) امام، بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث، تح: حسين احمد، دكتور، ناشر: مركز هدية السنة مدينة منورة، 1413 هـ	131
ابن ابی يعلی، ابو الحسين محمد بن ابی يعلی بغدادی (526 هـ) حافظ، طبقات الحنابلة، ناشر: دار المعرفة، بيروت، لبنان، بدون التاريخ	132
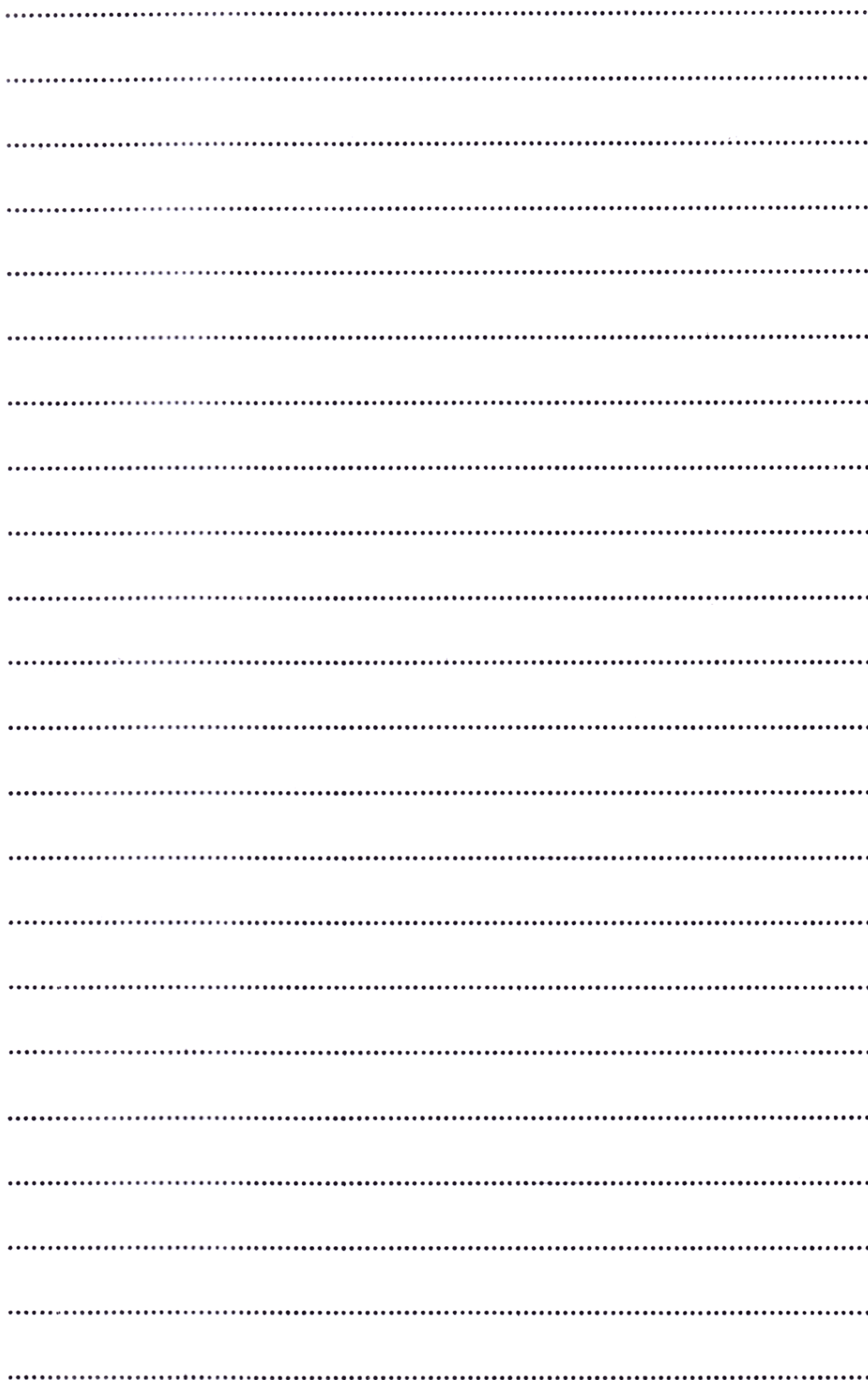
ادارے کی دیگر مطبوعات

#	کتاب	مصنف
1	سیرت امام ابن تیمیہ	مولانا غلام رسول مہر
2	قوالی کی قباحتیں	شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن ضیا
3	ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع	نواب سید محمد صدیق حسن خان بھوپالی
4	حدیث کے بارے میں جماعت المسلمین کا معیار رد وقبول	مولانا عبدالجبار اظہر
5	اللہ کہاں ہے؟ ہر جگہ یا عرش پر	نواب سید محمد صدیق حسن خان بھوپالی
6	درس ترمذی پر ایک نظر	ابوزبیر محمد ابراہیم ربانی
7	خطبہ جمعہ میں خطیب کا عصا پکڑنا مستحب یا مکروہ؟	سعید الرحمن عزیز سلفی
8	اختلاط مرد وزن شبہات کا ازالہ	حافظ عبدالرحمن المعلمی
9	سچے سلفی بنو	عبدالسلام بن رجا السحیمی
10	کراچی کا عثمانی مذہب	خواجہ محمد قاسم
11	اللہ کہاں ہے؟	علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری
12	پیدل سفر حج	سعید الرحمن عزیز سلفی
13	مولانا الیاس گھمن دیوبندی کا تعاقب	عبدالسلام جمالی
14	ہدایہ حقیقت کے میزان میں	خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی
15	عذاب قبر	علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری
16	حلیۃ الابرار فی الدعوات والاذکار	علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری
17	سالنامہ تاریخ اہل حدیث مکمل سیٹ چار جلد	عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی
18	میزان الاعتقاد	علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری
19	حدیث اور غیر اہل حدیث بجواب حدیث اور اہل حدیث	خواجہ محمد قاسم

مکتبۃ دار السلف
محلہ آسن داس، جمن شاہ روڈ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ۔ سندھ
+92-302-3353215, 0303-3058908